إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ

بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے

دُرُّ المعارِف

ملفوظات

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

جامع

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مُجدِّدی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

ابوالنصر انس فاروقی مُجدِّدی

ناشر

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

۲۳۵۸، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، بازار چتلی قبر، دہلی۔ ۶

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے

دُرُّ المَعَارِف

کلمات بے بہائے شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ

۸ ۰ ۰ ۲ ء

جامع

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

ابوالنصر انس فاروقی مجددی

ناشر

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

۲۳۵۸، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، بازار چتلی قبر، دہلی۔۶

۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء

نام کتاب	:	دُرُّ المعارف
		ملفوظات حضرت عبداللہ المعروف بہ
		شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ
مؤلف	:	حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	:	ابوالنصر انس فاروقی مجددی
تعداد	:	۵۰۰
صفحات	:	۳۰۴
قیمت	:	۲۴۰ روپے
کمپوزنگ	:	نصیر کمپیوٹر گرافک
ناشر	:	حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

۲۳۵۸، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، بازار چتلی قبر، دہلی۔۶

فہرست

۱۲۳۱ھ

۱۲۳۱ھ		
۲۵؍جمادی الاولیٰ	شیخ طریقہ کا استخارہ کرنا۔	۱۳۴
۲۶؍جمادی الاولیٰ	طریقۂ قادریہ اور طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کرنا۔	۱۳۵
۲۷؍جمادی الاولیٰ	ادائے نماز کی نصیحت، نماز کے اجر میں کمی وبیشی، روشن روح کا جلوہ فرمانا، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی روح کا تشریف لانا،	۱۳۶
۲۸؍جمادی الاولیٰ	مکتوبات شریفہ کے فیوضات، مختلف بلاد وولایتَ کے مخلصین پر توجہ، حضرت شاہ صاحب پر الہام	۱۳۸
۲۹؍جمادی الاولیٰ	لا الہ الا اللہ پڑھنے کی مختلف کیفیات۔	۱۳۹
۳۰؍جمادی الاولیٰ	خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی روح کا جلوہ فرمانا، خدمت شیخ سے حالت قبض کا رفع ہونا۔	۱۴۰
یکم جمادی الآخرہ	اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بھوک کی مشقتیں، متقدمین کی ریاضتیں، شاہِ نقشبندؒ کا طریقۂ توسط (درمیانی راہ)۔	۱۴۱
۲؍جمادی الآخرہ	اللہ کے وعدوں کا دھیان رکھنا، خانقاہ کی توسیع چاہنا۔	۱۴۱
۳؍جمادی الآخرہ	خانقاہ کے صوفیوں کے حالات معلوم کرنا۔	۱۴۲
۴؍جمادی الآخرہ	بارگاہِ حق جل وعلا کے آداب، نماز کی کیفیات کا لحاظ رکھنا، فنا وعدم، شفاء مریض کے لیے پانی پر دم کرنا، حضرت شاہ صاحب کے خلفاء کے تذکرے۔	۱۴۳
۵؍جمادی الآخرہ	لطیفۂ قلب ونفس وقالب کی سیر۔	۱۴۵
۶؍جمادی الآخرہ	مکہ معظمہ سے ایک شخص کی آمد۔	۱۴۶
۷؍جمادی الآخرہ	نسبت نقشبندیہ کا مطلب	۱۴۶
۸؍جمادی الآخرہ	حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے چند خاص مقامات کا اظہار ہوا۔ لطیفۂ قلب ونفس اور عناصر ثلاثہ کی سیر کا مختصراً تذکرہ، عبادت وریاضت کا فرق، شاہ گلشنؒ کی ریاضت، خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ عبادت اور آپ کی سواری کی کیفیت۔	۱۴۶

۱۲۳۱ھ

۱۲۳۱ھ

فہرست

خاتمہ کتاب

(تاریخ و دن کے تعین کے بغیر ملفوظات)

پیش لفظ

ہمارے مخدوم زادے محترم ڈاکٹر محمد ابوالفضل صاحب فاروقی نورَاللہ مرقدہٗ کی محنتوں سے جو ادارہ تقریباً تیس سال قبل دینی کتب کی طباعت واشاعت کے لیے قائم ہوا تھا، الحمدللہ آج بھی بنا کسی نفع و تجارتی مقصد کے خدمات علمی و دینی میں مشغول ہے۔ صد آفریں کہ یہ ادارہ حضرت مرشدی شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (۲ر دسمبر ۱۹۹۳ء) کے بعد بھی چند نئی کتب طبع کر چکا ہے۔ اب پھر ایک اہم اور مبارک تالیف ''دُرُّ المعارف'' زیور طباعت سے آراستہ ہے۔

''دُرُّ المعارف'' ملفوظات قطب الارشاد حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کے مؤلف صاحب ملفوظات کے معروف خُلفاء میں سے ہیں۔ یہ کتاب تصوف و رموز طریقت میں اہم مقام کی حامل ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ حضرت شاہ صاحب کا نام نامی سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخین میں معروف ہے۔ آپ کی ذات گرامی اور آپ کی خانقاہِ ارشاد پناہ مرجع خلائق تھی۔ عالم اسلام کے مختلف علاقوں اور شہروں سے اہل علم وفضل راہِ سلوک طے کرنے اور معرفت الٰہی کے حصول کے لیے یہاں آتے تھے اور بصد شوق وذوق یہاں کی خدمات بجالاتے تھے۔ الحمدللہ تصفیہ قلب وتہذیب نفس کے حصول میں اس خانقاہ شریف کو ہر دور میں امتیاز حاصل رہا ہے۔

موجودہ وقت میں ہمارے مرشد برحق کے جانشین وخلیفہ حضرت انس صاحب مدظلہٗ جن کا وجود ہمارے لیے تسکین قلب وروح کا سبب ہے اب اس خانقاہ شریف کی ذمہ داریاں اور اس دینی ادارہ کی سرپرستی بڑے استقلال وبلند ہمتی سے انجام دے رہے ہیں۔

آپ کے لیے ہمارے مرشد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۹۲ء میں دوران قیام بہرائچ بھری مجلس میں ارشاد فرمایا تھا کہ ''جو یہ ہیں، وہ میں ہوں اور جو میں ہوں، وہ یہ ہیں''۔ چنانچہ اس ارشاد کے اثرات وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتے چلے گئے۔ اور ایک کامل ومکمل کے منہ سے نکلی بات کیوں نہ اثر رکھتی کہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

جن ایام میں آپ نے یہ ارشاد اپنے نورنظر و جانشین کے لیے فرمایا تھا، اس سے قبل ہی آپ کی دینی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور ساتھ ساتھ بی۔کام کی پڑھائی بھی چل رہی تھی۔ قبلہ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سے مستقل طور پر عربی قوائد، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ درس نظامی کی مروجہ کتب شیخ الحدیث حضرت مولوی اکرام الحق صاحب مدظلہ العالی (گھوسی، ضلع مئو) کی نگرانی میں پڑھنی شروع کیں۔ اس سلسلہ میں محترم مولانا مظاہر حسین صاحب سے اکثر کتب کا درس لیا۔ بالآخر نومبر ۲۰۰۱ء میں آپ نے دارالعلوم خیریہ فیضِ عام (گھوسی، ضلع مئو، یوپی) کی طرف سے سندِ علمی حاصل کی۔ حضرت سجادہ صاحب کی درس نظامی پڑھنے کی خواہش اور پھر اس میں پوری توجہ کے ساتھ منہمک ہونا حقیقۃً اپنی مثال آپ ہے۔ اور ہم متوسلین متواتر آپ کے معاملات میں پختگی اور علمی و ذہنی فکر میں بلندی مشاہدہ کر رہے ہیں۔

آستانۂ عالیہ میں آرام فرما مشائخین حضرات کے احوال و مقامات کو اردو زبان میں منظر عام پر لانے کی کوشش کے تحت یہ کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ تقریباً سترہ سال قبل پاکستان سے شائع ہوا تھا۔ مگر لفظی تصحیح کرتے ہوئے ہمارے حضرت سجادہ صاحب نے از سرنو ترجمہ کرنے کا ارادہ بعد خیر طلبی کے کیا۔ نہایت مشغولیت کی بنا پر یہ کام آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ بالآخر امسال ماہ اپریل میں یہ کام مکمل ہوا اور مئی کے اختتام پر اس کی پروف ریڈنگ مکمل ہو سکی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت محنت اور تحقیق کے ساتھ یہ کام انجام دیا ہے۔ انشاء اللہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی خدمات میں یہ سعی بہت مبارک و مفید ثابت ہوگی۔

راقم الحروف کی خوش نصیبی ہے کہ ۱۹۶۳ء (بعمر ۳۲ رسال) سے اس خانقاہ عالیہ سے وابستہ اور اس خاندانِ عالیشان سے جڑا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ اس تعلق کو عالم آخرت میں بھی قائم رکھے۔ آمین

بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

خاکِ پائے اولیاء اللہ
شبیر احمد ابن محمد ہاشم مرحوم
بی۔ایس۔سی؛ ایم۔اے؛ بی۔ایڈ (علیگ)
رٹائرڈ ٹیچر۔ آزاد انٹر کالج
ضلع بہرائچ، یوپی

بروز ہفتہ ۹ رجمادی الثانی ۱۴۲۹ھ
۱۴ رجون ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ مَحَبَّةَ عِبَادِهِ الصَّالِحِیْنَ الْمُتَّقِیْنَ سَبَباً لِعِنَایَتِهٖ وَرَحْمَتِهٖ وَاِکْرَامِهٖ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

(سب تعریف اللہ کو جس نے کیا اپنے نیک، ڈرنے والے بندوں کی محبت کو اپنی عنایت، رحمت اور اکرام کا سبب مؤمنین پر اور درود و سلام نازل ہو اسکے حبیب رحمتِ عالمیان پر اور ان کی تمام آل واصحاب پر)

اسرار و معارف کے موتیوں کا مجموعہ موسوم بہ ''دُرُّ المعارف'' تیرہوی صدی کے سلسلۂ عَلیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم المرتبت شیخ، قیوم وقت حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کے ملفوظات مبارکہ ہیں۔ اس کے مولف حضرت شاہ رؤف احمد رافتؔ مجددیؒ آپ کے مشہور خلفا میں سے ہیں۔

یہ مجموعہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ تاریخ و دن کے تعین کے ساتھ مجالس کے بیانات پر مبنی ہے۔ جس کی ابتداء ۱۲/ ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ سے ہوئی اور انتہا یکم شوال ۱۲۳۱ھ کو ہوئی۔ کل ۱۶۷/ مجالس کا بیان ہے۔ اور دوسرا حصہ ''خاتمہ کتاب'' کے نام سے جناب مولف نے قلمبند کیا ہے، جس میں حضرت والا کے کلام کو تاریخ و دن کے تعین کے بغیر تحریر کیا ہے۔ ملفوظات کو جمع کرنے کی ترغیب جناب مولف کو اپنے خالہ زاد بھائی حضرت زکی القدر شاہ ابوسعید مجددیؒ کی طرف سے ہوئی۔ جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے اور پھر بعد میں آپ کے جانشین بھی ہوئے۔

اپنے وقت میں یہ تالیف خانقاہ شریف حضرت شاہ غلام علی کے متوسلین کے درمیان معتبر و مشہور رہی۔ بعد کے دور میں طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کے خلفا کی چند معروف اور مستند تصانیف میں شامل ہوئی۔

معلومات کے اعتبار سے اس کتاب کا دائرہ وسیع ہے۔ مختلف نصائح اور نکات سے مملو ہے۔ مثلاً شریعت مطہرہ پر پابند رہنے کی ترغیب، سنت کی اتباع پر تلقین، معمولاتِ مشائخ کا تذکرہ، امور طریقت کا شریعت سے ربط و تعلق، سلوک مجددیہ کا خاطر خواہ بیان، طریقت کے آداب و مراتب، بزرگان

دین کے واقعات، ان کے مشاہدات مکاشفات کا بیان، مشائخین طریقہ کے مناقب وکمالات کا بیان، مکتوبات امام ربانیؒ ومثنوی شریف مولانا رومؒ کے درس کی کیفیات، تصفیۂ قلب وتزکیۂ نفس کے رموز، راہِ معرفت الٰہی کی نزاکتیں وغیرہم جیسے نکات عام فہم انداز میں بیان ہوئے ہیں۔

یہ ملفوظات گرامی طبیعت پر نہایت اثر انگیز ہیں۔ مبتدی ہو یا منتہی، ہر ایک اپنے اپنے فہم اور ظرف کے مطابق، اس کے نایاب گہر سے اپنا دامن بھر سکتا ہے۔

یہ مجموعہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ مطبع نادری، بریلی سے ۱۳۰۴ھ میں؛ محبوب المطابع، دہلی سے ۱۹۲۷ء میں؛ ملتان سے ۱۹۶۰ء میں اور مکتبۂ ایشق، استنبول (ترکی) سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔

درالمعارف کا اردو ترجمہ پہلی مرتبہ ''عنائیہ فاؤنڈیشن، پاکستان کی طرف سے ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے مترجم جناب محمد فضل الرحمٰن نقشبندی مجددی ہیں۔ اس ترجمہ کو شائع کرنے کا ارادہ شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی سے کیا گیا۔ مگر لفظی تصحیح کرتے ہوئے کچھ جگہ عبارت مغلق معلوم ہوئی تو فارسی نسخہ مطبوعہ محبوب المطابع دہلی سے تقابلی جائزہ کیا۔ یہ احساس ہوا کہ ایک مرتبہ پورا ترجمہ متن کے ساتھ پڑھا جائے۔ چنانچہ راقم الحروف نے توکلا علی اللہ اس کام کی شروعات کی۔ فارسی نسخہ میں جہاں کہیں سہو کتابت معلوم ہوا، تو اس کو اپنے کتب خانہ کے موروثی قلمی نسخہ ''درالمعارف'' کی مدد سے ٹھیک کیا۔ یہ مخطوطہ ۱۲۵۹ھ میں جناب خورشید احمد مجددی، کابلی نے اپنے پیرومرشد، سراج الاولیا حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہم کے لیے تحریر کیا تھا۔ اس نسخہ کے ابتداء پر حضرت شاہ ابوالخیر مجددیؒ کی دو مہری لگی ہوئی ہیں اور حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ کے دستخط ہیں۔ یہ نسخہ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے زیر مطالعہ رہا تھا۔

چنانچہ دُرّ المعارف پر یہ محنت وقت طلب ثابت ہوئی اور کثرتِ مشغولیت کی بنا پر یہ کام دو سال سے زائد عرصہ میں مکمل ہوا۔

عنائیہ فاؤنڈیشن پاکستان کے ترجمہ کو جہاں تک ہو سکا برقرار رکھا گیا ہے اور جہاں ضرورت سمجھی گئی وہاں عبارت درست کی، چند مقامات پر زبان کا محاورہ بھی بدلا اور طویل عبارت کو اختصار میں لانے کی کوشش کی ہے۔ فارسی اشعار بعض جگہ رہ گئے تھے، وہ بھی تحریر کیے، اسی طرح عربی عبارتیں مع ترجمہ دی گئی ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ متن فارسی کو عام فہم انداز میں بنا کسی زیادتی کے اُردو جامہ پہنا دیا جائے تاکہ قارئین کو اصل فارسی عبارت سمجھنی آسان ہو سکے۔ وضاحت کے لیے عبارت

قوسین میں دی گئی ہے۔

نکتہ: قوسین"[ ]" ۔ "( )" کے اندر جو بھی عبارت ہے، وہ اشعار یا عربی عبارتوں کا ترجمہ ہے۔ یا پھر متن کی عبارت کو واضح کرنے کے لیے ہے۔

اس کتاب کی افادیت اور شائقین صاحبان کے درمیان اس کی طلب نے مجبور کیا کہ یہ کتاب عمدہ پیرائے میں طبع کرا کے ہندوستان میں اردو جامہ کے ساتھ منظر عام پر لائی جائے۔ اللہ رب العزت کا بے پناہ شکر و احسان ہے جس نے اس عاجز کو اس کام کی توفیق بخشی اور راہ آسان کی۔

اس مبارک و اہم کام کو کرنے میں عاجز کے عم محترم حضرت مولوی ابو حفص عمر مجددی فاروقی مدظلہٗ (ساکن کوئٹہ، بلوچستان) نے ہمت بندھائی اور ضروری رہنمائی فرمائی۔ عاجز انکی شفقت و محبت کو باری تعالیٰ کی اعانت و توفیق کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب سمجھتا ہے۔ حق تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی کمالات سے مستفیض ہونے کی سعادت سے ہم کو بہرور فرمائے۔ اس کے ساتھ ساتھ دہلی کے جناب پروفیسر سیّد یونس جعفری صاحب ماہر لسانِ فارسی و اردو کا بھی مشکور ہے جنہوں نے عاجز کے استفسار پر بعض اشعار پر مفید اشارے دیئے۔

اب قارئین صاحبان کو جہاں کہیں کی معلوم ہو، اُس سے راقم الحروف کو آگاہ کر کے مشکور فرمائیں۔ تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کو درست کیا جا سکے۔

والحمد للّٰہ اولاً وآخراً والصلوٰۃ والسّلامُ علٰی رسولہ الکریم

وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین

خاکسار

ابوالنصر انس فاروقی مجددی

عفی عنہ

جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ جون ۲۰۰۸ء

خانقاہ حضرت شاہ غلام علی

المعروف بہ

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہم

دہلی۔۶

مختصر حالات
حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ

مرتّب: ابو النصر انسؒ فاروقی مجددی

ولادت ۔ ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء کو قصبہ بٹالہ، صوبہ پنجاب میں ہوئی۔(۱)

وفات ۔ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء کو شہر دہلی میں آپ کی خانقاہ شریف میں ہوئی۔

مدفن ۔ اپنے پیر و مرشد حضرت حبیب اللہ شمس الدین مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں جانبِ غرب سپردِ خاک ہوئے۔

آپ علوی سادات میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مرتاض و مجاہدہ تھے۔ حضرت شاہ ناصر الدین قادری دہلوی قدس سرہٗ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء) سے طریقہ قادریہ میں بیعت تھے۔(۲) آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والدین و چچا نے نیک خوابات دیکھے۔ چنانچہ اپنے اپنے خواب سے اشارہ پا کر آپ کے والد نے آپ کا نام ''علی''، والدہ نے ''عبدالقادر'' اور چچا نے ''عبداللہ'' رکھا۔ آپ اپنا نام ''عبداللہ عرف غلام علی'' لکھتے تھے۔ عوام و خواص میں آپ کی شہرت ''حضرت شاہ غلام علی دہلوی'' سے ہوئی۔

آپ کے ابتدائی حالات کا ذکر تذکروں میں نہیں ملتا۔ اپنے آبائی مقام بٹالہ سے دہلی میں آمد ۱۰ رجب ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۱ء کو ہوئی۔(۳) اپنے احوال میں آپ نے لکھا ہے کہ ''جب دہلی آمد ہوئی تو علم حدیث و تفسیر سے مناسبت پیدا ہو گئی تھی۔ والد کی مرضی اپنے پیر و مرشد سے بیعت کرانے کی تھی۔ مگر جس دن میری دہلی آمد ہوئی، اسی رات شاہ ناصر الدین دہلوی رحلت فرما گئے تھے۔ چنانچہ دہلی میں موجودہ شیوخ کی صحبت اختیار کی۔ اُن حضرات میں حضرت ضیاء اللہؒ اور شاہ عبدالعدلؒ، یہ دونوں قطب عالم حضرت خواجہ محمد زبیر مجددی رحمۃ اللہ علیہم کے خلیفہ تھے اور خواجہ میر درد بن خواجہ ناصرؒ، مولوی شاہ فخر الدینؒ، شاہ نانُوؒ اور شاہ غلام سادات چشتیؒ اور دیگر اہل نسبت کی صحبت میں رہا۔''

۱۱۷۸ھ (۴) میں جب آپ کی عمر بائیس سال کی تھی، آپ حضرت مرزا مظہر شہید سے طریقۂ قادریہ میں بیعت ہوئے مگر تلقین طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں ملی تھی۔ حضرت مرزا مظہرؒ کی بقیہ حیات تک ان سے وابستہ رہے۔ اور اجازت مطلقہ حاصل کی۔ حضرت مرزا صاحب کے وصال (۱۰ ارمحرم الحرام ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے بعد باتفاقِ دیگر خلفا آپ کے جانشین ہوئے۔ (۵) جس حویلی میں حضرت مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ہوئی اس میں آپ نے خانقاہ تشکیل فرمائی۔ کامل پینتالیس سال آپ مسندِ ارشاد پر متمکن رہے۔

علمی معیار آپ کا نہایت بلند تھا۔ اپنے پیر و مرشد سے بھی حدیث شریف پڑھی اور شاہ ولی اللہی خاندان سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ (۶) آپ کلام اللہ المجید کے حافظ تھے مگر اکثر لوگ اس بات سے ناواقف تھے۔

حلقۂ ذکر و مراقبات اور القائے توجہ و تربیت مریدین میں مصروفیت کے علاوہ درسِ کتب بھی اپنے حلقہ میں دیا کرتے تھے۔

آپ کا حلقۂ ارشاد نہایت وسیع تھا۔ وصال سے نو سال قبل ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۵ء میں جب حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ نے ملفوظات جمع کئے تو اس وقت ہند و بیرونِ ہند کے طالبان حق کثیر تعداد میں خانقاہ شریف میں موجود تھے۔ (۷) بعض تو آنحضرت ﷺ کے خواب میں حکم دینے سے خدمت میں پہنچے تھے۔

آپ کے معمولات حد درجہ منضبط تھے۔ آپ اتباعِ سنت و اخلاق حمیدہ کی اپنی مثال آپ تھے۔ جس کا اثر آپ کے صحبت یافتہ اصحاب میں بھی پختگی کے ساتھ رونما تھا۔ مشاہدات عجیبہ و مکاشفات صحیحہ آپ کی سوانح سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ کثیر کرامات کا ظہور آپ سے ہوا۔ آپ کے خلفا کے تذکرے پڑھنے سے بھی آپ کی جلالت شان کا اظہار ہوتا ہے۔

آپ کے سوانح نگار حضرت شاہ رؤف احمد رافتؔ مجددی نے ''جواہر علویہ'' میں اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی محدث دارالہجرۃ (علی صاحبہا الف والف التحیۃ والسلام) نے ''ضمیمۂ مقامات مظہری'' میں تشفی آمیز معلومات فراہم کی ہے۔ شاہ رؤف احمد رافتؒ کی تصنیف جواہر علویہ اصل ماخذ رہی ہے۔ اسی

طرح آپ کے ملفوظات شریفہ کا یہ مجموعہ آپ کے حالات و افکار پر روشنی ڈالتا ہے۔آپ کے علمی سرمایہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اب تک آپ کی جتنی تالیفات، رسائل، ملفوظات و مکتوبات کی علم ہوا ہے ان کی تعداد سترہ ہے۔ان کا مجموعی تعارف کرایا جارہا ہے۔(۸)

۱۔ **ایضاح الطریقہ:** (مطبوعہ) طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول، اذکار اور اصطلاحات پر مبنی یہ رسالہ آپ نے ۱۲۱۲ھ میں تالیف کیا۔یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔رسائل سبعہ سیارہ، مطبوعہ مطبع نقشبندی ۱۲۸۴ھ میں اور جواہر علویہ و مکاتیب شریفہ میں بھی یہ رسالہ شامل ہے۔

۲۔ **احوال بزرگان:** (مخطوطہ) اس میں شاہ صاحب نے چند معروف مشائخین طریقت کے نہایت مختصر حالات لکھے ہیں۔اس رسالہ کے آخر میں مولانا خالد کردیؒ کے حاضر خدمت ہونے کا بھی ذکر ہے۔اور ان کی آمد ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں دہلی میں ہوئی۔اس کا خطی نسخہ جناب حاجی معین الدین، لاہور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۔ **رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد:** (مخطوطہ) اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے حالات و مناقب، خلفا و اولاد کے حالات کا تذکرہ ہے۔ اس کے مخطوطات خانقاہ شریف مولوی غلام نبی اللّٰہی ،للہ، ضلع جہلم (پاکستان)، خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، (پاکستان) اور کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد دکن (ہندوستان) میں موجود ہے۔

۴۔ **رسالہ طریق بیعت واذکار:** (مطبوعہ) یہ رسالہ ''رسائل سبعہ سیارہ'' میں چھپ چکا ہے۔

۵۔ **رسالہ در طریقہ شریفہ شاہِ نقشبند:** (مطبوعہ) یہ مختصر رسالہ ہے۔یہ ''رسائل سبعہ سیارہ'' اور مکاتیب شریفہ (نمبر ۸۶) میں شامل ہے۔

۶۔ **رسالہ در احوال حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبندیہ رضی اللہ عنہ:** (مطبوعہ) یہ رسالہ بھی ''رسائل سبعہ سیارہ'' اور مکاتیب شریفہ (نمبر ۸۷) میں شامل ہے۔

۷۔ رسالہ اذکار: (مطبوعہ) یہ مختصر رسالہ "رسائل سبعہ سیارہ" میں شامل ہے۔

۸۔ رسالۂ مراقبات: (مطبوعہ) اس رسالہ کا ذکر "درالمعارف" کی مجلس ۵ر جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ مکاتیب شریفہ (نمبر ۱۰۰) اور "رسائل سبعہ سیارہ" میں شامل بھی ہے۔

۹۔ رسالہ دررِدّ اعتراضات شیخ عبدالحق بر کلام حضرت مجدد: (مطبوعہ)
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے بعض علمی اعتراضات شروع میں ہوئے تھے۔ اس کے جوابات نہایت مثبت طریقہ سے آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں دیے ہیں۔ یہ مکاتیب شریفہ (مکتوب نمبر ۸۸) اور رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے۔

۱۰۔ رسالہ دررِدِّ مخالفین حضرت مجدد: (مطبوعہ) یہ رسالہ پانچ فصول پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر دوسرے رسالہ سے زیادہ مفصل ہے۔ یہ بھی "رسائل سبعہ سیارہ" میں طبع ہوا ہے۔

۱۱۔ رسالۂ مشغولیہ: (غیر مطبوعہ) یہ رسالہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی بیاض میں شامل ہے اور انھوں نے اس کو حضرت شاہ غلام علی کی تصنیف بتایا ہے۔ (بیاض در کتب خانہ مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان واقع راولپنڈی)

۱۲۔ سلوک راقیہ نقشبندیہ: (مخطوطہ) کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ (فہرست نسخۂ خطی فارسی ۱۲۰۰/۲) بقیہ تفصیل سے آگاہی نہیں۔

۱۳۔ مکاتیب شریفہ: یہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کے ایک سو پچیس مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ جو آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے جمع کیا ہے۔ سال ترتیب "مظہر عجائب" سے ۱۲۳۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ ان مکاتیب میں تصوف کے عام فہم مسائل و نکات سے لے کر اسرار و رموز پر بیان ہوا ہے۔ جابجا بزرگوں سے متعلق حالات و واقعات کا ذکر ہے۔

مخلصین طریقہ کو ذکر و فکر اور اصلاحی نکات کی تلقین کی ہے۔ نیز حضرت مجدد پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ یہ مکاتیب مطبع عزیزی، مدراس سے ۱۳۳۴ھ میں چھپے تھے۔ پھر حکیم عبدالمجید سیفی نے انہیں ۱۳۷۱ھ میں لاہور سے طبع کرایا۔ اس ایڈیشن کو بصورت عکس حسین حلمی آفندی نے استانبول، ترکی سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔ حضرت شاہ غلام علی کا ایک مکتوب جو اردو زبان میں ہے کتاب ارشادالمسترشدین (ص ۱۳۷) میں موجود ہے۔

۱۴۔ **کمالات مظہری** (مخطوطہ): یہ کتاب اپنے پیرو مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کے احوال و افکار پر حضرت شاہ غلام علی نے آخری ایام میں تحریر کی تھی۔ اس کا تذکرہ حضرت شاہ محمد مظہر مجددی فرزند و خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہما نے ''مناقب احمدیہ'' میں کیا ہے۔ اب تک اس کا صرف ایک ہی خطی نسخہ دستیاب ہے۔ جو حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ واقع درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی میں موجود ہے۔ مولف کی طرف سے اس کتاب کے لیے کوئی نام تجویز نہیں ہوا تھا۔ حضرت زیدؒ نے ہی اس کے مطالعہ کے بعد اس کا نام ''کمالات مظہریہ'' سرورق پر لکھا ہے۔ یہ دراصل کتاب مقامات مظہری کا خلاصہ ہے۔

۱۵۔ **مقامات مظہری**: (مطبوعہ) یہ کتاب بھی حضرت میرزا مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے روز ولادت سے یوم شہادت تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ آپ کے ملفوظات و مکتوبات کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنے اعتبار سے ایک علمی، ادبی، تاریخی اور اصلاحی شاہکار ہے۔ حضرت مرزا مظہر کی صحبت خاص میں گزرے ہوئے آپ کے آخری سترہ سالہ زندگی کی آئینہ دار ہے۔ اور حضرت مرزا مظہر کی وفات کے تقریباً پندرہ سولہ سال بعد تالیف ہوئی۔ (جو فصل سولہویں کی عبارت سے عیاں ہوتا ہے) یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اور اردو ترجمہ اسی ادارہ (حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی) سے ۲۰۰۵ء میں چھپ چکا ہے۔

۱۶۔ **ملفوظات شریفہ**: (مطبوعہ) حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ آپ کے معروف خلفا میں سے حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ (پاکستان) نے جمع کیے تھے۔

(ولادت ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۷ء وفات ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء)

۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں جب آپ (شاہ غلام محی الدین قصوری) حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے، انہیں ایام میں آپ نے یہ ارشادات قلمبند کئے۔ اگر چہ چند روزہ قیام کے ہیں لیکن اس لحاظ سے اہم ہیں کہ یہ دور آخر کے تمام تجربات کا حاصل ہیں۔(۹) ملفوظات کے سات خطی نسخہ پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔(۱۰) اس کا اردو ترجمہ جناب اقبال احمد فاروقی نے کیا جو ۱۹۷۸ء میں مکتبہ نبویہ، لاہور سے شائع ہوا تھا۔

۱۷۔ **دُرُّ المعارف** (مطبوعہ): ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی کا یہ مجموعہ جو اب ہمارے ہاتھوں میں ہے، آپ کے معروف خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی کا جمع کردہ ہے۔ اس کتاب کی تفصیلی معلومات ''عرض مترجم'' میں تحریر ہے۔

حالات مولّفِ کتاب ''دُرُّ المعارف''

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی

مرتّب: ابو النصر الحسن فاروقی مجددی

ولادت: ۱۲۰۱ھ　　　وفات: ذی قعدہ ۱۲۵۳ھ (۱۱)

حرمین شریفین کو جاتے ہوئے دوران سفر یَلَمْلَم مقام کے نزدیک جہاز میں آپ کی وفات ہوئی۔ بیر علی کے قریب جس کا لقب یلملم ہے تدفین ہوئی۔ (۱۲)

آپ نسباً مجددی فاروقی اور مذہباً حنفی تھے۔ نسب نامہ کی تفصیل: شاہ رؤف احمد بن شاہ شعور احمد بن شاہ محمد مشرف بن شیخ رضی الدین بن شیخ زین العابدین بن شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہم (۱۳)

ابتدائی تعلیم وتربیت کی تفصیل آپ کے حالات سے نہیں ملتی۔ جواہر علویہ میں آپ نے اپنے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ سند حدیث آپ کو اپنے خالو، عالم شہیر، محدث حضرت سراج احمد مجددی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل تھی۔ جب معرفت الٰہی کی طلب پیدا ہوئی تو اپنے خالہ زاد بھائی حضرت زکی القدر شاہ ابو سعید مجددیؒ کے ہمراہ حضرت شاہ درگاہی قدس سرہٗ (۱۴) سے طریقۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ سخت ریاضت ومجاہدے کئے۔ چھ سلاسل نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ اور قلندریہ میں خلافت حاصل کی۔ کمالات نسبت مجددیہ کے کسب کے لیے خانقاہ حضرت حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ (۱۵) حضرت شاہ غلام علی کی بیشمار عنایات آپ کو حاصل ہوئیں۔ از ابتداء تا انتہا مکمل سلوک کی تکمیل فرما کر آپ کو اجازت مطلقہ سے نوازا۔ جمیع سلاسل سبعہ میں آپ کو اجازت عطا کر کے بھوپال وسرونج بھیجا۔ زیادہ تر قیام آپ کا بھوپال میں رہا۔ وہاں آپ کو قبول عام حاصل ہوا۔ امراء وفقراء آپ کے حلقہ میں شامل ہوئے۔ کئی خلفاء، تکمیل سلوک کے بعد سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی خدمات میں مشغول ہوئے۔

اولاد نرینہ میں آپ کے دو صاجزادے تھے۔حضرت شیخ خطیب احمد و شیخ حسیب احمد رحمۃ اللہ علیہا۔بڑے صاجزادے عالم و فاضل اور بلند کیفیات کے حامل تھے۔سلوک نقشبندیہ مجددیہ اپنے والد سے طے کر کے خلافت حاصل کی۔اور آپ کے جانشین ہوئے۔چھوٹے صاجزادے بھی علم و فضل اور تقویٰ میں کمال رکھتے تھے۔

تذکرۂ تصانیف: شاہ رؤف احمد رافتؔ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف جن کے ناموں سے واقفیت ہوئی۔

۱۔ درالمعارف: تعارف کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ مکاتیب شریفہ: حضرت شاہ غلام علی کا علمی سرمایہ' کے تحت تذکرہ کیا جاچکا ہے۔

۳۔ جواہر علویہ: فارسی زبان میں آپ کی مشہور تصنیف ہے۔حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے حالات واقعات، ملفوظات و خلفاء کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ دیگر نقشبندی بزرگوں اور کچھ دیگر مشائخ کے مجمل حالات قلمبند کئے ہیں۔اپنے اباواجداد کا ذکر نام بہ نام کیا ہے۔آخر میں اپنے حالات اور اپنے خلفا کا ذکر کیا ہے۔یہ کتاب ۱۲۴۹ھ میں مکمل ہوئی۔اس کا اردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۱۹ء میں طبع ہوا تھا۔اس کے بعد سے اب تک شائع ہونے کی خبر نہیں ہے۔

۴۔ مراتب الوصول: سلوک نقشبندیہ مجددیہ پر جامع رسالہ ہے۔تحریر کرنے کے بعد حضرت شاہ غلام علی کے سامنے پیش کیا۔آپ نے پسند فرمایا اور کچھ تحریر بھی اس کے لیے لکھ کر دی۔یہ غیر مطبوعہ ہے۔ایک قلمی نسخہ کتب خانہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر میں بھی ہے۔

بقیہ تصانیف جن کا ذکر جابجا تذکروں سے ملتا ہے۔

۵۔ ارکان الاسلام: (اردو) فقہ حنفی میں آپ نے یہ رسالہ تحریر کیا ہے۔مطبع نظامی کانپور سے طبع ہوا۔

۶۔ مجمع الفوائد: اسکی تفصیل سے آگاہی نہیں ہے۔

۷۔ تفسیر رؤفی: یہ بھی مشہور تصنیف ہے۔کئی کتب خانوں میں اس کے خطی نسخے موجود ہیں۔غیر مطبوعہ ہے۔

۸۔ رسالہ تفسیر تبارک الذی: رضا لائبریری، رامپور میں اس کا خطی نسخہ موجود ہے۔یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

فن شاعری میں ایک دیوان فارسی اور ریختہ میں چھ دیوان ہیں۔چند کے نام یہ ہیں۔

۹۔ رسالہ مولود منظوم: ۱۰۔مولود احمد ۱۱۔دیوان رؤفی ۱۲۔یوسف زلیخا منظوم (اردو)

شعراء کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے کلام کو خوب سراہا ہے۔اور اس بات کے معترف ہیں کہ آپ (شاہ رؤف احمد) جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔

حواشی

۱ جواہر علویہ (ص ۱۳۹) از شاہ رؤف احمد رافتؒ (اردو ترجمہ مطبوعہ، لاہور)
نیز تاریخ ولادت ۱۱۵۸ھ ضمیمہ مقامات مظہری (ص ۳۱۲) از شاہ عبدالغنی مجددیؒ
(اردو ترجمہ) مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی

۲ حضرت شاہ ناصر الدین قادریؒ مدفون حبش پورہ عقب عیدگاہ محمد شاہی، دہلی
ضمیمہ مقامات مظہری (ص ۳۱۲)؛ مزارات اولیائے دہلی۔ (ص ۱۱)

۳ تحقیق تاریخ از مجلس ۱۱ رجب ۱۲۳۱ھ (درالمعارف)
و تحقیق متن از جواہر علویہ (اردو) ص ۱۴۰ مطبوعہ لاہور

۴ ۱۱۷۸ھ از جواہر علویہ؛ ۱۱۸۰ھ از ضمیمہ مقامات مظہری

۵ اس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ حضرت مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کوئی جانشین نہیں چھوڑا تھا۔
اجازتِ مطلقہ سے کئی مصاحبین اہلیان طریقہ کو نوازا تھا۔

۶ حضرت مرزا مظہرؒ نے اپنے پیر صحبت و استادِ حدیث حضرت محمد افضل سیالکوٹی سے سند حدیث
حاصل کی، جن کو حضرت عبدالاحد وحدتؒ سے سند حاصل تھی اور ان کو اپنے والد ماجد و مرشد
و حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید مجددیؒ سے اور انکو اپنے والد و مرشد حضرت امام ربانی مجدد
الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم سے۔
نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی حضرت محمد افضل سیالکوٹیؒ سے کتبِ حدیث پڑھیں تھیں۔اور
ان سے سند حاصل کی تھی۔

۷ مجلس ۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ از درالمعارف

۸ مقدمہ مقاماتِ مظہری از ڈاکٹر محمد اقبال مجددی (ص ۱۶۳) اردو سائنس بورڈ، لاہور۔

۹ مولانا قصوریؒ کا علمی معیار بلند تھا۔اپنے وقت کے مشاہیر علما سے کتب کا درس لیا۔

دہلی میں قیام کے دوران حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے صحاح ستہ کی سند لی تھی۔
(مقدمۂ ملفوظات شریف (اردو) ص ۵٦ مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، لاہور)

۱۰ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مقدمۂ ملفوظات شریفہ (اردو) از ڈاکٹر محمد اقبال (ص ۷۵) مطبوعۂ مکتبۂ نبویہ، لاہور

۱۱ تاریخ ولادت و تاریخ وفات از ترجمۂ حضرت جامع مکاتیب (مکاتیب شریفہ صفحہ نمبر ۳، مطبوعہ مطبع عزیز، مدراس، ۱۳۳۴ھ)

۱۲ ضمیمۂ مقامات مظہری صفحہ ۳٦۲، مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی

۱۳ جواہر علویہ از شاہ رؤف احمدؒ ص ۱۴۸۔۱۵۰ (مخطوطہ) کتب خانہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی

۱۴ حضرت شاہ درگاہی کی ولادت تخت ہزارہ ضلع پنجاب میں ۱۱٦۲ھ کو ہوئی۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ قوی جذبہ رکھتے تھے۔ اکثر مغلوب الحال رہتے تھے۔ مگر نمازوں کے وقت افاقہ ہو جاتا تھا۔ طریقۂ قادریہ میں حضرت حافظ شاہ جمال اللہ قادری رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر سلوک کا کسب کیا اور خلافت حاصل کی۔

آپ کی وفات ۱۲۲٦ھ/۱۸۱۱ء کو رامپور میں ہوئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔
ضمیمہ مقامات مظہری صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی؛ نزہۃ الخواطر ۷/ ۱٦۵، رشحات عنبر بیہ حواشی؛ جواہر علویہ، ص ۱۷۱، مطبوعہ لاہور

۱۵ ملاحظہ ہو: اردو ادب میں بھوپال کا حصہ مولفہ سلیم حامد رضوی؛ جواہر علویہ (خود نوشت حالات) ص ۲۴۴۔۳۰۹ مطبوعہ لاہور سخن شعراء ص ۱۸۷؛ تذکرۂ کاملان رامپور ص ۱۴۳۔۱۴۷؛ نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۸۸، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۵۴

❀❀❀❀❀

دُرُّ المعارِف

ملفوظات

حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی

قدس سرہٗ

ترجمہ

ابوالنصر انس فاروقی مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچۂ کلامِ فصحاء کے عروس کی زیبائش اس اَحَد بے ابتداء کی ستائش کے خلعت سے ہے جو کہ جوہرِ احسان کے عارض کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ فیض ترجمان سے رونق رنگ وجلا دیتی ہے۔

اور مقدمۂ بُلَغاء کے شاہد کا سنورنا اس واحد بے انتہا کی تعریف کے زیور سے ہے جو گوہرِ عرفان کے رخسار کو اولیائے عظام کی موتی بکھیرنے والی زبان کی تری سے تازگی و روشنی بخشتی ہے۔ شعر:

انبیاء را جوہر احسان دہی | اولیا را گوہر عرفان دہی
(انبیاء کو جوہرِ احسان مِلا | اولیاء کو گوہرِ عرفان مِلا)

اس تعالیٰ شانہٗ کے اسماء وصفات کی ادنیٰ حقیقت سے بھی عاقلوں کی عقل دائرہ کی طرح سرگرداں ہے اور بڑوں کی سمجھ اس ذات (سبحانہٗ تعالیٰ) کے مختصر سے مقام کو سمجھنے میں صورت آئینہ کی طرح حیران ہے۔ شعر ۔

زعلیا اعلیٰ وبالا زبالا | بلندی ہم نمی گنجد درآنجا
مقامش از عقول انبیا پاک | رُسُل راہم نگُنجش نیست ادراک

("وہ تمام بلندیوں سے بلند و بالا ہے کہ بلندی کی حد کو بھی وہاں گنجائش نہیں۔ انبیاء

(عظام) کی عقلیں اس مقام تک پہنچ نہیں سکتیں، رسولوں کو بھی اس کی قدیمی کا ادراک نہیں۔)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔

(پاک ہے اللہ اور تمام تعریفوں کا بھی مستحق وہی اللہ ہے اور نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور اللہ سب سے بلند و برتر ہے اور نہیں ہے پھرنا (گناہوں سے) اور نہ قوت (طاعت و عبادت پر) مگر اللہ کی توفیق سے) اور رحمتِ کاملہ دعا و سلامتی و پاکیزگی ہو اس روح پر فتوح پر جو نبیوں کا سردار اور متقیوں کا رہبر، ہمائے اوجِ رسالت، عنقاءِ (کوہ) قافِ قربت، ربِ جلیل کا برگزیدہ دوست، خداوند جمیل کی راہ کا رہنما، اوّلوں میں اوّل، دلائل کی دلیل، انوارِ الٰہیہ کا مبتداء، عروجِ کمالیہ کا منتہاء، اعلاء الٰہیہ کی مثال، غیر متناہیہ عالموں کا ہیولیٰ، تمام انبیاء کی امتوں کی شفاعت کرنے والا، تمام بیماریوں اور علتوں کا شفا دینے والا، دونوں جہانوں کا سردار، دین و دنیا کا سالار، نبیوں کا امام، ولیوں کا پیشوا، روزِ قیامت کا شفیع، محبوب کبریا، فخرِ اصفیا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ صَلٰوةُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْاَعْلٰى۔

امّا بعد فقیر رؤف احمد جواز روئے نسب اور طریقہ کے مجدّدی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے، عرض کرتا ہے کہ جب اخوّت پناہ والا دستگاہ، شریعت و طریقت کے رموز کے کھولنے والے، حقیقت و معرفت کے انوار سے واقف، حافظ کلام اللہ المجید شاہ ابوسعید سلّمہ اللہ تعالیٰ کہ "السَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ" (سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کریں۔") کے اسرار ان کی روشن پیشانی سے ظاہر ہیں اور اَلسَّعِيْدُ مَنْ سُعِدَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ (سعادت مند وہ کہ جسکو ماں کے پیٹ میں سعادت ملی) کے انوارِ مبارک ان کے جبینِ نور افشاں سے ہویدا ہیں۔ اس ناکارہ اور کم جاننے والے پر زور ڈالا کہ حضرت پیر دستگیر، قطب دوراں، قیومِ زماں، مہر سپہرِ ولایت، ماہِ سماءِ ہدایت، نیّرِ بُرجِ اِتقا، گوہرِ درجِ اجتبا، مطلعِ ارشاد کے آفتاب، افقِ امداد کے ماہتاب، سراجِ محفلِ صفا، چراغ بزم رضا، مظہر اسرارِ الٰہیہ، مصدرِ انوارِ لامتناہیہ، موردِ فیوضِ سبحانی، مصدر برکات رحمانی، مروّج طریقہ مجدّدیہ، مکمّلِ کمالات احمدیہ، سالکِ مسالکِ

صراطِ مستقیم، شریعت وایمان، رہبرِ مناہجِ سبیل طریقت واحسان، کاشفِ اسرارِ خُلّت ومحبت، واقفِ انوارِ محبت ومحبوبیت، مجدّدِ مائۃ ثالث عشر، مروّجِ شریعتِ خیرالبشر۔

قصیدۂ فارسی

امامِ جملہ خلائق امیرِ ہر دُوسَرا — مُحیطِ رحمت و دریائے جو دو بحرِ عطا
بشیرِ معرفت و بادشاہِ ہر دو جہاں — برای گُم شُدگاں شکلِ خضر راہِ نما
خَبیرِ سِرِّ خُدا مرشدِ رہِ یَزداں — امامِ اُمّت و سردارِ دیں بجود و سَخا
دوائے دردِ درُون و شِفاءِ جُملہ عِلَل — دلیلِ وَحدت و بُرہانِ دیں بَعلم وذکا
رَحیلِ راہِ الٰہی کفیلِ شرعِ نبیؐ — رئیسِ اِنس و انیسِ مَلک جلیسِ خدا
صَفائے عارض خوبی کمالِ محبوبی — حبیب ذاتِ الٰہی مُحِبِّ اہلِ صَفا
ضیاءِ مہرِ ولایت مہ عروجِ کمال — بہ انتظام ہمہ خَلق مثلِ قُطبِ رَحا
طبیبِ عِلّتِ دل طائرِ ریاضِ قُدس — برنگ ذاتِ رُسُل طاہر از مَعاصیہا
فقیرِ درگہِ داوَرْ اَمیرِ اِنس و مَلَک — وُجودِ فیضِ الٰہی واصلحُ الصُّلحا
قَسیمِ فیضِ مَحبت قرارِ مشتاقاں — خلیلِ بارگہِ کبریا بعِزّ و علا
کتابِ رازِ خدا و صحیفۂ اَسرار — کریمِ عالم و محبوبِ اکرمِ الکُرما
ولیِ ایزد و واقف بجملہ سِرّ و عَلَن — وجودِ نورِ ظہورِ سَرُورِ شیروفا
ہدایتِ دو جہاں ہادیٔ زمین و زماں — ھُمَاءِ اَوجِ صفا طائرِ ریاضِ عُلا
گلیمِ پوشِ محبت بطور و نہجِ کلیم — کلیمِ باری و طورِ تجلّیِ مولا
شہ زمین و زماں حضرتِ غُلامِ عَلی — شِفائیٔ جُملہ مَرَض شافعِ بروزِ جزا

(یعنی) جُملہ خلائق کے پیشوا، دونوں جہانوں کے سردار، رحمت کے سمندر، بخشش کے دریا اور بحرِ عطاء، معرفت کی بشارت دینے والے، دونوں جہاں کے بادشاہ، راہ گم کرنے

والوں کو خضر کی طرح راہ دکھانے والے، رموزِ خدا کے خبر رکھنے والے، جود وسخا کے ساتھ خدا کی راہ کے بتلانے والے، اُمّت کے امام، دین کے سردار، باطن کے درد کی دوا، تمام بیماریوں کے لئے شفا، اور علم وفہم کی بدولت وحدت کی دلیل اور دین کے برہان۔ راہِ الٰہی کے رحیل (کوچ کرنے والے) اور شرع نبی کے کفیل، انسانوں کے سردار، فرشتوں سے انسیت رکھنے والے اور خدا کے جلیس، صفائے عارض خوبی کمال محبوبِ ذاتِ الٰہی کے حبیب، اہلِ صفا کے محبّ، ولایت کے سورج کی روشنی، عروج کمال کے چاند، قطبِ رحا (چکی) کی طرح تمام مخلوق کا انتظام کرنے والے، دِل کی بیماریوں کے طبیب، ریاضِ قدس کے طائر، ذاتِ انبیاء کے رنگ میں گناہوں سے پاک رہنے والے، دربارِ عطا کے فقیر، انسانوں اور فرشتوں کے امیر، فیضِ الٰہی سے مستفیض اور صالحین کے مقتداء، فیضِ محبت کے تقسیم کرنے والے، مشتاق دِلوں کے قرار، عزّت وبلندی کے ساتھ بارگاہِ کبریا کے خلیل، رازہائے خدا کی کتاب اور صحیفۂ اسرار (بھید)، دنیا کے لئے کریم ومحبوب اور سب سخیوں کے سخی، اللہ تعالیٰ کے دوست اور تمام پوشیدہ وظاہر سے واقف، نُورِ مظہر کے وجود اور شیر وفا کی آواز۔ دو جہاں کے لئے ہدایت، زمین وزماں کے ہادی، صفا کی بلندیوں کے مثالی پرندے اور ریاضِ عُلا کے طائر، کلیم کے ڈھنگ وطریقہ پر محبت کی گدڑی اوڑھنے والے، حضرتِ حق کے کلیم اور تجلّیِ مولا کے طور، زمین وزمان کے بادشاہ حضرت غلام علیؒ، تمام بیماریوں کے لئے شفا اور قیامت کے دِن شفاعت کرنے والے۔)

اللہ تعالیٰ ان کے اسرار وانوار کی بدولت ہمیں پاک کرے کہ ان کی محفل قدسی منزل میں گوہر بکھیرنے والی زبان سے معارف ونصائح کے جو آبدار موتی نکلتے ہیں اور سلوک وجذبہ کے عمدہ جواہر زبان فیض ترجمان سے بیان فرماتے ہیں، انہیں رشتۂ تحریر میں پرولو، اور رقم کرلو۔ لہٰذا آنجناب (شاہ ابوسعیدؒ) کے حکم سے جس کی بجا آوری ضروری تھی یہ کمترین خاکروبانِ خانقاہ عرش اشتباہ حضرت پیر دستگیر باوجود بے لیاقتی کے آنحضرت کے کلام فیض نظام کا محرّر بنا۔ واللّٰـهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ وبه نَسْتَعِيْنُ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے اور اسی سے ہم

مدد طلب کرتے ہیں)

جاننا چاہیئے کہ حضرت پیر دستگیر کے ملفوظات اس ڈھنگ پر لکھے گئے کہ پہلے وہ تاریخ و دن لکھا ہے کہ جس دِن اس فقیر کے رُوبرو زبان گوہر فشاں سے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے لکھ لیا جائے اور حضرت پیر دستگیر کے نام نامی کے بجائے حرف ''حضرت والا'' یا'' آنجناب'' کا لفظ لکھا ہے اور اس تالیف سے میری غرض سوائے ثواب کے کوئی دوسری بات ملحوظ نہیں ہے۔ حضرت حق جلّ شانہٗ کی بارگاہ سے اُمید ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے درخت ثمرہ سے فیض یاب ہو جاؤں۔وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ وَھُوَ حَسْبِی وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (نہیں ہے مجھکو توفیق مگر اللہ کی طرف سے اور وہ مجھکو کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔)

یومِ منگل تاریخ ۱۲، ماہ ربیع الآخر ۱۲۲۳ ہجری

فدوی محفلِ مبارک میں حاضر ہوا، اسی اثنا میں حضور فیض گنجور کے سامنے لفظ ''فقیر'' کا ذکر ہوا۔ آنخضرت نے زبان گہر بار سے ارشاد فرمایا کہ لفظ ''فقیر'' میں حرف ''فا'' کا مطلب فاقہ کرنا اور توکل کے ساتھ بیٹھنا ہے اور حرف ''قاف'' سے مراد قناعت کرنا اور رشتۂ جستجو توڑنا۔ اور حرف ''یا'' کا مقصد یادِ الٰہی کرنا اور دونوں جہاں کو بھلا دینا اور حرف ''را'' کے معنی ریاضت کرنا اور مجاہدہ میں مشغول رہنا ہے۔ پس جس نے ان باتوں پر عمل کیا وہی در حقیقت فقیر ہے اور ''فا'' سے فضل (حق) ''قاف'' سے قربِ (باری) اور ''یا'' سے یاریِ (مولی) اور ''را'' سے رحمت و رویت کی دولت پائی ورنہ ''فا'' سے فضیحت، ''قا'' سے قہر، ''یا'' سے یاس (ناامیدی)، ''را'' سے رسوائی ہاتھ آئے گی۔ نعوذ باللہ عن ذلک (ہم پناہ لیتے ہیں اللہ کی ان امور سے)۔

اسی دِن سماع کا ذکر آیا۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ اہلِ سماع وہ لوگ ہیں جو ماسوا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کی جانب متوجہ رہتے ہیں، جو کچھ سنتے ہیں حق کی جانب سے سمجھتے ہیں اور غیریت ان کی نظر سے اٹھی ہوئی رہتی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ

عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں سماع میں ہی مر جاتا۔ونیز فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ آخر عمر تک اسی حسرت میں رہے کہ ایک دن جب حضرت فرید گنج شکر قدس سرہٗ نے ازراہ عنایت وتوجہ بیغایت مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو مجھ سے مانگ لو، میں نے ان سے استقامت طلب کی اور سماع کی حالت میں مرنے کی درخواست نہ کی۔افسوس کہ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔اور (آنجناب نے) فرمایا کہ وجد اور تواجد میں فرق ہے۔وجد بے اختیار رقص کرنے کو کہتے ہیں لیکن تواجد اختیار کے ساتھ ہوتا ہے۔اور نیز فرمایا کہ درستیِ نیت کے ساتھ تواجد بھی صوفیاء میں جائز ہے۔چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی مجلس میں ہوتا تھا۔اور فرماتے تھے کہ حضرت نظام الدین کی مجلس میں سماع ہوتا تھا مگر نہ تو اس میں باجا تھا اور نہ عورتیں اور نہ نابالغ ہوتے تھے بلکہ تالیوں کی آواز بھی نہیں ہوتی تھی۔اور اس قسم کا سماع شریعت میں بھی جائز ہے جیسا کہ (کتاب) فوائد الفوائد اور سیر الاولیاء میں لکھا ہوا ہے۔اور فرماتے تھے کہ حضرت قطب المحققین خواجہ بختیار اوشی کاکی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس (اللہ ہم کو پاک کرے ان کے پاک بھید سے) سماعِ مترنم میں (یعنی خوش آوازی کے ساتھ اشعارِ عاشقانہ سنتے ہوئے) اس شعر پر دارِ فانی سے دارِ جاویدانی (ہمیشگی کے مکان) کی طرف رحلت فرما گئے تھے۔شعر:

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگرست

(تسلیم ورضا کے خنجر سے قتل ہوئے لوگوں کے لیے غیب سے ہر لحہ ایک نئی زندگی ہے)

اللہ اللہ (حضرت) احمد جام کا کیا کلام ہے کہ جام وصال پلاتا ہے اور ہستی کی قید سے چھڑاتا ہے اور اسی دن کی محفل میں انسان کی جامعیت کا ذکر آیا، تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً نے لکھا ہے کہ انسان تمام کائنات کا مجموعہ اس لحاظ سے ہے کہ جو کچھ عالم میں الگ الگ پایا جاتا ہے، وہ سب انسان میں موجود ہے۔مثلاً سَر مثل آسمان کے اور خیالات مثل فرشتوں کے اور ہڈیاں پہاڑوں کی طرح اور خون بمنزلۂ دریا کے اور رگیں درختوں کے شکل میں پھیلی ہوئیں اور دونوں آنکھیں مثل چمکتے سورج اور روشن چاند کے۔اسی

طرح اور چیزوں پر قیاس کرلو۔لیکن میں کہتا ہوں کہ انسان تمام ممکنات کا جامع اس لحاظ سے ہے کہ تمام عالم اسماء وصفات کا مظہر ہے لیکن انسان مظہرِ ذات ہے اور ذات تمام صفات کی جامع ہے (یعنی ذات ہی سے تمام صفات کا ظہور ہوتا ہے) و نیز فرماتے تھے کہ انسان کا دِل آئینہ جہاں نما ہے (یعنی وہ آئینہ ہے جس میں سارا عالم دکھائی دیتا ہے) لیکن عارف ہی دیکھتا ہے کہ تمام عالم میرے دِل میں ہے بلکہ حضرت حق جل وعلا بھی میرے دِل میں جلوہ گر ہے۔ اکثر اولیاء اسی حالت میں وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور (حالتِ کیف میں) اَنَا الْحَقُّ (میں حق ہوں) اور سُبْحَانِي مَا اَعْظَمُ شَانِي (پاک ہے مجھ کو میری کیا بڑی شان) یا لَیْسَ فِیْ جُبَّتِی سِوَی اللّٰہ (میرے جُبہ میں اللہ کے سوا کوئی نہیں) کا نعرہ لگاتے تھے۔مولانا جامؒ نے فرمایا:

ما آئینۂ جہاں نمائیم　　　ما نورِ جمالِ کبریائیم
موجود بجز وجودِ مانیست　　　در ہرچہ نگہ کنی تو مائیم
ہر قطرہ کہ بنگری زدریا　　　دریاب کہ قطرہ نیست مائیم

ترجمہ: ۱　ہم آئینہ جہاں نما ہیں　　　ہم نورِ جمالِ کبریا ہیں
۲　میرے سوا ہے اور کیا چیز　　　جس سمت نظر اٹھاؤ ہم ہیں
۳　دریا کا ہر ایک قطرہ دیکھو　　　قطرہ نہیں ہے ہم ہیں

اور عارف شہیر مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ بھی اسی مقام کی جانب اشارہ فرماتے ہیں:

ممکن زتنگنائے عدم ناکشیدہ رَخت　　　واجب زبارگاہِ قِدَم نانہادہ گام
در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش عجیب چیست　　　برلوحِ صورت آمدہ مشہودِ خاص و عام
بادہ نہاں و جام نہاں آمدہ پدید　　　در جام عکس بادۂ ودر بادۂ رنگِ جام
جامیؔ معاد و مبداءِ ما وحدتست و بس　　　ما درمیانِ کثرت موہوم و السّلام

ترجمہ:

۱۔　ممکن نے ابھی عدم کی تنگ وتاریک راہوں سے اپنا نشان ظاہر نہ کیا، اور واجب (ذات

واجب الوجود) نے اپنی بارگاہِ قدم (وہ مقام کہ جس کے قدیم ہونے کی مدت نہ معلوم ہو) سے اپنا قدم (اپنی حقیقت کو) ظاہر نہیں کیا۔

۲۔ میں حیرت میں ہوں یہ عجیب نقش کیا ہے کہ وہ ایک صورت کی طرح ظاہر ہوا اور ہر عام و خاص اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ (یعنی حقیقی اعتبار سے وہ قدیم ذات ظاہر نہیں ہوئی مگر اس کی مختلف نشانیاں مختلف کیف وصورتوں میں ہر ایک کے سامنے ہیں)

۳۔ چھپی ہوئی شراب (یعنی چھپا ہوا عشق) اور چھپا ہوا جام (وہ قلب جو عشق ومحبت کا ذوق رکھتا ہو) ظاہر ہو گئے۔ (اور اب کیفیت یہ ہے کہ) جام میں شراب کا عکس پڑھ رہا ہے اور شراب میں جام کا رنگ ظاہر ہو رہا ہے۔

۴۔ اے جامی! ہماری واپسی کا مقام اور ہمارا مقامِ ابتداء ایک ہی ہے اور ان دونوں کے درمیان جو (واقعات کی) کثرت ہے وہ وہم وخیال ہے، بس۔ والسلام

اور اولیائے کرام کی ایک جماعت توحیدِ شہودی کی قائل ہے اور وہ حضرات فرماتے ہیں کہ عالم آئینہ خانہ کی طرح ہے کہ چہرۂ معشوق حقیقی کے آفتاب کے انوار اس میں چمک رہے ہیں۔

عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد   عارف از خندۂ مے در طمع خام افتاد

(تیرے چہرے کا عکس جب جام کے شیشے پر پڑا، تو عارف شراب کے چھلکنے کے باعث بے بنیاد لالچ میں پڑ گیا۔ یعنی محبوب کے جمال کے نظارے نے کچھ ایسی بے خودی پیدا کی جس سے طبیعت متغیر ہوگئی، اس کو یہ احساس ہوا کہ وہ محبوب سے وصل پا گیا جب کہ یہ امر بے بنیاد ہے۔)

فائدہ: مؤلف عُفی عنہ عرض کرتا ہے کہ سماع اس آواز کو کہتے ہیں جو بغیر باجوں کے ہو لیکن غنا (گانا مع آلات باجہ وغیرہ) کے ہوتا ہے پس علماء میں سے کسی ایک کو بھی حرمتِ غنا میں کوئی کلام و اختلاف نہیں۔ اور اس آیۃ کریمہ سے غنا کی حرمت ظاہر ہے کہ :

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (اسریٰ آیت نمبر ۶۴)

(ترجمہ: ''اور تم میں جس کو استطاعت ہو وہ اپنی آواز سے ان کو ذلیل کرے۔'')

مفسرین نے ھُوَ الْغِنَا کہا ہے۔ یہ آیۂ کریمہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ ۔(سورۂ لقمان آیت ۶)(اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو لغو باتیں خریدتے ہیں)

اور حرمتِ غنا کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ: (ابوالزبیر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

اَلشَّيْطَانُ اَوَّلُ مَنْ نَاحَ وَ اَوَّلُ مَنْ تَغَنّٰى.

''شیطان ہی پہلا ہے جس نے نوحہ کیا اور وہی ہے جس نے سب سے پہلے گانا گایا۔''

دوسری حدیث میں ہے: (حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے)

اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَةَ.

(''گانا دِل میں اس طرح نفاق کا بیج اگاتا ہے جیسے پانی پودے اگاتا ہے۔'')

پس علماء کا اختلاف سماع کی حرمت کے بارے میں ہے نہ کہ غنا کے باب میں اور (نامحرم) عورتوں اور نوعمر لڑکوں کی آواز سننا بھی اسی قسم میں داخل ہیں۔ پس سماع اس آواز کو کہتے ہیں جو عورتوں اور نوعمر لڑکوں سے نہ ہو اور اس میں باجا بھی نہ ہو۔ (اور سماع) اہلِ قلوب کو ذوق و شوق اور وجد و بیخودی اور اضطراب اور انوار و اسرار میں ترقیاں بخشتا ہے۔ اور یہ (سماع) ان شرطوں کے ساتھ جنہیں صوفیا نے تحریر فرمایا ہے جائز ہے ورنہ نہیں۔

یوم بدھ تاریخ ۱۳، ماہِ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

آنجناب کی خدمت فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اسی وقت زبان گوہر فشاں سے سورہ الکافرون کی تفسیر ارشاد فرمائی۔ ناسخ و منسوخ کے سلسلہ میں بات چل نکلی (فرمایا کہ) اہلِ شرک تقدیر الٰہی اور احکام خداوندی جلّ شانہٗ کی رنگارنگیوں کے نسبت تردد (شک) کرتے ہیں نعوذ

بِـالـلّٰـهِ عَنھَا۔ فرمایا کہ سبحانہ وتعالیٰ حکیم مطلق ہے اور اولادِ آدم مریضوں کی طرح ہیں اور پیغمبران حضرات مثل عطّار کے اور صحیفے نسخوں کی طرح ہیں۔ جس طرح ہر زمانہ میں موسم اور مزاج کی رعایت سے طبیب نسخہ لکھتا ہے کیونکہ حکیم کی غرض مریض کی شفا ہے اسی طرح حق تعالیٰ نے بھی ہر زمانہ کے لحاظ سے اولادِ آدم کی ہدایت کے لئے اولوالعزم انبیاء کے ذریعہ نسخے (یعنی کتابیں اور صحیفے) بھیجے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر علیہ مِنَ الصلوٰۃ افضلها و من التسلیمات اکـمـلھا (ان پر افضل صلوٰۃ واکمل سلام نازل ہو) دنیا میں جلوہ گر ہوئے اور ہر وقت کے مناسب احکامات آپ کے واسطہ سے نازل ہوئے۔

اس کے بعد حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدّد قدس سرہٗ کی کیا تعریف بیان کی جائے کہ ایک ہزار سال کے اولیاء کے مقابل آپ کا وجود مبارک ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ خواجگان پیر پیراں فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ شیخ احمد وہ آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے ضمن میں گم ہیں۔ اور شیخ احمد کے معارف انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوات والسّلام کے مطالعہ کے قابل ہیں۔ اور فرمایا کہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت مجدّد کے بارے میں مراقبہ کیا یک بیک وہ آیۂ کریمہ جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ التحیات والتسلیمات کے حق میں رفع اشتباہ کے لئے نازل ہوئی تھی میرے دِل میں وارد ہوئی۔ پس آنجناب نے فرمایا کہ اسی سے معلوم ہوا کہ جو حضرت مجدد کا معتقد ہے وہ موسوی ہے اور جو منکر ہے وہ فرعونی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور نیز فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدّین احمد کو ایک اخلاص نامہ لکھا ہے جس میں تحریر کیا ہے کہ میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ آتے ہیں تو میرے دِل کا حال دگرگوں ہو جاتا ہے۔ اور بشری غشاوہ (پردہ) میرے دل میں نہ رہا اور یہ خیال آیا کہ ایسے بزرگوں کے حق میں برائی کا خیال دِل میں نہ لانا چاہیئے۔ پس غشاوہ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ان کے (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے) تمام اعتراضات کوئی

حقیقت نہ رکھتے تھے بلکہ ازراہِ بشریت ونفسانیت تھے۔ یہی بات حضرت شیخ کے تمام اعتراضات کا جواب ہے۔ پس اسی درمیان دونوں حضرات یعنی خازن الرحمہ خواجہ محمد سعید اور عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم ﷫ کی فضیلت کا ذکر آیا۔ آنجناب نے فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نور اللہ مرقدہٗ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو انوار سے بھر دے) نے فرمایا ہے کہ حضرت شیخ احمد کے صاحبزادگان جواہر پارے ہیں اور بھی فرماتے تھے کہ ان دونوں حضرات نے حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ السامی کے تمام مقامات کی انتہاء تک سیر کی ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم ﷫ تجدید کے معاملہ میں شرکت رکھتے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تجدید میں شرکت حتمی طور سے نہیں کہنا چاہیئے۔ البتہ حضرت مجدد الف ثانی ﷫ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ ہمارا اور تمہارا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا صاحب شرح وقایہ کا ان کے دادا کے ساتھ تھا کہ ان کے دادا جتنی کتاب وقایہ لکھتے جاتے تھے صاحب شرح وقایہ اس کو حفظ اور یاد کرتے جاتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس قدر معارف مجھ پر مکشوف ہوئے ان سب کو تم نے حاصل کرلیا ہے

تو یک نکتہ زیں لوح نگزاشتی　　　ہر آنچہ نہادم تو برداشتی

(تو نے ایک نقطہ بھی اس تختی کا نہ چھوڑا (جس کو اٹھانہ لیا ہو) میں نے جو کچھ اس میں لکھا تو نے اسے لے لیا۔)

پھر اسی مجلس شریف میں اتفاقاً میر غیاث الدین کا ذکر آگیا جو حضرت حاجی غلام معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آنجناب نے اپنی زبان فصاحت بیان سے میر غیاث الدین کا یہ شعر ارشاد فرمایا اور فرمایا وہ ذوق وشوق والے تھے۔

قوس ابرو بہ نما نرگس مژگان بکشا　　　ناوک بر جگرِ زاہد شکاک انداز

(ابرو کی کمان نکالو اور پلکوں کے تیر اٹھاؤ اور شک میں پڑے ہوئے زاہدوں کے جگر پر چلادو۔)

یوم جمعرات تاریخ ۱۴، ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

حضور پرنُور کی خدمت میں حاضر ہو کر آستان بوسی کے شرف سے مشرف ہوا۔ آنحضرت کے ایک خلیفہ شاہ گل محمد غزنوی نے توجہ کا طریقہ دریافت کرنا چاہا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے توجہ کا طریقہ جو ہم تک پہنچا ہے اور اپنے دوستوں کے ساتھ میرا جو معمول ہے وہ اس ڈھنگ پر ہے کہ پہلے حضرت امام الانبیاء سیّد الاصفیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ و آلہ من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها اور حضرات پیرانِ کبار و مرشدانِ کاشف اسرار خصوصاً خواجۂ خواجگان پیر پیراں حضرت خواجہ بہاء الدّین نقشبند و خواجہ عبید اللہ احرار و حضرت امامِ ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی و حضرت مرزا صاحب مظہر اسرار و مصدر انوار قطبِ زماں حضرت جان جاناں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ارواحِ طیبہ و مبارکہ پر فاتحہ پڑھ کے جناب الٰہی تعالیٰ شانہٗ میں گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں پھر اپنے پیرانِ عظام سے مدد کا طلب گار ہو کر طالب کے قلب کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اس طرح کہ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے مقابل کر کے قصد و ارادہ کرتا ہوں اور نُورِ ذکر جو کہ پیرانِ عظام کی جانب سے میرے قلب میں وارد ہوا ہے اس کو طالب کے قلب میں القاء کرتا ہوں یہاں تک کہ طالب کا قلب ذاکر ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد لطیفۂ روح و سِرّ و خَفِی و اَخْفٰی پر اسی مذکورہ طریقہ سے ذکر القاء کرتا ہوں اور ہر لطیفہ پر تین تین بار توجہ ڈالتا ہوں۔ اس کے بعد خطراتِ قلب کی جانب متوجہ ہو کر اپنے خیال کے ارادہ سے ان کا ازالہ کرتا ہوں اور پھر حضور و جمعیت القاء کرتا ہوں پھر اپنے قلب کی ہمت (یعنی عزم و ارادہ) سے قلب طالب کو اوپر کی جانب جذب کرتا ہوں پھر اسی طریقہ سے لطیفہ نفس اور عناصرِ اربعہ کے لطائف کے ساتھ عمل کرتا ہوں اور قلب میں مراقبۂ احدیت کہ جو اسمِ مبارک اللہ کا مسمّٰی ہے تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع اور تمام اوصاف رذیلہ سے پاک و منزہ تصور کراتا ہوں پھر مراقبۂ معیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں

کہیں تم ہو) کراتا ہوں یعنی ہر لحہ و ہر لحظہ دِل میں اللہ تعالیٰ کی معیت کا خیال کراتا ہوں بلکہ تمام لطیفوں میں بلکہ جسم کے ہر رگ و پے میں یہاں تک کہ تمام عالم میں اس پاک بیچوں وبچگوں (وہ ذات جو بے مانند و بے مثال ہے) کی معیت کا خیال قائم کراتا ہوں کہ نص قرآنی اس پر شاہد ہے۔ (اور اس کی برکت سے) تجلی افعالی اور وحدۃ الوجود اور ذوق وشوق اور استغراق و بیخودی اور آہ و نعرہ اور وجد و تواجد حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد لطیفۂ نفس میں مراقبۂ اقربیت نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں) کرتے ہیں اور اس مراقبہ کا فیض لطیفۂ نفس پر عالم امر کے لطائف کی شرکت کے ساتھ وارد ہوتا ہے۔

پھر اس سراپا تقصیر نے حضور والا میں عرض کیا کہ مرض کے دور کرنے کے لئے کس طرح توجہ دی جاتی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا قدماء میں مرض کے ازالہ کے لئے توجہ دو طریقوں سے دی جاتی تھی۔ ایک یہ کہ مریض کے سامنے بیٹھ کر مریض کی صحت کا تصور کر کے اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ارادہ وخیال سے مریض کی بیماری کو سلب کر کے اپنے اوپر لیتے تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے کہ اس کے چہرے پر بڑا ورم تھا۔ مولانا نے توجہ فرمائی تو ورم مولانا کے چہرۂ مبارکہ پر ظاہر ہوا۔

قیومِ زماں حضرت مرزا جانِ جاناں **قلبی وروحی فداہ وقدسنا اللہ تعالی بسرہ السامی** (میرا دِل اور میری روح ان پر فدا ہو اور اللہ تعالیٰ ان کے اسرار مبارک کے وسیلہ سے ہم کو پاک کرے) ازالۂ مرض کے لئے اس طرح توجہ فرماتے تھے کہ مریض کے مقابل بیٹھتے اور اپنے اور مریض کے درمیان ایک پیالہ پانی کا رکھ لیتے اوپر سے سفید چادر یا اَور کوئی چیز ڈال لیتے اور پھر قصد کے ساتھ مریض سے مرض کھینچ کر اس میں ڈالتے تھے۔ پھر آنجناب نے فرمایا کہ میں مریض کے پیٹھ کے پیچھے سے اس کے مرض کا ازالہ کرتا ہوں۔

پھر مولوی شیر محمد صاحب نے حضور اقدس میں عرض کیا حصولِ کشف کے لئے کس طرح

توجہ فرماتے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ طالب کی جانب توجہ کر کے نور جو کہ قلب میں ہے آنکھ کی پتلی میں القاء کرتے ہیں۔ اور بھی آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس طریقہ میں نسبت کی جہل کے دور کرنے کے لئے بھی توجہ ڈالتے ہیں۔ اس طرح کہ قلبِ طالب سے جہل کو رفع کر کے ادراک القاء کرتے ہیں۔ اور بھی آنجناب نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں 'طفرہ'' کا طریقہ بھی ہے (اور وہ اس طرح ہے کہ) جس کسی کو جلد سے جلد مقاماتِ عالیہ پر عبور کرانا چاہتے ہیں تو اس مقام عالی کے انوار و اسرار طالب پر القاء کرتے ہیں اس طرح کہ خود کو اس مقام میں داخل کر کے اس مقام کے انوار طالب کے قلب میں ڈالتے ہیں۔ اس وقت مولوی شاہ محمد عظیم صاحب جو حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ اس مقام کے انوار لے کر طالب پر ڈالتے ہیں یا طالب کو بالقصد اس مقام میں داخل کرتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ ایسا ہی کریں۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب قبلہ قدس سرہ اس طرح تفصیل کے ساتھ مقامات (کی سیر) نہیں کراتے تھے جیسا کہ میں تفصیل کے ساتھ کراتا ہوں۔ اور مجھ کو الہامِ ربانی ہوا ہے کہ طریقہ تیرے سینہ سے نکلا ہے۔

آنحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بڑی جماعت پر توجہ کا طریقہ جو میں برتتا ہوں یہ ہے کہ تمام جماعت کے دِلوں کو خیال میں جمع کر کے جناب حق جل وعلا میں تضرع کرتا ہوں کہ اے اللہ! ہر ایک کو اپنے مقام سے فیض پہنچا، پس اپنی ہمت کو تمام قلوب کی جانب متوجہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے ہر ایک کو عروج واقع ہوتا ہے۔ پھر اس وقت حضور میں ذوق وشوق کا ذکر آیا آنحضرت نے فرمایا کہ ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب خدا جل شانہٗ کا طالب نہیں۔ طالب کو چاہیئے کہ اس ذات بحت (یعنی محض ذات) کو طلب کرے اور جو کچھ اس راہ میں نظر آئے اس کی نفی کرتا جائے اور یہ کہتا رہے کہ سوا ذاتِ پاک کے اور کوئی چیز مقصود نہیں ہے۔ اور روایت بیان فرمائی کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد قلبی و روحی فداہ سے کسی نے میرے متعلق ابتدائی زمانہ میں کہا کہ فلاں شخص ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب ہے۔ فرمایا (حضرت مرزا

صاحب نے) کہ جو شخص ان شعبدوں کا طالب ہو اس سے کہدو کہ وہ ہماری خانقاہ سے نکل جائے اور میرے نزدیک نہ آئے۔ پس یہ خبر مجھ تک پہنچی میں نے حضور پرنُور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت نے ایسا فرمایا ہے یا نہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! میں نے کہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر حضور کی کیا مرضی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہاں تو بے نمک کا پتھر چاٹنا ہے اگر کوئی اس بے مزگی کے ساتھ چلنا چاہتا ہے تو میرے پاس آئے ورنہ نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے تو فرمانے لگے کہ خوب! تو آجاؤ۔

ما برائے استقامت آمدیم نے پئے کشف و کرامت آمدیم

(ہم استقامت کے لئے آئے ہیں نہ کہ کشف وکرامت کے لئے۔)

آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت قیومِ زمان قطبِ جہاں عارف بلند سیر قبلۂ عالم خواجہ محمد زبیر ﷺ اپنا سر مبارک طالب کے قلب پر رکھ کر توجہ فرماتے تھے، اور حضرت قبلۂ عالم کے بہت سے مناقب (خوبیاں) بیان فرمائیں اور حضرت خواجہ ضیاء اللہ جو حضرت قبلۂ عالم کے بڑے خلفاء میں سے ایک تھے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص نسبت مجددی کو مجسم دیکھنا چاہے تو خواجہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے، یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ آخر شب میں خوب گریہ وزاری کرتے اور لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر جگاتے تھے۔ اور فرماتے تھے لوگو! کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم محبت الٰہی کا دعویٰ کرتے ہو اور تمہارا یار و محبوب بیدار ہے اور تمہاری طرف متوجہ ہے لیکن تم سو رہے ہو اور اس سے غافل ہو۔ تم لوگ محبت کا غلط دعویٰ کرتے ہو ورنہ عاشقوں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ۔

مجنوں بخیالِ زُلفِ لیلیٰ دردشت دردشت بجستجوئی لیلیٰ می گشت

میگشت بدشت و برزبانش لیلیٰ لیلیٰ میگفت تا زبانش می گشت

(مجنوں زلفِ لیلیٰ کے خیال میں جنگل جنگل وادی وادی پھرتا رہتا اور لیلیٰ لیلیٰ پکارتا رہتا تھا یہاں تک کہ یہی لفظ اس کی زبان بن گیا۔)

اس کے بعد مجلس مبارک میں کسی نے کہا کہ سبحان اللہ! طریقہ شریفہ کے اکابرین بھی عجیب ہستیاں ہیں کہ اپنی ہمت وتوجہ سے ان مقامات تک پہنچا دیتے ہیں جہاں وہم وخیال کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی کی برکتوں کی وجہ سے ہے کہ بلا محنت کے ہر مقام کی کیفیات واسرار ہاتھ آجاتے ہیں ورنہ دوسروں کے طریقوں میں سخت محنت اور ریاضتیں کی جاتی ہیں مگر اس دولتِ عظمٰی (عظیم دولت) اور موہبت کبریٰ (بڑی عطا) کا حصول بہت کم ہاتھ آتا ہے۔

شعر آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمسِ دین سُخرہ کُنَد بردہ و طعنہ زَنَد بر چِلّہ

(وہ ایک نظر جو شمس دیں نے تبریز سے پائی (وہ نظر) چلّوں پر طعنہ زنی کرتی ہے اور دہوں کا مذاق اڑاتی ہے)

آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ یہ تمام حضرت خواجہ بہاء الدین رضی اللہ عنہ کی عنایت ہے کہ سجدہ میں گر کر حضرت کارسازِ حقیقی جلت وعظمت کی بارگاہ میں یہ دعا والتجا کی تھی کہ اے میرے اللہ مجھے وہ طریقہ عنایت فرما کہ ضرور موصل ہو۔ حق تعالیٰ مجیب الدعوات نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ایسا طریقہ عنایت فرمایا کہ جو یقیناً (مقصود تک) پہنچانے والا ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدسنا اللہ باسرارہ السامی فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں محرومی نہیں ہے نہ ہمارے طریقہ میں مجاہدہ ہے، ہم بامراد ہیں اور ہمارے طریقوں میں اندراج النہایہ فی البدایہ ہے (یعنی دوسرے طریقوں میں جن مقامات کا آخر میں سلوک طے کیا جاتا ہے اس طریقہ میں ابتداء ہی وہیں سے کی جاتی ہے)۔

اوّلِ ما آخرِ ہر منتہی آخرِ ما جیب تمنا تہی

(ہر منتہی کا مقامِ آخر ہماری ابتدا ہے اور ہماری انتہاء مرادوں سے دامن بھر لینا ہے)

حضرت نے فرمایا کہ اندراج النہایہ فی البدایہ کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ عالیہ میں ابتداء ہی میں توجہ الی اللہ جسے حضور وآگاہی سے تعبیر کرتے ہیں پیدا ہوجاتی ہے اور جمعیت و بے

خطرگی یا کم خطرگی ہاتھ آتی ہے یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچتے ہیں کہ ماسوا کا خیال ہی دِل میں نہیں آتا۔ فرض کرو کہ اگر ہزار سال کی بھی عمر ہو جائے تو دل ماسوا کے خیال سے خالی رہتا ہے اور یہی مقام دوسروں کی انتہاء کا ہے یا اس کلامِ مقدس کے یہ معنی ہیں کہ اس طریق میں جذبہ مقدم ہے سلوک پر اور دوسرے طرق میں سلوک مقدم ہوتا ہے جذبہ پر۔ نیز آنجناب یہ شعر پڑھتے تھے۔

از قتلِ من مترس کہ دیوانیانِ حشر   مجرم کنند بہر تو صد بیگناہ را

(میرے قتل سے نہ ڈر کیونکہ تیری وجہ سے حشر کے دیوانے (عشق میں فنا ہوئے لوگ) صدہا بے گناہوں کو مجرم قرار دیں گے)

یوم جمعہ تاریخ ۱۵، ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

یہ غلام محفل عالی مقام میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رہے اور اوقات میں سے ہر وقت اور افعال میں سے ہر فعل میں انوار و اسرار اور فیوض و برکات کی تمیز کرتا رہے۔ مثلاً جب نماز پڑھے تو خیال کرے کہ (نماز کے) انوار و برکات کس طرح کے وارد ہوتے ہیں اور قرآن پاک پڑھتے وقت اس کے انوار و فیوض کس طور پر صادر ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے وقت کیسے فیوض کا ورود ہوتا ہے اور زبان سے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے پر کون سی برکتیں ہاتھ آتی ہیں اور احادیثِ مقدسہ کے مطالعہ سے کون سے اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اور اسی طور پر نقصانات کا بھی لحاظ کرے جو مکروہات اور منہیات سے ہوتے ہیں۔ مثلاً مشتبہ کھانے سے کون سی ظلمت آتی ہے اور غیبت سے باطن پر کون سا ضرر پہنچا اور جھوٹ سے کیسی ظلمت دل پر چھائی، اسی طرح تمام مکروہات و محرمات سے اپنے ظاہری و باطنی نقصانات اور مضرتوں کا اندازہ کرے اور ان سے پرہیز کرے اور احتیاط برتے۔ بات پوری ہوئی۔

راقم (شاہ رؤف احمد) عرض کرتا ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ ہر لحہ اور ہر گھڑی اپنے آپ میں غور کرتا رہے کہ کون سا فعل مجھ سے سرزد ہوا۔ اگر وہ فعل کتاب و سنت کے مطابق ہے تو اللہ کا شکر

بجالائے اور اگر خدانخواستہ وہ قرآن وحدیث کے مخالف ہے تو توبہ واستغفار کرے۔ چھپے ہوئے گناہوں کی توبہ چھپ کر اور ظاہری گناہوں کی توبہ علانیہ کرے۔ اور توبہ کرنے میں تاخیر (یعنی دیر) نہ کرے۔ اس لئے کہ کراماً کاتبین (وہ فرشتے جو گناہ وثواب لکھنے پر مامور ہیں) گناہ کے لکھنے میں توقف کرتے ہیں۔ اگر وہ شخص توبہ کر لیتا ہے تو اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ لکھ دیتے ہیں۔

نیز آنحضرت نے حلقہ سے پہلے لفظ اللّٰہ دوتین بار آواز کے ساتھ فرمایا کہ اس وقت اس فدوی پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اور آنجناب بھی اس وقت دستِ مبارک اوپر اٹھائے ہوئے عجیب حال میں تھے اور زبانِ مبارک پر بے اختیار شعر جاری تھا۔

اے خدا! قربانِ احسانت شوم

ایں چہ احسانست قربانت شوم

اے اللہ تیرے احسان پر قربان ہو جاؤں؛ یہ کیسا (عمدہ) احسان ہے! تجھ پر قربان ہو جاؤں۔)

ایک شخص حضور میں حاضر ہوا اور تلقینِ ذکر کی استدعا کی۔ آنجناب قلبی وروحی فداہ نے فرمایا کہ اپنی زبان تالو سے چپکا لو اور لفظ اَللّٰہُ اَللّٰہُ پہلے نام کی ہا کو پیش کے ساتھ اور دوسرے اسم (اللہ) کی ہ کے سکون کے ساتھ خیال ہی میں دِل سے جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلے پر ہے کہو۔ اس طرح گویا لفظِ مبارک اَللّٰہ دل سے نکلتا ہے۔ اور لفظِ مبارک اللّٰہ کہنے کے بعد بیس یا تیس بار پڑھو کہ :

''خداوند میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔''

اور اسی طریقہ پر مداومت کرتے رہو۔

اس کے بعد دوسرے شخص نے عرض کیا کہ ایک مردِ عالم ہیں جو حضرت سے بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں میں نے چند جگہ بزرگوں کی خدمت میں حاضری دی اور ریاضت کی۔ اب فی الحال مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ (محنت کرنے کی)۔

آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے طریق میں مجاہدہ نہیں ہے صرف وقوف قلبی کی ضرورت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دِل ذات الٰہی کی جانب متوجہ رہے اور اس میں گذشتہ اور آئندہ کے خیالات سے حفاظت کی جائے۔ ہردم اور ہر لحظہ یہ دو باتیں کی جائیں۔ اور گزشتہ و آئندہ کے خیالات سے حفاظت اس طرح کی جائے کہ کوئی خطرہ (یعنی خیال) دِل میں آئے کہ فلاں کام گزشتہ زمانہ میں کس طرح ہوا تھا تو اسی وقت دِل سے دفع کردیں تاکہ وہ پورا قصہ دِل میں نہ آنے پائے یا (مثلاً) دِل میں یہ خیال آئے کہ فلاں جگہ جارہا ہوں وہاں ایسا کام کروں گا اور اس کام میں یہ فائدہ ہے۔اس خیال کو اسی وقت دفع کرے اور دِل میں آنے نہ دے۔حاصل کلام یہ ہے کہ جب غیر خدا کا خیال آئے تو اسی وقت اسکو دفع کرے اور دل میں نہ آنے دے۔

اس وقت توجہ کا ذکر آیا کہ آنحضرت نے فرمایا توجہ اس طور پر فوراً اثر انداز ہوتی ہے کہ اپنی صورت کو اپنے مرشد کی صورت تصوّر کرے اور مراقبہ معیت کا لحاظ کرتے ہوئے قلب طالب پر توجہ و ہمت کرے یقیناً طالب کو ذوق وشوق ہاتھ آئے گا۔

تا یار کرا خُواہد و مَیلش بکہ باشد

[(دیکھیں) کہ دوست کسے چاہتا ہے اور اس کا میلان (جھکاؤ) کس کی طرف ہوتا ہے]

نیز اس وقت حضور میں صوفیا کے نکاح کرنے کے بارے میں بھی ذکر آیا۔آنحضرت نے فرمایا کہ واقفِ اسرار کاشف انوار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا کہ اگر پانچ سو سال زندہ رہوں اور توبہ و استغفار کرتا رہوں تو بھی اس کے لیے کافی نہ ہوگا۔ارباب مجلس نے عرض کیا کہ کونسا گناہ واقع ہوا؟ فرمایا نکاح۔پس خیال کرنا چاہیئے کہ باوجود اس قدر حشمت وشان کے اس قدر باطنی نقصان رکھتا ہے۔اور آنجناب (خواجہ احرارؒ) کی ظاہری شان وشوکت بالکل ظاہر اور مشہور ومعروف ہے۔خود مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شان میں لکھا ہے۔

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد بتدبیر عبید اللّٰہی آمد

(فقر جب لباسِ شاہی میں آیا تو (خواجہ) عبید اللہؒ کے انداز و طریقہ سے آیا۔)

نیز ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مرزا صاحب مظہر رحمان جانجاناں ؒ کو طریقہ قادریہ سے بھی فائدہ پہنچا ہے یا نہیں؟ آنجناب نے ارشاد فرمایا حضرات نقشبندیہ (کے ساتھ) قادریہ و چشتیہ کا فیض جب حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی کو پہنچا ہے تو حضرت مرزا صاحب قبلہ کو بھی حاصل ہوا ہے اور حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی و حضرت قطب المحققین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (رحمۃ اللہ علیہما) کی ارواحِ مبارکہ سے فائدہ پہنچا ہے اور جو فائدہ کہ رُوحِ مبارک حضرت غوث الواصلین خواجہ بہاء الدین نقشبند سے پہنچا ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ اس کے بعد حضور والا میں توجہ کی تیزی اور اثر انگیزی کا ذکر چلا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک روز میاں کرامت اللہ کے پہلو میں شدّت کا درد اٹھا۔ میں نے اپنا ہاتھ وہاں رکھ کر قصد کیا درد فوراً رفع ہو گیا۔ اس وقت میاں کرامت اللہ محفل میں موجود تھے انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ آنحضرت نے پھر فرمایا کہ ایک بار چلتی ہوئی کشتی پر توجہ کی تو وہ ٹھہر گئی۔

یومِ ہفتہ، تاریخ ۱۶ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

فقیر نے آنحضرت کے حضور پرنُور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ طریقۂ نقشبندیہ میں کیا چیز فرض ہے؟ ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں۔

ایک، وقوفِ قلبی (یعنی دل کا ہمہ وقت متوجہ الی اللہ ہونا)

دوسرے، نگہداشت خواطر (یعنی خیالات پر دھیان رکھنا)

مسئلہ زکوٰۃ کا بھی ذکر حضور میں آیا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ ایک سال گزرنے پر لازم آتی ہے مگر میں اسی وقت ادا کر دیتا ہوں جب بھی روپیہ میرے پاس آتا ہے۔ اور بھی فرمایا کسی نے حضرت شیخ شبلیؒ سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک سو روپیہ پر

دو روپیہ آٹھ آنہ ایک سال کے بعد ہوتا ہے لیکن میرا طریقہ یہ ہے کہ دو روپیہ آٹھ آنہ تو ادا کر دیتا ہوں اور وہ سو روپے کے بقیہ بھی راہِ حق جلّت عظمتہ میں صدقہ کر دیتا ہوں۔

نیز مجلس شریف میں ''وصلِ عریانی'' کے مقام کا تذکرہ آیا کہ کمالات میں ''وصلِ عریانی' میسر ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تجلّی ذاتی ہو جو تمام اعتبارات و تعیّنات سے مُبَرًّا اور وَرَاءُ الْوَرَاء ہو کہ اس پر صفات کا اطلاق نہ ہو سکے۔ اس مقام کو ذاتِ صرفہ کے علاوہ کچھ نہ کہا جا سکے اور اس مقام پر سالک کو سوائے یاس و ناامیدی اور محرومی کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا اگرچہ وصول ہے مگر حصول نہیں۔ نہ ذوق و شوق ہوتا ہے نہ آہ و نعرہ نہ وجد ہے نہ تواجد اور نہ بیخودی ہے نہ استغراق کہ یہ تمام احوال ولایتِ قلبی میں حاصل ہوتے ہیں کہ یہ اس خاندان کی ابتداء ہے (انتہاء نہیں۔) اس جگہ تو سالک کو اپنی نسبت کا بھی ادراک نہیں ہوتا۔

اور حضرت نے فرمایا کہ جو احوال کہ قلبِ سالک پر طاری ہوتے ہیں ان کی نسبت تیز بارش کی سی ہوتی ہے جو ظاہر ہوتی ہے اور جب سالک اس کے بعد مقامِ قلب سے عروج کرتا ہے اور لطیفۂ نفس کی سیر واقع ہوتی ہے تو اس کی نسبت خفیف بارش کی طرح جلوہ گر ہوتی ہے اور جب لطیفہ نفس سے بلندی کی جانب معاملہ چلتا ہے تو سالک جس قدر عروج کرتا جاتا ہے نسبت بھی اسی قدر غیر محسوس ہوتی جاتی ہے اور استہلاک و اضمحلال کی کیفیت بڑھتی جاتی ہے وہاں نسبت خفیف اور شبنم کی طرح نظر آتی ہے۔

تا یار کرا خواہد و میلش بہ کہ باشد

[(دیکھیں) کہ دوست کسے چاہتا ہے اور اس کا جھکاؤ کس کی طرف ہوتا ہے]

یومِ اتوار، تاریخ ۷ اربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

فقیر حضرت والا کی محفل فیض منزل میں حاضر ہو کر شرف آستان بوسی سے مشرف ہوا۔

حضور کی محفل میں نکاح کا ذکر آیا۔ ارشاد ہوا کہ صوفی کو نکاح نہ کرنا چاہیئے اور عورتوں کی صحبت اختیار

نہ کرے۔

و نیز فرمایا کہ کتاب آداب المریدین میں حضرت ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی ﷫ نے تحریر فرمایا کہ فی زمانہ نکاح نہ کرنا چاہیئے تو افسوس ہے ایسے صوفی کے حال پر جو اس زمانہ میں اور ایسے کام کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔

و نیز فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سیّد محی الدّین ابو محمد عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی ﷫ نے جب عقد نکاح فرمایا تو اس زمانہ کے صوفیا تعجب کرنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے یہ کام اللہ کے حکم سے کیا ہے۔

و نیز فرمایا کہ صوفی کو چاہیئے کہ ترک و تجرید اختیار کرے اور دنیا سے روگردانی اور ماسوا اللہ سے انحراف اور خلوت اختیار کرے و نیز اغنیا کی صحبت سے دور رہے۔

اور نکاح ان چیزوں کے لئے رکاوٹ کا سبب بنتا ہے اس لئے کہ عورتوں میں صبر و توکل اور قناعت نہیں ہوتی الّا ماشاء اللہ کہ بعض عورتیں صاحبِ توکل ہوتی ہیں، اور نسبت باطنیہ بھی رکھتی ہیں۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت غوث الثقلین ﷫ خانۂ کعبۂ معظمہ کی زیارت کے لئے بنا زادِ سفر و بے سر و سامان اور بغیر رفقاء و خدام کے تشریف لے گئے تھے۔ اچانک راہ میں ایک شخص نے ملاقات کی آپ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ حج کی نیّت سے جا رہا ہوں اور ارادہ کیا ہے بغیر زادِ راہ و سامانِ سفر کے تنہا جاؤں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے غرض کہ وہ شخص حضرت کے ہمراہ ایک مقام پر پہنچا، ناگاہ ایک عورت ہوا پر اڑتی ہوئی ان کے پاس پہنچی اور کہا میں نے حبش سے آپ کے نور کا مشاہدہ کیا ہے، آج آپ کی دعوت میرے ذمہ ہے۔ ان حضرات نے قبول کیا جب کھانے کا وقت آیا تو دیکھا کہ آسمان سے زمین پر کھانے کا خوان اترا جس میں چھ روٹیاں تین پیالے سالن کے اور تین کوزے پانی کے تھے۔ پس اس عورت نے اس کے تین حصے کر کے ایک حصہ خود لیا اور بقیہ دونوں حصے ان دونوں کو دیئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ

کاشکر ہے کہ اس نے ہمارے مہمانوں کی ضیافت کا سامان مرحمت فرمایا پھر وہ عورت ہوا میں اُڑ گئی۔ اور حضرت مع اس شخص کے کعبۂ معظمہ پہنچے اس کے بعد قضا الٰہی سے وہ شخص وہیں فوت ہوگیا۔ پھر دیکھا کہ وہی حبشی عورت ہوا پر سوار آرہی ہے یہاں تک کہ وہ خانۂ کعبہ کے پاس اتری اور حضرت کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ اے مُحیِ الْمَوتٰی ! اے مُردوں کو زندہ کرنے والے) اس شخص کو زندہ کر، پھر اللہ جل شانہٗ کے حکم سے وہ شخص زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا۔

ونیز حضرت نے فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم ﷜ کے وصال کے بارے میں تین روائتیں ہیں۔ ربیع الآخر کی ۹ رتاریخ یا ۱۱ر یا ۱۷رتاریخ۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عفی عنہ کا قول ہے کہ تاریخ ولادت اور عمر اور تاریخ رحلت حضرت الثقلین ﷜ کی ایک شاعر نے ایک بیت میں نظم کی ہے۔

تولدِ عاشق و کامل شدہ عمر
۴۷۱ھ ۹۱سال

وصالش داں تو معشوقِ الٰہی
۵۶۲ھ

(لفظ ''عاشق'' سے سنہ ولادت۔ لفظ ''کامل'' سے عمر شریف اور لفظ ''معشوق الٰہی'' سے سن وصال سمجھ لو۔)

ایک شخص بیعت کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا حضرت نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ تین بار پڑھوایا۔ اس کے بعد

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ۔

(میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور یوم آخر پر اور اچھی و بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد زندہ ہونے پر)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَ صِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ۔

(میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ ہے اپنے اسماء وصفات کے ساتھ اور میں نے قبول کیے اس کے تمام احکام) پڑھایا اور کلمۂ شہادت ایک بار، کلمۂ طیبہ تین بار پڑھایا۔ اس کے بعد اس شخص سے دریافت فرمایا کہ تم کس طریق میں بیعت کا ارادہ رکھتے ہو اس شخص نے عرض کیا کہ خاندانِ قادریہ میں۔ آنحضرت نے حضرت غوث الاعظم اور تمام اکابر طریقۂ عالیہ قادریہ کی ارواحِ مبارکہ پر فاتحہ پڑھی۔ اور ذکر قلبی جو حضرات نقشبندیہ کا معمول ہے تلقین فرمایا اس وقت مجلسِ شریف میں فیوض و برکات کا خوب ظہور ہوا۔

یومِ پیر، تاریخ ۱۸ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

مجلس شریف میں حاضری دی، اس روز حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا عرس تھا۔ میں حضرت سے رخصت لے کر حضرت نظام الدّین ﷫ کے مزار پُر انوار کی زیارت کو گیا۔ تمام دِن وہاں رہا، شام کے وقت خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی وجہ سے اس دِن آنجناب کے کلام فیض نظام سے مستفید نہ ہو سکا مگر شام کے وقت جب حضرت والا کی خدمت میں حاضری دی تو حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص انبیاء عظام میں سے کسی نبی یا اولیاء کرام میں سے کسی بزرگ کے نام فاتحہ پڑھ کر اس نبی یا ولی کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھے تو ان کے فیض سے یقیناً بہرہ یاب ہوگا۔

یومِ منگل، تاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

فدوی محفلِ مبارک میں حاضر ہوا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضوری کی دو قسمیں ہیں:

ایک حضوری ذکر ہے، یعنی ابتداء میں جبکہ لطائف ذاکر ہو جائیں اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔

دوسرے حضور مع اللہ کہ اس کو ہمارے طریق میں یادداشت و توجہ اور آگاہی در حضور کہتے ہیں۔ لیکن دوسرے طریقوں میں اس کو شہود بولتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دِل میں اس پاک بے نیاز کی جانب دیکھنے کی قوت پیدا ہو۔ اور جب یہ قوت پیدا ہو تو اس کی نگہداشت

ضروری ہے تاکہ دِل کو اس کا ملکہ ہو۔ اور وہ حضور دائمی بن جائے اور اس میں کسی وقت بھی غفلت کو راہ نہ ملے اگرچہ بظاہر وہ دنیاوی معاملات میں الجھا رہے۔ لیکن اس کا باطن اس سبحانہ سے ہی متعلق رہے۔ اسی پر کہا گیا ہے کہ ''دل بیار و دست بکار'' (دل دوست کے ساتھ اور ہاتھ کام میں مشغول ہو) اور حضرت محی الدین ابن العربی ﷺ کے نزدیک یہ حضور دائمی اسی وقت میسّر ہوتی ہے جب کہ خواب میں بھی حضرت ربّ العزت کی طرف سے غفلت نہ ہو اور میرے نزدیک اس وقت ہوتی ہے جب نیند سے بیدار ہو تو دِل کو آگاہ پائے اور حضرت مولانا جامی ؒ کے نزدیک جس وقت دِل کی جانب متوجہ ہو تو دِل کو حضرت ذات کا مشاہد پائے یہ حضور دائمی ہے۔

و نیز حضرت نے فرمایا کہ خطرات (یعنی دِل میں ماسوا کا خیال آنا) مرتبہ ولایت میں ضرر رساں ہوتے ہیں اور مرتبہ کمالات نبوّت میں خطرۂ نیک مضر نہیں۔

چنانچہ حضرت امیر الاولیاء امام الاصفیاء عمر بن الخطاب ﷺ عین حالتِ نماز میں دشمنانِ خدا کے ساتھ غزوات کا انتظام اور فوج کی صفوں کی درستی فرمایا کرتے تھے اور ان کے دِل سے ''حضوری'' کی کیفیت ان خیالات سے رفع نہیں ہوتی تھی۔ جیسے کہ آفتاب کا مشاہدہ دل کے تخیلات کی وجہ سے دُور نہیں ہوتا ہے اور یہ کمال حضور و مشاہدہ ہے اللہ تعالیٰ میسّر فرمائے۔

دادیم تُرا زَ گنجِ مقصودِ نشاں　　گر ما نہ رسیدیم تو شاید بہ رسی

ترجمہ: میں تجھ کو پتہ منزلِ مقصود کا دے دوں
گر میں نہیں پہنچا ہوں تو شاید کہ پہنچ جائے

اس کے بعد حضور کی خدمت میں صوفیا کے کھانے کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا ایک تو نفس کی رضا ہے۔ دوسرے نفس کا حق۔ نفس کی رضا تو پُر تکلف اور لذیذ غذائیں اور بسیار خوری ہے اور نفس کا حق یہ ہے کہ اتنا کھایا جائے جس سے فرائض و سنن کی ادائیگی کی قوت باقی رہے۔ راقم عفی عنہ کہتا ہے، جیسا کہ ایک بزرگ کا قول ہے۔

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید　　نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

(نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ منہ سے نکل پڑے۔نہ اتنا کم کھاؤ کہ کمزوری سے جان پر بن جائے)

نیز حضرت نے فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء ﷫ کی خانقاہ میں صوفی ایک دن گدائی کرتے اور چندروز تک اس کو کھاتے تھے۔یہ بھی فرمایا کہ بعض صوفیا مزدوری کر کے کھاتے تھے۔

چنانچہ احمد سبتی رحمۃ اللہ علیہ جو ہارون رشید کے بیٹے تھے۔ہفتہ کے دن مزدوری کرتے اور ایک دن کی مزدوری سے چھ روز تک کھاتے اور عبادت حق جل وعلا میں وقت گزارتے اور ہارون رشید کے گھر سے کبھی نہ کھاتے اور مسجد میں قیام رکھتے تھے۔ہارون رشید ایک دن ان کے پاس آئے اور کہا کہ:

''بیٹے!تم نے مجھے رسوا کر دیا۔لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا بیٹا ہے اور اس تباہ حالی میں مبتلا ہے۔''

انہوں نے جواب دیا کہ:

'ابا جان!تمہیں میری وجہ سے رسوائی نہیں بلکہ آپ کی وجہ سے ہمیں عار ہوتا ہے۔'

ہارون رشید نے کہا:''کس طرح''؟

فرمایا کہ''یہ پرندے جو ہوا میں اُڑ رہے ہیں ان کو بلایئے!''

ہارون رشید نے آواز دی تو وہ پرندے (فضا میں) اور اوپر ہو گئے۔پھر انہوں نے اشارہ کیا تو وہ پرندے ان کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔پس انہوں نے کہا:

''آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آپ کی آواز سے وہ بھاگ گئے۔لیکن میرے اشارہ پر آ گئے''

پھر احمد سبتی دوسرے شہر اور صوبہ میں چلے گئے ان کی والدہ نے ایک لعل (بے بہا) ان کے بازو پر باندھ دیا اور ایک کلامِ پاک ان کی تلاوت کے لئے ہمراہ کر دیا۔جب اس مقام پر پہنچے تو صحرا کی ایک مسجد میں قیام کیا اور حسب دستور ہفتہ کے دِن معماروں کے ساتھ اینٹ اٹھانے کی مزدوری کی اور چھ روز تک اسی مسجد میں خلوت اختیار کی اور مزدوروں کی طرح وہ مزدوری میں نہ سستی کرتے اور نہ کام میں کوئی کمی۔۔مالک مکان یہ مشاہدہ کر کے ان کا معتقد ہو گیا کہ یہ عجیب شخص

ہیں کہ مزدوری کرتے ہیں اور کام میں کوئی نقصان پہنچائے بغیر پانچوں وقت کی نماز پابندی اور مستعدی سے پڑھ لیتے ہیں۔قصہ مختصر یہ کہ آپ حسب عادتِ قدیمہ ایک بار ہفتہ کے دن مزدوری پر نہ آئے۔امیر نے اور مزدوروں سے پوچھا کہ فلاں شخص آج کیوں نہیں آیا اور کہاں مقیم ہے؟ ایک شخص نے بتایا کہ وہ شخص فلاں مسجد میں مقیم ہے آج وہ بیمار ہے۔ مالک ان کے پاس گیا اور عیادت کی اور مراسم اخلاص بجالایا۔ان کو سخت بیماری لاحق تھی۔(شیخ احمد سبتی نے) فرمایا کہ اگر آپ بجالاسکیں تو میری تین وصیتیں ہیں،امیر نے عرض کیا جیسا آپ کا حکم ہوگا بجالاؤں گا۔فرمایا کہ میں ہارون رشید کا بیٹا ہوں لیکن ان سے کبھی کوئی چیز نہیں لی ہے سوائے اس ایک لعل کے جو انہوں نے زبردستی میرے بازو پر باندھ دیا اور ایک کلام اللہ المجید کہ میں خود ہمراہ لے آیا ہوں فی الحال یہ دونوں چیزیں میرے پاس موجود ہیں۔اب میری پہلی وصیّت یہ ہے کہ یہ دونوں امانتیں ہارون رشید تک پہنچادیں دوسری (وصیّت) یہ ہے کہ میں نے تمام عمر میں اس سبحانہٗ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کچھ نہ کیا اور بجز تقصیر وگناہ کے مجھ سے کچھ ظہور پذیر نہ ہوسکا۔ضرور ضرور میرے مرنے کے بعد میرا منہ سیاہ کریں اور میری گردن میں رسی باندھ کر تمام شہر میں گلی گلی گھسیٹیں اور اعلان کرتے جائیں کہ جو شخص کسی کا غلام ہو اور اپنے مالک کی نافرمانی کرے تو اس کا حال ایسا ہی ہوگا۔ تیسری (وصیّت) یہ ہے کہ میری قبر کا نشان نہ رہے۔

یہ وصیتیں فرما کر اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔امیر کو بہت رنج وقلق ہوا اور جب اس نے چاہا کہ ان کی وصیّت کی مطابق ان کی گردن میں رسّی باندھ کر انہیں گھسیٹے،تو آوازِ غیب و ندائی لاریب (غیبی آواز اور غیر مشکوک ندا) آئی کہ اے بے ادب! میرے مقربین کے ساتھ ایسی بے ادبی کرنا چاہتا ہے اور میرے غضب سے نہیں ڈرتا۔

فقر و درویشی کا ذکر آیا تو حضرت نے فرمایا کہ اکابرین سابق درویشی کرتے تھے کہ مجاہدات وریاضات پر مشق کرتے اور بہت دنوں کے بعد تھوڑا کھانا کھا کر نفس کا حق ادا کرتے اور نفس کی رضا کو ترک کرتے تھے۔مجھ کو درویشی کا نام لیتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ مجھ میں صوفیائے متقدمین کا کوئی ڈھنگ اور طریقہ نہیں پایا جاتا۔فرمایا۔

عیبہا جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

(اس کے تمام عیب تو نے بیان کیے تو اس کے ہنر کو بھی بیان کر۔)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے توجہ الی اللہ اور ماسوا سے کلی انحراف حاصل ہے، حق جل وعلا کی رضا جوئی کے علاوہ اور کوئی مقصود و مطلوب کونین میں نہیں سمجھتا ہوں۔ میں لقائے یار میں مست اور معشوق کے دیدار میں مدہوش ہوں کہ دنیا و آخرت کی کوئی تمنا نہیں۔

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم
خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم

(میں چاہتا ہوں کہ تیرے ہی خیال میں زندگی گذاروں اور خاک ہو کر تیرے قدموں کے نیچے رہوں)

مقصود مَنْ خَستہ ز کونین توئی
از بہرِ تو میرم و برائے تُوزِیَم

(مجھ خستہ حال کا کونین میں تو ہی مقصود ہے، تیرے نام پر مروں اور تیرے ہی لئے زندہ رہوں۔)

نیز آنجناب بعض اوقات حق جل جلالہٗ کے عشق میں بہ کمالِ شوق یہ رباعی بے اختیار پڑھا کرتے تھے کہ:

حوراں بنظارۂ نگارم صف زد — رضواں زتعجب کفِ خود برکف زد
یک خال سیہ براں رخ مطرف زد — ابدال زبیم چنگ بر مصحف زد

(حوروں نے میرے معشوق کے نظارہ کے لئے صفیں آراستہ کیں اور رضوان نے تعجب سے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ جب اس رخ زیبا پر ایک سیاہ تل ظاہر ہوا، تو ابدال نے ڈر کر مصحف پر ہاتھ مارا۔)

ونیز اس بندہ نے اپنے حالات تحریر کر کے حضور کی خدمت میں عرضی پیش کی تو حضور نے اس کے جواب میں یہ چند سطور تحریر فرمائیں۔ تبرکاً انہیں تحریر کرتا ہوں۔ وہ یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''رقعہ شریفہ پہنچا مضامین مندرجہ نے مسرور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آباء کرام کے مقامات اور علوم و معارف پر فائز فرمائے۔ لطیفۂ قلب کی سیر کے دوران رنگینیاں بہت پیش آتی ہیں یہ تمام ''تلوینات'' ہیں (یعنی رنگارنگی کیفیات ہیں) کوشش فرمائیں اور جناب باری تعالیٰ شانہٗ میں التجا کریں کہ احوالِ باطن میں تمکین (استقامت) پیدا ہو اور حضوری جو حضرت حق سبحانہٗ کو ذات مبارک کے ساتھ ہے اس کا پرتُو (عکس) باطنِ شریف پر نمودار ہو۔ حضور بے غیبت جو جہت فوق سے مُبَرّا (خالی) معلوم ہو وہ دائی ہو جائے اور تمام جہات کو شامل ہو جائے۔ تا کہ نسبتِ نقشبندی حاصل ہو اور بغیر توجہ تمام کے گذشتہ کیفیات و حالات نقدِ وقت نہ ہوں بلکہ وہ بھی فنا ہو جائیں اور یہی فنائیت سیرِ قلبی کے اختتام کی علامت ہے۔ والسلام۔''

یومِ بدھ، تاریخ ۲۰ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

خدمت حضورِ پُرنُور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کا مطلب ان چار چیزوں کا حصول ہے۔

ایک، بے خطرگی یعنی ماسواء اللہ کا خیال دِل سے نکلنا۔

دوسرے، دوامِ حضور یعنی ہمیشہ اللہ کا خیال قائم ہو جانا۔

تیسرے، جذبات یعنی فیوضِ الٰہیہ کی کشش۔

چوتھے، واردات یعنی فیضانِ الٰہی کا وارد ہونا۔

نیز فرمایا کہ ''سفر در وطن'' طریقۂ نقشبندیہ کے اصطلاحات میں سے ہے۔ میرے نزدیک وہ یہ ہے کہ بری خصلتوں سے اچھی خصلتوں کی جانب چلے اور صوفیاء کے مقاماتِ عشرہ (یعنی دس مراتب) حاصل کرے۔ مطلب یہ کہ بے صبری سے صبر کی طرف چلے اور بے توکلی سے توکل کی جانب اور بے قناعتی سے قناعت کی طرف سفر کرے اسی طرح بقیہ سات مقامات حاصل کرے۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ ان دس مقامات کے حصول کا طریقہ اس طور پر ہے کہ کثرت سے لاَ اِلٰـہ اِلاَّ الـلّٰہ پڑھے اور اس کلمہ لاَ اِلٰہ سے (مثلاً) بے صبری کی نفی کرے یعنی میرا مقصود بے صبری نہیں، اِلاَّ الـلّٰہ بلکہ صرف وہ ذات پاک میرا مقصود ہے اور کچھ عرصہ اس پر مداومت کرے انشاء اللہ تعالیٰ انجام کار مقام صبر حاصل ہوگا۔ پھر اسی طرح بے توکلی کی نفی کرے پھر بے قناعتی کی نفی کرے وغیرہ۔

اور نیز حضرت نے فرمایا ''خلوت در انجمن'' کا مطلب حضور و توجہ و آگاہی و یادداشت اور شہود ہے کہ پانچوں الفاظ ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

و نیز حضرت نے فرمایا کہ تمام اکابرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک مرتبۂ ولایت کا کمال یہ ہے کہ ماسوا کا خیال دِل میں نہ آئے اور حضرت حق جل و علا کا شہود اور توجہ ملکۂ دل بن جائے (یعنی دِل عادی بن جائے اور بلا تکلّف اور بغیر کسی آمادگی کے شہود و توجہ حاصل رہے)۔ اور حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے نزدیک اس سے بھی ماوراء ہے، حق تعالیٰ نصیب فرمائے۔

و نیز حضرت نے فرمایا کہ میرے سینہ سے سر تک (حصہ) ایک صاف تختی کی طرح ہے کہ ہرگز غیر کا خطرہ نہیں گزرتا اور ماسوا اللہ کا خیال تک نہیں آتا اور اگر ظاہر میں کسی جانب متوجہ ہوتا ہوں تو مولانا روم ؒ کی طرح خطاب ہوتا ہے کہ۔ (شعر):

قافیہ اَندیشم و دِلدارِ مَنْ گویدم مَندیش جُزْ دیدارِ مَن

[اگر میں کچھ سوچتا ہوں تو میرا معشوق کہتا ہے کہ میرے دیدار کے سوا اور کچھ نہ سوچ]

و نیز حضرت نے ساتوں لطائف بیان فرمائے کہ پانچ عالم امر سے (تعلّق رکھتے) ہیں۔ اور دو عالمِ خلق سے اور وہ پانچ لطیفے جو عالمِ امر سے تعلّق رکھتے ہیں وہ ۱۔ قلب ۲۔ روح ۳۔ سِرّ ۴۔ خِفی ۵۔ اَخفیٰ ہیں اور وہ دو (لطائف) جو عالم خَلق سے (متعلّق) ہیں ۱۔ نَفس اور ۲۔ قالِب ہیں۔ لطیفۂ قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر ہے اور لطیفۂ روح دائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر ہے اور لطیفۂ سِرّ کا مقام بائیں پستان کے برابر وسط

سینہ کے نزدیک اور لطیفۂ خَفی کا مقام دائیں پستان کے برابر وسطِ سینہ سے دو انگل کے فاصلہ پر ہے اور لطیفۂ اَخفیٰ کا مقام وسطِ سینہ ہے۔اور لطیفۂ نَفس کا مقام پیشانی میں ہے۔

یہ چھ لطیفے ہوئے ساتواں لطیفہ قالب ہے جو چاروں عناصر (خاک، باد، آب، آتش) سے مرکب ہے۔اس طرح عناصر کے اعتبار سے دس لطائف ہوئے جن کو لطائف عشرہ کہتے ہیں۔

یوم جمعرات تاریخ ۲۱ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

آنحضرت قلبی و روحی فداہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔(حضرت نے) ارشاد فرمایا ہمارے پیغمبر علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات تمام کمالات نبوّت ورسالت وولایت کے جامع ہیں۔لیکن ہر کمال کا ظہور موقت ہے کسی خاص وقت کے ساتھ اور زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ اور اشخاص میں سے کسی شخص کے ساتھ کہ افراد امت میں جلوہ گر ہوتا رہا۔مثلاً جو کمال کہ آن سرور زمین وزمان علیہ و علی آلہ من الصلوۃ اتمھا و من التحیات اکملھا کے بدن مبارک سے متعلق تھا مثلاً بھوکا رہنا اور جہاد کرنا اور عبادت کرنا، حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں جلوہ گر ہوا۔اور جو کمال کہ حضور سرور عالم ﷺ کے قلب مبارک سے تعلق رکھتا تھا۔مثلاً ذوق و شوق و استغراق و بیخودی، آہ و نعرہ اور اسرار توحید و جودی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اولیائے امّت میں ظہور پذیر ہوا۔اور جو کمال کہ اشرف النفوس آں سرور علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر کے لطیفۂ نفس سے ناشی ہوا۔مثلاً استہلاک و اضمحلال وہ خواجۂ خواجگان بہاء الملّۃ والدّین خواجہ بہاء الدّین نقشبند ؒ کے زمانہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر میں جلوہ گر ہوا۔اور جو کمال کہ اسم مقدس محمد علیہ صلوات اللہ تعالیٰ الملک الصمد سے متعلق تھا۔وہ ہزار سال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ سے جلوہ گر ہوا۔غرض کہ جو کمالات کاملان طُرُق سے ظہور پذیر ہوئے وہ سب حضرت پیغمبر علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کے کمالات کے عکس اور پَرتَو تھے کہ حضور جامع جمیع کمالات ہیں کہ ع

آنچہ خُوباں ہَمہ دَارَند تو تَنہا داری

(وہ حضرات جو خوبیاں رکھتے تھے آپ تنہا ان خوبیوں کے حامل تھے۔)

اے ذات تو از صفاتِ ما پاک

کُنہ تو برون زحدِّ ادراک

ہم از تو منیر شمع و انجم

ہم از تو بلند قصرِ افلاک

آدم زتو شد منوّر ازمَہ

پید است مقام ذرّہٗ خاک

ترجمہ:

۱۔ اے وہ کہ تیری ذات ہماری صفات سے پاک ہے تیری حقیقت ادراک کی حد سے باہر ہے۔

۲۔ تیری ذات ہی کے پرتو سے شمع و ستارے روشن ہیں۔ تیری قدرت سے ہی قصر افلاک بلند ہیں۔

۳۔ تیرے ہی نور سے (حضرت) آدم چاند سے زیادہ روشن ہوئے جبکہ ذرّہ خاک سے ان کی پیدائش ہے۔)

اسی دوران میں نفس کے اطمینان اور مقام رضا کے حصول کا ذکر آیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں پہلے کثرت ذکر و توجہ اور مراقبہ کے ذریعہ قلب کا تصفیہ کرتے ہیں جس کی کیفیت ماسوا کا خیال نکل جانا اور حضور و آگاہی کی مداومت ہونا ہے۔ اور اسی کے ذیل میں بقیہ چاروں لطائف (روح و سر وغیرہ) کی تربیت و تہذیب بھی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد نفس کے تزکیہ (پاک کرنے) میں مشغول ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ استہلاک و اضمحلال اور دعویٰ انا کی شکستگی ہو کہ سالک اپنے حق میں ''انا'' کا لفظ بولنا دشوار سمجھے۔ اس وقت راضی اور مرضی (کی کیفیت) اور فناء انا حاصل ہوتی ہے، اور نفسِ لمّارہ مطمئنہ بن جاتا ہے اور بری خصلتیں زائل ہو جاتی ہیں یعنی غرور و تکبر، حسد و بغض، کینہ و عجب وغیرہ اچھائیوں سے بدل جاتی ہیں۔

یومِ جمعہ، تاریخ ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۳۱ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ایک شخص نے آنجناب سے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کے بارے میں سوال کیا۔حضرت نے اوّل سے آخر تک تمام سلوک مختصر انداز میں بیان فرمایا، افسوس کہ بندہ کو وہ پوری تقریر رشک اکسیر جوکہ قلوب کے لئے کیمیا کا حکم رکھتی ہے اس خوش اسلوب نہج پر ہُو بہُو یاد نہ رہی مگر اس کا خلاصہ تحریر کرتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ انسان لطائف عشرہ سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ان میں سے پانچ عالمِ امر سے اور پانچ عالم خلق سے متعلق ہیں۔یعنی ۱۔قلب ۲۔روح ۳۔سر ۴۔خفی ۵۔اخفیٰ (یہ عالم امر کے ہیں) اور ۱۔نفس ۲۔باد ۳۔خاک ۴۔آب ۵۔آتش (کہ عالمِ خلق سے متعلّق ہیں) اورتحت الثریٰ سے عرش تک عالمِ خلق ہے اور بالائے عرش عالمِ امر ہے۔

پہلے سالک کو ذکر قلبی اور نگہداشتِ خواطر اور وقوفِ قلبی کی تلقین کی جاتی ہے جب دل کو بےخطرگی (یعنی ماسوااللہ کے خیال کا بالکل نہ آنا) یا کم خطرگی اور حضور و آگاہی حاصل ہوجاتی ہے تو جذبات و واردات آنے لگتے ہیں اور فنائے قلبی کہ ماسوا کا بھول جانا ہے میسّر ہوتا ہے اور تجلّی افعالی جلوہ گر ہوتی ہے (مطلب یہ) کہ سالک اس حال میں افعال کو اپنے یا تمام عالم کے ساتھ منسوب نہیں کرتا۔تمام افعال کو فاعل حقیقی کے فعل سے نسبت دینے لگتا ہے (یعنی یہ سمجھتا ہے کہ تمام افعال اس فاعلِ حقیقی جل شانہٗ سے صادر ہوتے ہیں) اور یہی وہ دیکھتا اور کہتا ہے: قطعہ

طرّۂ ناز را دُوتا کرد کہ کرد یار کرد
دِل بدُو عالم آشنا کرد کہ کرد یار کرد
کعبہ و دَیر و بتکدہ ساخت کہ ساخت یار ساخت
کافر و رِند و پارسا کرد کہ کرد یار کرد

ترجمہ: زلفِ ناز کو خمیدہ کر دیا۔کس نے کیا؟ یار نے کیا
دِل کو دو عالم سے آشنا کیا کس نے کیا؟ یار نے کیا

کعبہ و دیر اور بتخانہ بنایا کس نے بنایا؟ یار نے بنایا
کسی کو کافر کسی کو رند اور کسی کو پارسا کردیا کس نے کیا؟ یار نے کیا

نیز سیرِ لطیفہ قلبی میں ذوق وشوق، آہ و نعرہ، استغراق و بیخودی اور وجد و رقص سالک کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ اور (اس وقت) توحیدِ وجودی اس پر منکشف ہوتی ہے (جس کی وجہ سے) وہ انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی جیسے نعرے لگانے لگتا ہے اور بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ ؎

من نمی گویم انا الحق یارمی گوید بگو
چوں نمی گویم مرا دلدار می گوید بگو

(میں انا الحق نہیں کہتا یار کہتا ہے کہ کہو جب نہیں کہتا ہوں تو یار کی جانب سے ہدایت ہوتی ہے کہ کہو)

جس وقت غیریت نظر سے اٹھ جاتی ہے تو اپنے کو بھی اسکا عین'' سمجھتا ہے اور زبانِ حال سے ترنم کے ساتھ یہ بات کہنے لگتا ہے ؎

ماز دریائیم و دریا ہم زماست   ایں سخن داند کسے کو آشناست

(میں دریا سے ہوں اور دریا مجھ سے ہے۔ یہ بات وہی جان سکتا ہے جو آشنا ہو۔)

اور بجز ایک وجود کے اور کچھ نہیں پہچانتا۔ قطعہ ؎

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ   پس بَرَنگے ہر یکے تابی عیاں انداختہ
جملہ یک نور ست لیکن رنگہائے مختلف   گفت و گوی درمیانِ ایں و آں انداختہ

(وہی ایک آفتاب ہزاروں آئینوں میں چمکتا ہے اور ہر رنگ کے آئینے سے اسی رنگ کی روشنی نکلتی ہے۔ ان تمام انوار کا مرکز وہی ایک نور ہے لیکن رنگ مختلف ہیں۔ ''یہ'' اور ''وہ'' کا تذکرہ چھوڑ دو)

کبھی فنا کا لباس پہن لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

خواجہ مگو کہ من منم من نہ منم نہ من منم   جانِ من اوست در تنم من نہ منم نہ من منم
فاش و نہاں او منم، گنج و روانِ او منم   گوہرِ کانِ او منم من نہ منم نہ من منم
شمس منم قمر منم بحر منم گہر منم   جوہرِ سیم و زر منم من نہ منم نہ من منم

۱۔ اے خواجہ یہ نہ کہیئے کہ میں، میں ہوں، میں نہ میں ہوں، نہ میں میں ہوں۔ میری جان اس کی ہے جو میرے تن میں ہے، میں نہ میں ہوں، نہ میں میں ہوں۔

۲۔ اس کا ظاہر و باطن میں ہوں اور میں اس کی روح و خزانہ ہوں، میں اس کی کھان کا گوہر ہوں (لیکن) میں نہ میں ہوں نہ میں میں ہوں۔

۳۔ میں آفتاب ہوں، میں مہتاب ہوں، میں سمندر ہوں، میں موتی ہوں، چاندی اور سونے کی اصل میں ہوں، میں نہ میں ہوں، نہ میں میں ہوں۔

اور کبھی بقا کی خلعت پاتا ہے اور اس کا اظہار یوں کرتا ہے کہ

نقاش ہر نقشم عیاں من عاشق دیرینہ ام　　دیگر کسے نے درمیاں من عاشق دیرینہ ام

من ہم زمینم ہم سما من باتو ہستم جملہ جا　　ہم آفتابم ہم ضیا من عاشق دیرینہ ام

ترجمہ:

ہر ظاہر نقش کا نقاش میں ہوں کہ میں پرانا عاشق ہوں
دوسرا کوئی بیچ میں نہیں ہے۔ میں ہی عاشقِ دیرینہ ہوں
میں ہی زمین ہوں اور میں ہی آسمان اور میں تیرے ساتھ ہر جگہ ہوں
میں ہی آفتاب اور میں ہی روشنی ہوں، میں عاشقِ دیرینہ ہوں

اور اسی لطیفہ قلب (کی سیر کے دوران) میں پہلے مراقبۂ احدیت فرماتے ہیں یعنی اسمِ مبارک اَللّٰہ کا مسمّٰی دِل میں محفوظ رکھتے ہیں پھر اس کے بعد مراقبۂ معیت **وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ** کو پیشِ نظر رکھتے ہیں اور انہیں مراقبات سے توحید وجودی کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور سالک جب لطیفہ قلب کا سلوک تمام کرتا ہے تو لطیفۂ روح کی سیر میں عروج واقع ہوتا ہے اور اس میں تجلی صفاتِ ثبوتیہ الٰہیہ جلوہ گر ہوتی ہے کہ سالک اپنی اور تمام عالم کی صفات کو حضرت حق کی صفات میں گم پاتا ہے۔ اس کے بعد سیر لطیفہ سِرّ میں واقع ہوتی ہے اور وہاں شیوناتِ ذاتیۂ الٰہیہ کی تجلی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ خفی کی سیر ہوتی ہے۔ جس میں صفاتِ سلبیۂ الٰہیہ جلوہ گر

ہوتی ہے اس کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کی سیر اور وہاں شانِ جامع الٰہی کی تجلّی منکشف ہوتی ہے، اس کے بعد لطیفۂ نفس کے تزکیہ میں مشغول ہوتے ہیں۔

یہ سب کچھ جو کہا گیا ہے حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے تلقین کا طریقہ تھا لیکن دونوں حضرات نے (خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید وعُروۃُ الوُثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما نے) اس دراز راستہ کو مختصر کر دیا اور اپنا معمول یہ بنایا ہے کہ لطیفۂ قلب کے تصفیہ کے بعد لطیفہ نفس کے تزکیہ میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور تصفیہ قلب کے ضمن میں لطائف اربعہ (یعنی روح، سِرّ، خَفی اور اَخفیٰ) کا تصفیہ بھی میسّر ہو جاتا ہے۔ الغرض یہاں تک دو دائروں کا سلوک طے ہو جاتا ہے۔ یعنی

۱۔ دائرہ امکان، اور

۲۔ دائرہ ولایتِ صغریٰ

اور ان دونوں دائروں کے نتیجہ میں مقاماتِ عشرہ حاصل ہوتے ہیں کہ وہ (مقامات عشرہ) توبہ وانابت، زہد و ورع اور توکل وقناعت وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد لطیفہ نفس کی آراستگی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس وقت ''انا'' کی فنائیت اور توحید شہودی منکشف ہوتی ہے اور اسی مقام پر مراقبۂ اقربیت کرتے ہیں یعنی نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (''ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔'')
کے معنی کا لحاظ کرتے ہیں اور اس لطیفہ میں ساڑھے تین دائرے طے ہوتے ہیں جو دائرہ ولایت کبریٰ میں شامل ہیں۔ اس کے بعد سوائے عنصر خاک کے تینوں عناصر کے لطائف کی سیر شروع ہوتی ہے اور اس کو ولایت عُلیا کہتے ہیں۔ جو ولایتِ ملاء اعلیٰ ہے۔ اس کے بعد دائرہ کمالاتِ نبوّت منکشف ہوتا ہے اور یہاں سیر عنصر خاک میں ہوتی ہے اور تجلّیِ ذاتی دائمی ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے دائرہ کمالاتِ رسالت، اس کے بعد دائرہ کمالات اولوالعزم ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد حقائق میں سیر واقع ہوتی ہے (یعنی) دائرہ حقیقتِ کعبہ، دائرہ حقیقتِ قرآن، دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ، دائرہ

معبودیتِ صرف، دائرہ حقیقتِ ابراہیمی، دائرہ حقیقتِ موسوی، دائرہ حقیقتِ محمدی، دائرہ حقیقتِ احمدی، دائرہ حبّ صرف اور دائرہ لاتعین منکشف ہوتے ہیں۔ کس کے نصیب جو یہاں تک پہنچے اور کس کا مقدر جو اِن مقامات کی سیر کرے، نکتہ شناس عاقلوں کی عقل اس مقام پر حیرت کے بھنور میں ڈوبتی ہے اور دقیقہ شناس ہوشمندوں کو فکر سرور دامنگیر ہوتی ہے۔

ذلک فضل الله یوتیه من یشاء (یہ اللہ کا فضل ہے، دیتا ہے جسے چاہتا ہے)

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اس ہزار سال کے اولیاء اللہ کے ہموزن ہیں۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۲۳ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

یہ غلام اس قبلۂ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت اکلِ حلال کے طلب کا ذکر آیا۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا جس طرح مؤمنین پر طلبِ حلال فرض ہے، اسی طرح عارفین پر ترکِ حلال واجب ہے۔ (یعنی حلال روزی کی جستجو چھوڑ کر اللہ جل شانہٗ کی عنایت پر توکل کرے) اسی درمیان میں خواہشات نفسانی کے ترک کرنے کا ذکر آیا، تو فرمایا جو شخص خواہشاتِ نفس کی غلامی کرتا ہے وہ خدا کا بندہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اے دوست! جب تک تو اس میں گرفتار ہے اسی کا بندہ ہے۔

اس کے بعد صوفیاء کی بے نفسی کا ذکر ہوا۔ فرمایا کہ حضرت ابو العباس بن قصاب علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں ایک شخص بیعت کے لئے آیا اور استنجا کے لئے لوٹا طلب کیا ایک صوفی نے ایک لوٹا پانی بھر کر اس شخص کو دیا۔ اس نے لوٹے کو توڑ دیا اور دوسرا طلب کیا۔ دوسرا لوٹا دیا گیا اس کو بھی توڑ کر تیسرا مانگا یہاں تک کہ خانقاہ کے تمام لوٹے توڑ ڈالے اور کہا کہ اپنے شیخ سے کہو کہ اپنی داڑھی ہمارے استنجاء کے لئے دیں۔ حضرت ابو العباس کی خدمت میں یہ خبر پہنچی۔ آپ تشریف لے آئے اور اپنی داڑھی ہاتھوں میں پکڑ کر بولے۔ قصاب کے بیٹے کی خوش نصیبی کہ اس کی داڑھی ایک مسلمان کے استنجا کے کام آئے وہ شخص حضور کے مبارک قدموں پر گر پڑا اور بولا کہ میں حضرت

کی بے نفسی دیکھنا چاہتا تھا۔

اس کے بعد صبر کا ذکر آیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک صابر بزرگ تھے اور تمام بدن مبارک پر زخم ہی زخم تھے یہاں تک کہ سر کے بالوں سے پیر کے ناخونوں تک کیڑے پڑے ہوئے تھے جو جسم کا گوشت کھاتے تھے۔ ایک دن اُن بزرگ نے اپنے ایک مرید سے دریافت فرمایا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا بھی ہے جہاں کیڑے نہ لگے ہوں؟ اس نے عرض کیا نہیں! صرف زبان مبارک ہے انہوں نے فرمایا شکر ہے کہ شکر ادا کرنے کے لیے (زبان) باقی ہے۔ اور کہا کہ اسی طرح باطن میں بھی سوائے قلب کے کیڑوں سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ شکر ہے کہ دِل ذکر کے لئے باقی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اے میرے ربّ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) لیکن میں نے اب تک نہیں کہا۔

[اس حکایت میں بظاہر ایک ولی کا صبر کرنا نبی کے صبر پر فوقیت ظاہر کرتا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہٗ نے اپنے ایک مکتوب نمبر ۱۰ مقامات مظہری ص ۲۴۹، مطبوعہ حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی) میں اس نکتہ کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ ولی نے جو کچھ کہا وہ اپنے اعتبار سے صبر کو سمجھتے ہوئے کہا مگر حضرت ایوب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے ایک عرصہ صبر کیا' آخر میں اپنی تکلیف کا اظہار رب تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں کیا' تو وہ آہ وزاری کرنا اس وقت اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ انکی تعریف میں فرماتا ہے۔ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ (ہم نے اسے صبر کرنے والوں اور اچھے بندوں میں پایا، بے شک وہ ہماری طرف رجوع کرنے ولا ہے) چنانچہ انکو 'اوّاب'' (اللہ کی طرف رجوع کرنے والا) کے منصب کا خلعت ملا۔ تشریح از ابوالنصر انس فاروقی عفی عنہ]

اس کے بعد ماسواء اللہ سے رخ پھیرنے کا ذکر ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ حضرت شیخ

ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میرے سامنے جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں دیکھ لوں مگر میں نے (حق تعالیٰ کے علاوہ) غیر سے اس طرح آنکھیں چُرائی ہیں کہ اس کی طرف نظر نہیں ڈالتا۔

یوم اتوار، تاریخ ۲۴ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا قدماء کا طریقہ ریاضت و مجاہدات کا تھا۔

(لیکن) حضرت خواجہ خواجگان پیر پیران مرہم دلہائے دردمند خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے سنت پر عمل کر کے راہ کو آسان بنا دیا بموجب آیۂ کریمہ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ ۱۸۵) (اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر مشکل) کے سخت ریاضتوں سے منع کر کے ہم کم ہمت لوگوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے اور اس طریقہ عالیہ میں بغیر محنت کے صرف اکابر کی توجہات سے فیض حاصل ہوتا ہے اور سالک ہر مقام سے بہرور ہوتا ہے۔

سبحان اللہ خواجۂ خواجگان کی شان بھی عجیب ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔

سکّہ کہ بر یثرب و بطحا زدند
نوبتِ آخر بہ بخارا زدند

[مکہ و مدینہ میں جو سکّہ جاری ہوا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ بخارا میں بھی جاری ہوا]

یوم پیر، تاریخ ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

حضورِ پُر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں جو کچھ راہ الٰہی میں فقراء کو دیتا ہوں اس کے ثواب کے تین حصے کر کے ایک حصہ سیّد الاوّلین والآخرین علیہ افضل الصلوات المصلّین کی روح کو اور ایک حصہ اپنے پیر و مرشد قلبی و روحی فداہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ وہ جانتے ہیں اور ان کے شیوخ جس طرح سمجھتے ہیں تقسیم فرماتے ہیں اور ایک حصہ اپنے ماں باپ

کو بخشتا ہوں۔

پس اسی درمیان درویشوں کے مقامات کا بھی ذکر آیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی اور ایک دوسرے بزرگ رضی اللہ عنہما حضرت ابوالعباس قصاب علیہ الرحمۃ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے دریافت فرمایا کہ دائمی خوشی بہتر ہے یا ہمیشگی کا غم۔ ابن قصاب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں اللہ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ ان دونوں باتوں سے بالا ہوں اور ایسے مقام پر ہوں جہاں نہ غم کا گزر ہو سکتا ہے نہ خوشی کا کوئی دخل۔

از وصل و فصل رافتؔ در منزلے درآئیم　　　شادی و غم نگنجد در محفلے کہ مائیم

[اے رافتؔ جڑنے اور بچھڑنے سے بے نیاز ہو کر ایک منزل پر پہنچا ہوں۔ میں ایک ایسی محفل میں ہوں کہ وہاں خوشی و غم کا گزر نہیں]

پھر حضور میں ولایت کے معنی کے سلسلہ میں بات چھڑ گئی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ لفظ ولایت کے معنی واؤ کی زیر کے ساتھ تصرّف (یعنی قبضہ کے ہیں) اور واؤ کے زبر کے ساتھ قرب الٰہی کے معنی دیتا ہے اور ہمارے طریقہ میں واؤ زبر کے ساتھ ہونا چاہیئے اور زیر کے ساتھ ضروری نہیں ہے۔

و نیز فرمایا کہ ولی فَعِیْلٌ کے وزن پر صفتِ مشبہ ہے جو فاعل و مفعول دونوں معنی میں آتا ہے۔ یعنی حق کو دوست رکھنے والا اور حق کا دوست رکھا ہوا، اور ان دونوں کا حاصل ایک ہی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ اس کو گناہوں اور منہیات (یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے) سے محفوظ رکھتا ہے یا وہ خود حق تعالیٰ جل وعلا کی مدد سے منہیات سے پرہیز کرتا ہے بلکہ جملہ ماسوی اللہ سے وہ روگردانی کرتا ہے۔

اس کے بعد مجلس شریف میں کشف و کرامات کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا سالکِ راہِ حقیقت سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر کرامات کی شروعات ہوئی ہے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ وہ کھانا بہت کم کھاتے اور حرام سے پرہیز فرماتے اور کلام کم کرتے،

عوام سے خلوت اختیار کرتے، کم سوتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے اور کثرت ذکر و دوام فکر اور دوسرے مجاہدات و ریاضات ان کا معمول تھا لیکن اس طریقۂ مقدسہ میں امام الاصفیاء سیّد الاولیاء حضرت خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ کی بنیاد دو چیزوں پر رکھی ایک محبت دوسرے شریعت کی پابندی اور عزیمت پر عمل اختیار فرمایا' اگر ہو سکے ورنہ رخصت پر عمل کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ پس اس طریقۂ عالیہ کی کرامت یہ ہے کہ ارادہ کر کے دلِ طالب میں ذکر القا فرماتے ہیں اور توجہ فرما کر طالب کے دل میں جمعیت پیدا فرماتے ہیں اور توجہ کر کے ہی طالبین کے دِل میں حضور و آگاہی اور جذبات و واردات لاتے ہیں اور خاص لوگ اسی کو کرامت سمجھتے ہیں اگر چہ عوام کے نزدیک کرامت یہ ہے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور دوسری غیر ممکن باتوں کا ظاہر ہونا، اگر چہ وہ چیزیں راہِ حق میں کار آمد نہیں اور یہ (جن کا اوپر ذکر ہوا) عین راہ ہے اور ان اولیاء عظام کا بہترین طریقہ مثل طریقہ اصحاب کرام کے ہے کہ ان حضرات میں جمعیت و حضور تھا نہ کہ کشف و کرامات۔

مابرائے استقامت آمدیم　　　　نے پئے کشف و کرامت آمدیم

[ہم استقامت کے لئے آئے ہیں نہ کہ کشف و کرامت کے لئے آئے ہیں]

یوم منگل، تاریخ ۲۶ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں دو چیزیں اختیار کرتے ہیں۔

ایک، اتباعِ سنّت، دوسرے، قلب کی جانب توجہ،

جیسا کہ اصحاب کرام کا طریقہ تھا۔ اور اصحابِ عظام تمام اولیاء امّت سے افضل ہیں کمالات میں۔ کیونکہ ان کے کمالات اصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اولیاء کے کمالات فروع اور ان کا عکس ہیں۔ پس جس طریقہ میں صحابہ کے اطوار او رڈھنگ پائے جائیں وہی دوسرے طریقوں سے افضل ہوگا۔

اس کے بعد حضور میں جمعیت و بے خطرگی کا تذکرہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب دِل سے خطرات زائل ہو جاتے ہیں اور قلب کے اندران کی گنجائش نہیں ہوتی تو قلب کے باہر وہ جمع ہوتے ہیں پس ضروری ہے کہ ان کو وہاں سے بھی ہٹایا جائے اور اسکے گرد سے انکو دفع کرے۔ اور جب وہاں سے دور ہوتے ہیں تو حسِ مشترک میں پیشانی کے مقام پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب وہ جگہ بھی خطرات سے پاک ہو جاتی ہے، تو ان کا ٹھکانہ دماغ کی قوت متخیلہ ہوتا ہے اور جب پروردگار عالم کے فضل وکرم اور شیوخِ کبار کے توجہات کی بدولت وہاں سے دفع ہو جاتے ہیں تو پھر کہیں نہیں آتے لیکن اس قسم کا ازالہ حاصل ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ** (یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے۔)

اس کے بعد حضور پرنور میں الہامات کا تذکرہ آیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ الہام کے لئے اکل حلال، صدق مقال، طہارتِ دوام اور خلوت از عوام چاہیے اور منہیات سے پرہیز چاہیے۔ (یعنی حلال روزی، باتوں میں سچائی، جسم کا پاک رہنا اور باطن کا ماسوا سے تصفیہ و تزکیہ اور جو باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے بچنا چاہیے) اور الہام کی چند قسمیں ہیں۔ ایک اس زمین و آسمان کے مالک کی جانب سے القاءٗ دوسرے فرشتوں کی صدا، تیسرے روحانی پکار، چوتھے نفسِ مطمئنہ و فانی کی آواز۔ پس جس قسم کا بھی ہو اس پر کامل توجہ کے ساتھ غور و خوض کریں کہ یہ الہام غیبی آواز ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں یا شیطان کا بہکاوا تو نہیں۔ **نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ** (ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں اس سے)

یوم بدھ، تاریخ ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

یہ غلام اس قبلۂ انام و کعبۂ خواص و عوام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فنا کا مطلب آرزوؤں کا ازالہ ہے۔ ایک بزرگ کا فرمان اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (بیت ہندی)

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا ترى آرزو ہے اگر آرزو ہے

اس کے بعد حضور پُرنُور میں مقربین حق جلّ وعلا پر مصائب کا ورود اور ان کا (غموں میں) مبتلا ہونے کا تذکرہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ بلاؤں میں مبتلا کرنا اور غموں میں گرفتار کرنا اس معشوق نازنین کی جانب سے عاشق مسکین کے سچے عشق ومحبت کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔ ؎

نیست بے موجب پے آزارِ ما

امتحان می خواہد از ما یارِ ما

[ہمارا دکھ بے وجہ نہیں ہے ہم سے ہمارا دوست امتحان لینا چاہتا ہے]

راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ افسوس صد افسوس عاشق جس قدر روتا ہے وہ (معشوق) اسی قدر ہنستا ہے۔ عاشق مہجور جتنا غمگین ہوتا ہے، وہ اتنا ہی مسرور ہوتا ہے، عاشق مضطر کے درد، معشوق دلبر کے آرام ہیں۔ عاشق شیدا کی رقّت، معشوقِ رعنا کی فرحت ہے۔ ؎

چنداں کہ طپید بسملِ ما خنداں ترگشت قاتلِ ما

[ہم بسمل جس قدر تڑپتے ہیں، ہمارا قاتل اسی قدر خوش ہوتا ہے]

اسی مجلس میں حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ سمجھدار آدمی دو چیزیں توڑ کر دو چیزیں درست رکھتا ہے۔ دل شکستہ اور پائے شکستہ، یقین کو درست اور دین کو درست رکھتا ہے یعنی دل کو آرزوؤں سے توڑے اور صرف مولا کی تمنا رکھے، ماسوا کی جستجو میں دوڑ دھوپ سے پیر توڑے۔ شریعت وسنّت کے مطابق دین درست ہو اور حقیقت ومعرفت کے مناسب یقین ٹھیک ہو۔

یوم جمعرات، تاریخ ۲۸ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

فدوی محفل عالی میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایمان باللہ فرض ہے اور اس کے تین معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ایک یہ کہ حق جل وعلا کی وحدانیت پر ایمان لانا۔

دوسرے یہ کہ یہ یقین کرنا کہ جو کام بھی وقوع میں آتا ہے اس بے نیاز جلت عظمت کے فیصلہ سے ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جو خوشی و غم اور جو آرام و تکلیف کہ پیش آئے، اسے حق کی جانب سے سمجھے اور اسی کا اقرار کرے (اس طرح کہ) درد و غم سے خوش اور تکلیف پہنچنے پر بشاش رہے۔

راقم عفی عنہ کہتا ہے جو چیز محبوب کی جانب سے ہے وہ مرغوب ہے اور دوست کی طرف سے جو ہوتا ہے اس کی مصلحت اسی کو معلوم ہے۔

ناصحا گر کشت مارا دوست ما دانیم و دوست　　در بقتل من رضائے اوست ما دانیم و دوست

قہرِ او عینِ رضاً و مہرِ او عینِ مُراد　　اے عزیزآں ایں چہ گفت و گوست ما دانیم و دوست

[اے ناصح! اگر دوست نے مجھے کشتہ کیا (قتل کیا) تو ہم جانیں اور دوست جانے۔ اور اگر اس کی رضا میرے قتل ہی میں ہے، تو اس کو ہم سمجھیں اور ہمارا دوست سمجھے۔ اس کا قہر عین رضا اور اس کی مہر (مہربانی) عین مراد ہے۔ اے دوستو! اس میں تمہارے کہنے سننے کی کیا بات ہے یہ معاملہ تو ہم سمجھیں یا ہمارا دوست]

عاشق کو چاہیئے کہ محبوب کے ستم کو عین احسان اور جفا کو عین وفا سمجھے۔

جور و احسان است یکساں عاشقِ بیتاب را　　تشنہ لب نہ شناسد از آبِ بقا سیلاب را

[ظلم اور احسان عاشق بیتاب کے نزدیک یکساں ہیں۔ جو آب بقا کا پیاسا ہو سیلاب کو خاطر میں نہیں لاتا]

نہیں نہیں! ڈانٹ پھٹکار میں جو لذت ہے وہ انعام میں کہاں اور جفاؤں میں جو لطف ملتا ہے وہ وفاؤں میں کہاں نصیب۔

بِدَم گفتی و خُرسندم عفاک اللہ نکو گفتی　　جواب تلخ میزیبہ لب لعل شکر خارا

[آپ نے مجھے بُرا کہا، میں راضی ہوں، اللہ آپ کو معاف فرمائے، آپ نے خوب کہا، جواب تلخ ان شیریں سخن لب لعل کو زیبا ہے]

ہاں! جو ایسا نہیں اسے عشق بھی نہیں۔ عاشق بیچارے کو تو آوارہ اور غمگین ہونا چاہیے۔ غم بیچارگی میں اسے لطف آئے اور اسی آوارگی میں ہی وہ مگن رہے، تیرِ نظر کے ہر زخم سے اسے فرحت ملے اور اشارۂ ابرو میں اسے کمال مسرّت ملے۔ ایک صاحب خوب فرماتے ہیں ؎

خوباں دل و جان مبتلا می خواہند　　زخمے کہ زنند مرحبا می خواہند

ایں قوم ایں قوم چشم بددور ایں قوم　　خون می ریزند وخوں بہا می خواہند

[معشوق لوگ دل و جان کو گرفتار دیکھنا چاہتے ہیں، جو زخم وہ لگاتے ہیں اس پر مرحبا سننے کے خواہشمند ہیں۔ یہ قوم! یہ قوم! چشم بددُور یہ قوم (بھی عجیب ہے کہ) خون بہاتے ہیں اور خون بہا مانگتے ہیں]

اس کے بعد حضور پُر نُور میں سماع اور اہل سماع کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت پیرِ طریقت، ہادیٔ حقیقت، قطبِ بحر و کوہ، خواجہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حرمتِ سماع کے قائل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ سماع کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سماع میں دل کا میلان فسق کی جانب ہوتا ہے اور مجھ کو حق کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ پس جس وقت سبب مسدود ہو تو مسبب کیسے پایا جائے گا۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوط۔ (جب شرط ہی نہ پوری ہو تو مشروط کا کیا ذکر۔)

و نیز حضرت ایشاں نے فرمایا سماع ولایت قلبی میں ضرور ترقی بخشتا ہے لیکن ولایتِ عالیہ میں قرآن مجید کی تلاوت، ذکر و نوافل کی کثرت، درجاتِ ولایت کے تفاوت کے ساتھ (ترقی بخشتا ہے)۔

نیز حضرت نے فرمایا نسبت نقشبندیہ مجددیہ ہلکی بدلی کی طرح ہمارے سر پر سایہ گستر ہے۔ سماع و نغمہ اور سرود کی آواز جب بھی کانوں میں پہنچتی ہے تو اس (بدلی) کو پھاڑ ڈالتی ہے اور قلب کی طرف توجہ کرتی ہے اور ذوق و شوق پیدا کر کے بیتاب بنا دیتی ہے۔

یوم جمعہ، تاریخ ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

بندہ کمترین قبلۂ اصحاب دین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ فقر و فاقہ کمال طریق ہے۔ درویشوں کو حضرت پیغمبر علیہ صلوٰت اللہ الاکبر کا طریقہ اپنانا چاہیئے، اس کے خلاف درست نہیں ہے اور حضرت پیغمبر ﷺ کے حالات یہ تھے کہ بھوک کی شدّت میں پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور توکل پر تکیہ کرتے اور بلاؤں پر صبر فرماتے اور عطاو بخشش پر شکر بجالاتے تھے۔ آپ کے قلّت طعام کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً

مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

[(حضرت) محمد ﷺ کے گھر والوں نے کبھی دو دن متواتر جَو کی روٹیوں سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ (حضرت) رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے]۔ (شمائل ترمذی)

فقراء کہتے ہیں کہ شب کو بھوکا رہنا درویشوں کے لئے لیلۃ المعراج ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ درویش اگر تین دِن کے بعد بھی کھانا طلب کرے تو صوفی نہیں، اس کو خانقاہ سے نکال باہر کرنا چاہیئے۔

روایت ہے کہ ایک بزرگ کے دِل میں تین شبانہ روز کے بعد کھانے کا خیال آ گیا الہام ہوا کہ اے کم ہمّت! تو نے میری صحبت کو روٹی کے عوض بیچ ڈالا۔

اس کے بعد حضور پُر نور میں حضور مع اللہ کا ذکر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ دِل میں حضوری کی وہ کیفیت ہونی چاہیئے کہ ماسوا کا خیال تک بالکل نہ آئے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ایک بزرگ گریبان میں سر ڈالے مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ ایک بلّی بھی وہیں چوہے کی گھات میں چپ بیٹھی ہوئی تھی، اتفاقاً اس بزرگ کے دِل میں ماسوا کا خیال آ گیا۔ عتاب نازل ہوا کہ اے کم ہمّت! میں چوہے سے تو کم نہیں ہوں نہ تو بلّی سے کم ہے پس دیکھ بلّی کس طرح چوہے کی طرف

متوجہ ہے اور تو نے غیر سے ہم آغوش ہو کر میری یاد فراموش کر دی۔ (یعنی بلی اپنی مرغوب چیز کی طرف کس طرح متوجہ ہے اور ایک صوفی کو اللہ کی یاد میں کتنا ہمہ تن مشغول ہونا چاہیئے)

ونیز حضرت نے فرمایا کہ حضور و جمعیت اور توحید وجودی لطیفۂ قلب کی سیر میں ہوتا ہے لیکن فناء انا اور اضمحلال و استہلاک لطیفۂ نفس کی سیر میں واقع ہوتا ہے۔ اور اس وقت شکستگی اور نابودگی (نہ ہونا) ونیستی سالک کو حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

چیست معراج فنا ایں نیستی　　عاشقاں را مذہب و دیں نیستی

[معراج فنا کیا ہے؟ وہ یہی نیستی ہے۔ جو عاشقوں کا مذہب اور دین ہے۔ (نیستی یعنی اپنی حیثیت واہمیت کا احساس ختم ہو جانا]

اس کے بعد حضور میں صحابہ کے بعد افضلیت کا ذکر ہوا کہ تابعین کے زمانہ میں سب سے افضل کون ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض نے بسبب عبادت اور نسبی تعلق کی بنا پر امام العارفین حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو افضلیت دی ہے اور بعضوں نے فقر و زہد اور ترک و تجرید (بمعنی خلوت) اور حضرت خاتم الرسول علیہ التحیات کے ساتھ بیحد محبت ہونے کی وجہ سے حضرت اویس قرنی قدس سرہٗ کو افضل قرار دیا ہے اور بعضوں نے شریعت کے رواج دینے اور ملّت کی تجدید کے سبب سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو افضل مانا ہے اور بعضوں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو بہتر کہا ہے کہ وہ شریعت سے خوب واقف تھے اور طریقت کے طریقے انہوں نے رائج کئے ہیں۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۳۰ رماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

غلام قبلۂ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ انوار کا عرفان یہ ہے کہ سالک فیوض و برکات اور انوار و اسرار کا امتیاز کر لے اور ہر شئے میں علٰیحدہ علٰیحدہ سمجھ لے۔ یعنی فرقِ بیّن (یعنی واضح فرق) قرآن پاک کی تلاوت اور درود شریف اور نوافل وغیرہ کے انوار میں

کر سکے۔ اور ظلمات کا عرفان یہ ہے کہ ممنوعات (شرعیہ) میں سے ہر چیز کی تمیز کر سکے مثلاً حرام اور شُبہ کا کھانا اور غیبت وفحش وغیرہا، کی ظلمتوں میں تمیز ہو سکے۔

ونیز اسی مجلس میں میاں رمضان شاہ خلیفہ مولوی عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے واقعہ (یعنی باطنی مشاہدہ کی حالت) میں دیکھا ہے کہ امام العادلین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس جہان (فانی) سے رحلت فرمائی اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیدۂ پرغم سے اشک ماتم بہارہی ہیں۔ میں اسی خواب کی حالت میں رونے لگا اور رنج وغم کی شدّت سے جاگ اٹھا۔ اس کی تعبیر میں حیران ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا کے تم سے کوئی امر معروف ترک ہوا ہوگا یا چھوٹنے والا ہوگا اور اسی تعبیر پر ایک مثال بیان فرمائی کہ عالمگیر بادشاہ نے خواب میں آنحضرت ﷺ کی وفات دیکھی اور اسی دن شاہ علیم اللہ صاحب رائے بریلوی کا وصال واقع ہوا۔

ونیز ایک شخص مجلس شریف میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ شیخ احمد کے مکتوب میں ایسا لکھا ہے۔ فرمایا کہ شیخ احمد کون ہے؟ اس شخص نے کہا کہ شیخ احمد سرہندی۔ آپ نے فرمایا میری مجلس سے نکل جاؤ۔ ایسی بےادبی میرے پیر کی میرے سامنے کرتا ہے؟ غرض اس شخص کو مجلس سے نکال دیا گیا۔

اس کے بعد حضور پرنور میں سفرحجاز کا بیان ہونے لگا۔ حضرت نے فرمایا کہ بیت اللہ شریف کے نام ہی سے اس کے انوار مجھ پر چھاجاتے ہیں اور طواف کا شوق بےقرار کر دیتا ہے۔

حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک بار خانۂ کعبہ کے ارادہ سے اٹھنے لگا تو الہام ہوا کہ تجھ کو اسی مکان میں ٹھہرے رہنا زیادہ بہتر ہے کہ لوگوں کو نفع پہنچتا ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ کعبۂ معظمہ میں دو رکعت پڑھنا دوسری جگہ ایک لاکھ رکعتوں کے برابر ہے کہ جس میں اطمینان کے ساتھ قومہ وجلسہ کیا گیا ہو۔

اسی دوران صوفیاء کے حالات کا تذکرہ چھڑ گیا۔حضرت نے فرمایا کہ صوفی دنیا وآخرت کو پسِ پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور غیرحق جل وعلا سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ ؂

ملّتِ عاشق ملّتہا جُدا است　　　عاشقاں را مذہب وملّت خُدا است

(عاشقوں کا دین دوسرے دینوں سے جدا ہے۔ان کا مذہب ودین (رضائے) خدا ہے۔)

اس کے بعد حضور میں نسبت مجددیہ کا تذکرہ ہوا۔حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا کہ اے اللہ زندگی میں اور نزع کے وقت اور قبر میں اس پاک نسبت سے بھرا رکھ۔اور (قیامت میں) اٹھتے وقت اور حشر ونشر میں اِسی نسبتِ عالیہ پر محشور فرما اور حضرت والا کے ہاتھ دعا کے لیے جناب باری میں اٹھے ہوئے تھے اور روتے ہوئے عاجزی کے ساتھ یہ رباعی پڑھی اور فرمایا کہ اے رحمٰن میرا حال بھی اسی ڈھنگ پر کردے۔ ؂

منگر کہ دلِ ابنِ یمین پُر خوں شد　　　بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد

مصحف بکف و پابرَہ و دیدہ بدوست　　　باپیکِ اجل خندہ زناں بیروں شد

[یہ نہ دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُرخون ہوگیا۔یہ دیکھ کہ اس سرائے فانی سے کس طرح گیا۔ (اس طرح گیا کہ) مصحف ہاتھ میں اور قدم راستہ پر اور آنکھیں دوست پر لگی ہوئیں، موت کے قاصد (ملک الموت) کے ساتھ ہنستا ہوا (دنیا سے) نکلا]

یوم اتوار، تاریخ یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن میں اور حضرت مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔اتفاقاً نسبت نقشبندیہ کا تذکرہ ہوا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس طریقۂ نقشبندیہ کی نسبت بے نمک ہے (پھیکی ہے۔) میں نے کہا کہ میں خوانِ (طعام) بے نمک کا مہمان نہیں ہوں مجھے تو وہ نسبت چاہیے کہ جس میں کیفیات و جذبات وواردات اور انوار واسرار ہوں۔پھر بے اختیار یہ شعر زبان پر آیا۔ ؂

آں قدر عشقِ تو بد خُوے آوُرد مَرا　　　　کہ تسلّی بَدُو عالَم نتواں کَرد مَرا

[تیرے عشق نے مجھے اس قدر بدخو کردیا کہ دونوں عالم سے بھی میری تسلّی نہ ہوسکی]

ونیز حضرت والا مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ السامی کا درس فرماتے تھے۔ایک جگہ غور کر کے متوجہ ہوئے اور چند لمحے کے بعد سر مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ عصائے پیر بجائے پیر۔(مرشد کا عصا (ڈنڈا) مرشد کی جگہ پر ہے یعنی پیر و مرشد کی متعلقہ چیزیں پیر کی طرف توجہ قائم کرانے کا سبب ہوتی ہیں)

اس کے بعد مکتوباتِ قدسی آیات کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی پیر کی جگہ پر ہے۔اور یہ مصرع پڑھا۔ ع

گُفتُ　انسان　پارۂ　انسان　بُوَد

[کہا کہ انسان کا بچہ بھی انسان ہی ہوتا ہے]

اس کے بعد حضور میں اولیاء اللہ کے صبر کا تذکرہ ہوا۔حضرت والا نے فرمایا حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کا انتقال ہوا۔تو لوگوں نے خبر پہنچائی۔حضرت گنج شکر نے فرمایا کہ اس کتے کے بچہ کو کسی جگہ ڈال دیں۔(حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے لیے عاجزانہ وحقیر خطاب کرنا ایک خاص کیفیت کی بنا پر تھا اور کسی دوسرے کے لیے سخت نامناسب ہے کہ وہ اس طرح کے الفاظ وغیرہ ان کی طرف یا کسی اور بزرگ کی طرف منسوب کرے)

اس کے بعد اکابرین کے حالات میں وحدت الوجود کا ذکر آیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ اس مقام کے مجتہد، کانِ احادیث کے لعل، بحر فردیت کے موتی، جوہر گوہر مطلبی محی الدین العربی قدس سرہ ہیں۔چنانچہ فرمایا ہے۔ ؎

لا آدمَ فِی الکَونِ و لا اِبلِیس　　لَا مُلکَ سلیمانَ و لا بِلقِیس

فَالکُلُّ عِبارتٌ وَ انتَ المَعنٰی　　یَامَن ھُوَ لِلقُلوبِ مَقناطِیس

[اس کائنات میں نہ تو آدم نہ ابلیس نہ ملک سلیمان اور نہ بلقیس ہیں، یہ سب الفاظ

ہیں اور تو معنی ہے، اے وہ ذات جو دِلوں کے لئے مقناطیس (کی کیفیت رکھتا) ہے]

اور اکثر اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسی (وحدۃ الوجود کے) بحرِ عرفان کے غوّاص (عرفان کے سمندر میں ڈبکی لگا کر موتی نکالنے والے) ہیں۔ راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ حضرت مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا ہے ؎

سجدہ خود را می کنند ہر لحظہ او　　　سجدہ پیش آئینہ ست از بہرِ اُو

[وہ (عارف) ہر لمحہ اپنے ہی کو سجدہ کرتا ہے، آئینہ کے سامنے سجدہ سے اپنے چہرہ ہی کی نمائش ہوتی ہے۔]

اور مولانا مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ قطعہ ؎

ز دریا موج گونا گوں برآمد　　　ز بے چونی برنگ چوں برآمد
گہے در صورتِ لیلیٰ فرو شد　　　گہے در کسوتِ مجنوں برآمد
چو یار آمد ز خلوت خانہ بیروں　　　ہموں نقشِ دروں بیروں برآمد

[دریا سے رنگ رنگ کی موجیں اٹھیں۔ بیچوں سے چوں کے رنگ میں نکلی۔ کبھی اس نے لیلیٰ کی صورت اختیار کی۔ تو کبھی مجنوں کے لباس میں وہ برآمد ہوا۔ جب یار خانۂ خلوت سے باہر آیا تو وہی نقشِ دروں یعنی پوشیدہ نقش باہر آ گئے۔]

اور مولانا احمد جام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

ما ز دریائیم و دریا ز ماست　　　ایں سُخن داند کسے کو آشناست

[ہم دریا سے ہیں اور دریا ہم سے ہے، یہ بات وہی شخص جانتا ہے کہ جو اس سے آشنا ہے۔]

اور مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ نے فرمایا ہے ؎

چیست می دانی صدائے چنگ و عود　　　اَنْتَ حَسْبِی اَنْتَ کَافِی یا وَدُوْد

ہست بے صورت جناب قدس عشق — لیک در ہر صورتے خود را نمود
در لباس حسن لیلیٰ جلوہ کرد — صبر و آرام از دلِ مجنوں رَبُود
پیش روئے خود زعذرا پردہ بست — صد در غم بر رخِ وَامق کشود
در حقیقت خود بخود می باخت عشق — وامق و مجنوں بجز نامے نبود

ترجمہ:

۱۔ تو کیا جانے کہ چنگ ورباب سے کیا صدا نکلتی ہے؟ یہی کہ تو ہی میرے لئے کافی ہے تو ہی مجھ کو بس ہے اے چاہنے والے۔

۲۔ پاکیزہ عشق اگر چہ کوئی صورت نہیں رکھتا مگر ہر صورت میں جلوہ گر ہوتا رہتا ہے۔

۳۔ کبھی لیلیٰ کے حسن کے لباس کی صورت اختیار کی، کبھی مجنوں کے دِل سے صبر وقرار اُچک لیا۔

۴۔ اپنے چہرہ پر جب عذرا (وامق کی محبوبہ) کا حجاب باندھا، تو وامق کے دِل پر غم کے سینکڑوں دروازے کھل گئے۔

۵۔ دراصل عشق خود ہی کھیل کرتا ہے، ورنہ وامق ومجنوں سوا نام کے اور کچھ نہ تھے۔

پس حضرت والا نے فرمایا کہ اگر حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ السامی ان تمام (توحید وجودی والے) اکابرین کی طرف پوری ہمت کے ساتھ توجہ فرمائیں، تو یقین ہے کہ ان کو اس مقام سے عروج حاصل ہوگا۔ لیکن حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ اس سمندر میں اس طرح ڈوبے ہوئے ہیں کہ ان کو لبوں تک ابھار لانا مشکل و دشوار ہے مگر یہ امید ہے کہ انکو بھی اس مقام سے عروج ہوسکتا ہے۔

ونیز حضرت والا نے مشاہدۂ حق جل وعلا کے تذکرہ میں یہ شعر ارشاد فرمایا۔

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم — نہ شَبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں شمس (آفتاب) کا غلام ہوں اس لئے آفتاب ہی کی بات کرتا ہوں، نہ میں

شب (رات) ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی باتیں بیان کروں۔]

یوم پیر، تاریخ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

میں محفلِ فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا امام محمد غزالیؒ کے قول کے مطابق فنا عبارت ہے خصائل رذیلہ کے دفع ہونے سے۔ اور حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی سیّد محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک فنا کی تین قسمیں ہیں:

ایک، فنائے خلق کہ مخلوق سے امید و بیم (یعنی خوف) کا کوئی واسطہ نہ رہے۔

دوسرے، فنائے ہوا یعنی غیر حق جل وعلا سے کوئی آرزو بالکل دِل میں باقی نہ رہے۔

اسی معنی میں حضرت والا کا یہ شعر بھی ہے ۔

من نہ آں مَستم کہ جامِ مئے ہَوس باشَد مَرا گردش از سَاغرِ چشمِ تو بس باشَد مَرا

[میں وہ مست نہیں جسے شراب کے جام کی خواہش ہو۔ تیری چشم کے ساغر کی گردش ہی مجھ کو کافی ہے]

تیسرے، فنائے ارادہ یعنی کوئی ارادہ دِل میں باقی نہ رہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا: اُرِیۡدُ اَنۡ لَّا اُرِیۡدُ (میں ارادہ کرتا ہوں کہ کوئی ارادہ نہ کروں) اور ارادہ ہی خواہشات کی اصل ہے جس طرح چشمہ کسی نہر کا منبع ہوتا ہے اور فنائے خلق و فنائے ہوا حضراتِ مجددیہ کی اصطلاح کے مطابق لطیفۂ قلب کی سیر میں میسر ہوتے ہیں جو کہ تجلّیِ افعال سے عبارت ہے اور فنائے ارادہ لطیفۂ نفس میں ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرات مجددیہ کے طریق میں ہر لطیفہ کی فنائیت علیٰحدہ علیٰحدہ ہوتی ہے۔ پہلی فنا، فنائے قلب ہے جس کا مطلب ماسوا سے نسیان کا حاصل ہونا اور قلب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہے، جس کسی کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس ولایت کا شرف بخشتا ہے اور اپنے تقرب کا معاملہ اس راہ سے فرماتا ہے۔ اس کو آدمی المشرب کہتے

ہیں۔ اس کے بعد فنائے لطیفۂ روح ہے جو حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ و السلام کے قدموں کے نیچے ہے جس کسی کو اس ولایت سے مختص فرماتے ہیں اس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔

یوم منگل، تاریخ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ (لطیفۂ) قلب زیر قدم حضرت آدم ہے اور اس ولایت کی سیر میں تجلی افعالی کا انکشاف ہوتا ہے اور (لطیفۂ) روح زیر قدم حضرت نوح و حضرت ابراہیم ہے اور اس کی سیر میں تجلی صفات ثبوتیۂ الٰہیہ منکشف ہوتی ہے اور لطیفۂ سرّ زیر قدم حضرت موسیٰ ہے اور اس کی سیر میں تجلی شیونات ذاتیۂ الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے اور لطیفۂ خفی زیر قدم حضرت عیسیٰ ہے اور اس کی سیر میں تجلی صفات سلبیۂ الٰہیہ کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور لطیفۂ اخفیٰ زیر قدم حضرت خاتم الرسل علیہ و علیهم الصلوات و التسلیمات ہے اور اس کی سیر میں جامع شانِ الٰہی کی تجلی جلوہ گر ہوتی ہے جو صفات کی اصل ہے۔ جیسا کہ کرنیں جس کی اصل آفتاب کی روشنی ہے اور آفتاب سے زیادہ قریب ہے۔ اور اس لطیفہ میں برق کی طرح تجلی ذاتی بھی جلوہ گر ہوتی ہے۔

ونیز فرمایا کہ لطیفۂ رُوح کی سیر میں اپنے صفات کا سلب ہونا اور حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ اس کی نسبت (یعنی ایسا معلوم ہونا کہ صفات اپنے اندر نہیں بلکہ حق سبحانہٗ کی جانب سے ان کا صدور ہوتا ہے) اور لطیفۂ سِرّ کی سیر میں ذات کا اس سبحانہٗ کی ذات میں فنا ہونا اور لطیفۂ خفی میں تمام مظاہر سے ذاتِ کبریا کا منفرد ہونا اور لطیفۂ اخفیٰ میں تخلق باخلاق اللہ سالک کے ہاتھ آتا ہے۔

اس کے بعد صوفیاء کے (روزی) کمانے کا ذکر آیا حضرت والا نے فرمایا کہ بعض صوفیاء نے اکلِ حلال کے لئے تجارت وغیرہ کے ذریعہ کسب معاش کیا ہے۔ لیکن نماز صبح کے بعد سے ظہر

تک اس کام میں مصروف رہتے اور باقی اوقات اپنے اصحاب کے ساتھ حلقہ و مراقبہ اور ذکر و توجہ میں مشغول ہوتے ہیں۔

و نیز فرمایا کہ صوفیاء جس کمائی میں بھی مشغول ہوتے ہیں اذان کی آواز سنتے ہی اسے چھوڑ کر نماز کے انتظام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ایک بزرگ حلاجی کرتے تھے۔ کپڑا تمام کرنے کے لئے چند ٹانکے باقی تھے کہ اذان کی آواز ان کے کان میں آئی۔ انہوں نے کچھ توقف کیا تا آنکہ تمام ٹانکے پورے کر کے اٹھے اور وضو کے پانی کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ ڈول میں پانی کی جگہ درہم (چاندی کے سکے) بھر گئے، جب انہوں نے ڈول کھینچا تو دیکھا کہ بجائے پانی کے درہم نکلے انہیں زمین پر ڈال کر پھر پانی کے لئے ڈول کنوئیں میں ڈالا، اب اس ڈول میں دینار (سونے کے سکے) بھر گئے۔ انہیں بھی زمین پر پھینک کر تیسری بار ڈول ڈالا، تو جواہرات سے بھرا ہوا اوپر آیا۔ پھر انکو بھی (زمین پر) ڈال کر کہا، الٰہی! مجھ سے یہ مذاق؟ میں ان سب کو کیا کروں گا مجھے تو وضو کے لئے پانی درکار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے یہ خطا ہو گئی کہ میں نے نماز میں تاخیر کی ہے اور تیری بخشش تو اس گناہ سے کہیں زیادہ ہے، تُو میرے حال پر رحم فرما اور میری اس خطا سے درگزر فرما اور وضو کے لئے پانی عنایت فرما۔ اے خدائے کارساز۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن استنجا کے لئے ڈھیلا ڈھونڈ رہے تھے کہ ایک لعل بے بہا ان کے ہاتھ لگا۔ انہوں نے اسے زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگے کہ میں استنجا کے لئے کلوخ (مٹی کا ڈھیلا) چاہتا ہوں اور تو لعل دیتا ہے، آپ کا لعل آپ کو مبارک ہو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عارفین کی نگاہ میں دنیا رائی کے دانہ سے بھی کمتر اہمیت رکھتی ہے۔ (اور ہے بھی یہی کہ) جو طالب یار ہے، وہ ان سب سے بیزار ہے۔

راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ جو ان (مال و متاع) میں گرفتار ہے وہ کب عاشق کردگار ہے؟ طالب یزداں وارستۂ دو جہاں ہے (چھوڑنے والا ہے۔) سبحان اللہ ایک شخص نے خوب کہا ہے اور خوب معنی کے موتی پروئے ہیں۔

گیرم کہ سریرت از بلور ویشم ست   سنگش داند ہر آنکہ اُورا چشم ست

ایں مسندِ قاقم و سمور و سنجاب   در دیدہ بوریا نشیناں پشم ست

[میں نے مانا کہ تیرا تخت ہیرے جواہرات کا ہے (لیکن) جو چشمِ (بصیرت) رکھتا ہے وہ اس کو پتھر جانتا ہے۔ قاقم وسمور وسنجاب کی بنی ہوئی مسند، بوریا نشینوں کی نگاہ میں کملی کی طرح ہیں]

[قاقم: ایک جانور کا نام جس کی کھال کی پوستین بناتے ہیں۔ سمور: لومڑی کی قسم کا جانور جس کی کھال بہت قیمتی ہوتی ہے۔ سنجاب: چوہے سے بڑا ایک جانور جس کی کھال سے پوستین بناتے ہیں۔]

اس کے بعد حضور فیض گنجور میں دعا کے انوار و برکات کے عرفان کا تذکرہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ دعا کے وقت انوار و برکات کا ظہور ہوتا ہے لیکن یہ فرق کرنا کہ یہ دعا کے انوار ہیں یا قبولیت کے، بہت دشوار ہے۔ بعض اکابر نے لکھا ہے کہ اگر دونوں ہاتھوں میں بھاری پن محسوس ہو تو یہ قبولیت کی نشانی ہے اور میں اس طرح امتیاز کرتا ہوں کہ اگر دعا کرتے وقت قلب میں انبساط و انشراح کی کیفیت پیدا ہو، تو یہ قبولیت کی علامت ہے ورنہ دعا کے انوار ہیں۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن حضرت مرزا صاحب مظہرِ اسرارِ رحمان، مصدر انوارِ سبحان حضرت جانِ جاناں نوّر اللہ مرقدہٗ نے کسی کام کے لئے دعا فرمائی انوار کا ظہور ہوا۔ ارشاد ہوا کہ قبولیت دعا کی امید ہے۔ میں نے دِل میں کہا کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ کام پورا نہ ہوا۔

ونیز فرمایا کہ ایک دن حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے کام کے لئے میں نے دعا کی معلوم ہوا کہ قبول نہیں ہوئی پھر دعا کی پھر عدمِ قبولیت ہی محسوس ہوئی۔ میں نے کہا کہ قبول نہیں ہوئی۔ پھر دعا کرنے لگے اب دل میں انبساط کی کیفیت پیدا ہوئی۔ تو میں نے کہا کہ دعا ہم آغوشِ مدعا ہوگئی (یعنی قبول ہوگئی) اور وہ کام حق سبحانہٗ کے فضل وکرم سے ہوگیا۔

اس کے بعد غیر حق جلّ شانہٗ (خدا کے سوا) سے مانگنے کا تذکرہ نکلا۔ حضرت والا (حضرت

شاہ غلام علیؒ) نے فرمایا کہ غیر حق جل وعلا کو پکارنا اور ان سے مانگنا یقیناً شریعت میں ناجائز ہے۔
لیکن اللہ کے دوستوں سے مدد چاہنا اگر تقرب خدا کی وجہ سے ہے، تو درست ہے۔
راقم (رؤف احمد) عفی عنہ کہتا ہے کہ بزرگوں سے کچھ مانگنا خطا ہے اور خدا کی مرضی نہیں ہے اور بزرگوں کی توجہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں مشکل کے حل ہونے کی درخواست کرنا صحیح ہے اور عین رضا ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں سے اس طرح مدد چاہے کہ ''یا حضرت! توجہ فرمایئے اور دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ میری مراد پوری فرمائے۔''
و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ میں ایک دن کہتا تھا کہ ''یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیأً للہ'' بلاشک غیب سے ایک آواز میرے کان میں پہنچی کہ کہہ ''یا ارحم الراحمین شیأً للہ''۔
و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ بازار کا کوئی پیشہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
لیکن خلق کی احتیاج دور کرنے کی نیت سے کہ لوگوں کو جس بات کی ضرورت پڑے وہ میرے ہاتھوں انجام پا جائے۔ اور وہ (محنت کرنے والا) کمانے کے طریقوں کو اور اسباب کو موثر حقیقی نہیں جانتا ہو۔ اکثر اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارہم ترک تعلقات و اسباب کر کے حق جل وعلا کے بھروسہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عفی عنہ کہتا ہے کہ اسباب تین قسموں پر بٹے ہوئے ہیں۔
قسم اول اسباب قطعیہ ہیں جیسے کھانا بھوک کے رفع کرنے کا سبب ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ کا موجب ہے۔ مثلاً ایک شخص کھانا نہیں کھاتا، حالانکہ اس کے سامنے موجود ہے، کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے کہ وہی میرا پیٹ بھردے یا اپنے ہاتھ سے نہیں کھاتا اور کہتا ہے کہ اگر وہ پاک بے نیاز کھلائے گا تو کھاؤں گا، تو وہ شخص گنہگار ہے۔ اسی طرح اور باتوں کو قیاس کیجئے۔
قسم دوم، اسباب ظنیہ ہیں، چنانچہ تجارت اور نوکری اختیار کرنا یا کسب معاش کے لئے دوسرا کوئی پیشہ اختیار کرنا یا بیماری دُور کرنے لئے دوا علاج وغیرہ، اس سلسلہ میں اختیار ہے۔ بہرحال ان اسباب کا ترک کرنا اور توکل پر بیٹھنا اولیٰ ہے۔
قسم سوم، اسباب وہمیہ کی ہیں جیسے فال کھولنا اور معاملات میں مبارک اور منحوس

تاریخوں یا ساعتوں کا خیال ولحاظ رکھنا۔ پیڑوں کی سعادت ونحوست پر جیسا کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے عمل کرنا شرک کی قسم سے ہے اوران کا ترک کرنا واجب ہے۔ اور جو اولیاء اللہ ترکِ تعلقات و اسباب کرتے ہیں یہی آخری دو قسمیں ہیں۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن حضرت پیرِ طریقت ہادی حقیقت اندراج النہایہ فی البدایہ کی ہدایت فرمانے والے، فانی فی اللہ خواجہ محمد باقی باللہ عطّر اللہ قبرہ و نوّر اللہ مَضْجعہ (اللہ ان کے قبر کو معطر فرمائے اوراُن کے مزار کوانوار سے بھرے) کے مزار مقدس پر حاضر ہوکر عرض کیا کہ جناب کی توجہ مبارک سے حضرت شیخ احمد سرہندی، امام ربّانی مجدد الف ثانی بن گئے قدسنا اللہ باسرارہ السامی۔ میں بھی حضور کی عنایت کا امیدوار ہوں، میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ مزار مبارک سے برآمد ہوئے اور میری جانب توجہ و ہمت مبذول فرمائی۔ زوال کا وقت تھا اور گرمی کی شدت تھی (اس لئے) تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ گیا اور مناسب انتظار نہ کیا آج تک اس کی حسرت ہے اور آنحضرت کی توجہ کا اتنا اثر اپنے میں پایا کہ بیان نہیں کرسکتا۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف قدم بوسی سے فائز ہوئے۔ حضرت بوعلی قلندر نے فرمایا تو وہی خسرو ہے؟ جو ''ہاہا۔ ہی ہی'' کرتا ہے۔ حضرت امیر نے عرض کیا جی ہاں! پھر حضرت بوعلی قلندر نے فرمایا کہ تو اشعار نظم کرتا ہے اور میں نے بھی ایک غزل کہی ہے۔ پس اپنی غزل پڑھی۔ حضرت امیر اس کو سن کر اس قدر روئے کہ آنکھوں سے چشمہ کی طرح آنسو بہہ نکلے۔ حضرت بوعلی قلندر نے فرمایا میرے کلام سے کیا بات سمجھی کہ تو اس قدر رویا، حضرت امیر بولے کہ مجھے اپنی نافہمی پر رونا آیا کہ حضرت کا کلام نہیں سمجھ پایا۔ اپنی طبیعت کی نارسائی پر روتا ہوں۔ حضرت بوعلی قلندر بہت خوش ہوئے اوران کے حق میں دعا فرمائی کہ ''خسرو اچھی زندگی گزارے، عمدہ موت آئے اور بہترین حشر ہو۔''

❀❀❀❀❀

یوم بدھ، تاریخ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ چند طالبین سمرقند سے حضرت والا کی آستان بوسی کا شرف حاصل کرنے آئے تھے۔ حضرت والا نے جناب الٰہی میں تضرع وزاری فرمائی۔ اس کے بعد مزار پرانوار حضرت قبلۂ دین وایمان مظہر انوار رحمان مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا:

اے میرے قبلہ حضرت مرزا صاحب! میں اس لائق نہیں ہوں کہ اتنے بڑے بڑے لوگ اتنا دور دراز کا مرحلہ طے کر کے اور ایسی کڑی منزلیں برداشت کرتے ہوئے میرے پاس آئیں۔ یہ سب آپ کی عنایات ہیں اور حضور ہی کی خدمت میں آئیں ہیں، ورنہ میں تو وہی نالائق پنجابی مرد ہوں جو تھا۔ یہ آپ کی نظر عنایت کا کرشمہ ہے کہ لوگ یہاں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ حضور کی نگاہِ کیمیا کے اثر نے میرے وجود کے مِس کو سونے کا رتبہ دے دیا۔

نیاوردم از خانہ چیزے نخست　　　تو دادی ہمہ چیز و من چیزِ تست

[میں اپنے گھر سے کچھ نہیں لایا تھا۔ آپ ہی نے تو سب کچھ دیا ہے اور میں بھی آپ ہی کی چیز ہوں]

میری حیثیت تو بس اتنی ہی ہے کہ خاک پر بیٹھا ہوں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

خاک نشینی ست سُلیمانیم　　　عار بُوَد اَفسرِ سُلطانیم

[یہ خاک نشینی ہی میرے لئے سلیمانی ہے۔ افسری وسلطانی میرے نزدیک باعث شرمندگی ہے]

پھر فرمایا کہ میں وہ زبان نہیں رکھتا جس سے جناب الٰہی کا شکر بجا لاسکوں اور حضرت سرور کونین علیہ صلوٰت اللہ الملک الاکبر (آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں جو بڑا بادشاہ ہے) اور جناب حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علی روحہ الاطہر (ان کی پاک روح پر اللہ

رحمت فرمائے) کا شکرادا کرسکوں۔ شعر۔

شکرِ فیضِ تو چمن چوں نکند، اے ابر بہار	کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست

[اے ابرِ بہار! چمن تیرے فیضان کا شکرادا نہیں کر پاتا۔ کیونکہ پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی تیرے پروردہ ہیں]

یوم جمعرات، تاریخ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام قبلۂ انام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا حضرت خواجۂ خواجگان پیر پیراں خواجہ باقی باللہ ﷺ کے روضۂ اطہر پر تشریف لے گئے۔ یہ کمترین بھی ہم رکابِ سعادت تھا۔ حضرت والا نے اثناء راہ میں بہت سے معارف بیان فرمائے لیکن اس وقت ذہن سے نکل گئے اور جب آپ اپنے مکانِ فیضِ نشان میں تشریف لائے تو حکیم عبدالکریم جنجھانی نے حضرت والا سے ان کے تصنیف کردہ رسالۂ مراقبات کے بارے میں عرض کر کے نقل کیا۔ آن قبلۂ خاص و عام قلبی و روحی فداہ نے اس سے قبل اس غلام کو بھی وہ (رسالہ) عنایت فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ اس طریقۂ عالیہ کے اکابر نے مقاماتِ قرب کو عالمِ مثال میں کشفِ صحیح اور معائنۂ صریح سے دیکھ کر ان مقامات کو مناسب دائروں سے تعبیر فرمایا ہے کہ وہ مقامات بے جہت و بے چوں ہیں اور دائرہ بھی بے جہت ہے (اور حقیقت بھی یہی ہے کہ) جہاں خدا ہے وہاں دائرہ و مکان کہاں۔

پہلا دائرۂ امکان ہے

اس کے نچلے نصف حصہ میں سیر آفاقی ہاتھ آتی ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے باطن کے باہر انوار کو مختلف رنگوں میں دیکھنا۔ اس کا نصف اوپری حصہ سیر وسلوک انفسی سے متعلق ہے جس کے معنی اپنے باطن میں انوار و تجلّیات کا مشاہدہ کرنا ہے۔ خوابوں اور کشفوں کا اعتبار نہ کرتے

ہوئے سعی و کوشش کرنا کہ دائمی حضور و آگاہی نصیب ہو۔ اس مقام پر ذکر اسم ذات و ذکر نفی و اثبات اور زبانی ذکر تہلیل۔ (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ) کا ذکر بھی ترقی بخشتا ہے اور مراقبہ احدیت صرفہ حضرت ذات کہ جس کا نام نامی اللہ ہے اور وقوف قلبی یعنی قلب کی طرف توجہ ہو اور اس معنی کا لحاظ رہے کہ ''بجز ذات پاک کے اور کچھ مقصود نہیں۔'' الفاظِ ذکر کی صحت کے ساتھ اور دِل کی نگاہداشت خطرات سے مداومت کے ساتھ ہو۔ (یعنی دل میں ماسوا اللہ کے خیالات پر نہ قابو کر سکیں) کیونکہ بغیر ذکرِ کثیر کے قلب نہیں کھلتا۔ دِل کی جانب توجہ اور حضرت ذات سبحانہ کی طرف توجہ اور خطرات سے دِل کی حفاظت، الفاظ ذکر کی صحت و معنی کا لحاظ اور بازگشت کہ ''بجز ذاتِ پاک کے اور کچھ مقصود نہیں'' یا یہ کہ ''اے اللہ! میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا درکار ہے۔ (ان امور کے ساتھ یہ بھی لحاظ رہے کہ) اپنے کو کچھ نہ سمجھنا صرف حضرتِ ذات کی ہستی کا اقرار ''تضرع وانکسار کے ساتھ دائمی ہونا چاہیئے۔ جب چار گھڑی تک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے کہ ماسوا کا کوئی خیال دِل میں نہ آئے یا اگر آئے بھی تو مانع توجہ و کیفیت نہ ہو، تو اس وقت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کے تحت مراقبۂ معیت ہر لحہ و ہر لحظہ کرنا چاہیئے۔ اور زبان سے ذکرِ تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰـهُ کا ذکر) بھی کرتے رہیں اور یہ مراقبہ ولایت صغریٰ میں کرتے ہیں جو دوسرا دائرہ ہے۔ یہاں تجلّیات افعالیۂ الٰہیہ اور ظلالِ اسماء وصفات کی سیر ہوتی ہے اور توحید وجودی اور ذوق وشوق اور آہ و نالہ اور استغراق و بیخودی، دوام حضور و توجہ وغیرہ حاصل ہوتی ہیں اور جب توجہ شش جہات (چھ طرفہ توجہ قائم ہو یعنی اوپر نیچے، دائیں، بائیں اور آگے، پیچھے توجہ بنی رہے) کا احاطہ کرلے اور کوئی انتظار باقی نہ رہے، تو دائرہ وِلایتِ کبریٰ کی سیر شروع کریں کہ یہ تیسرا دائرہ ہے۔ اور اس دائرہ میں تین دائرے اور ایک قوس (یعنی نصف دائرہ) ہے، پہلے دائرہ میں مراقبۂ اقربیت نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کرتے ہیں اور ذکرِ تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه) بھی۔ اس دائرہ کا نچلا نصف حصہ تجلّیات اسماء وصفات زائدہ پر مشتمل ہے اور اوپری نصف حصہ شیؤن و اعتبارات ذاتیہ پر متضمن ہے اور دوسرا دائرہ ان تجلّیات کے اصول کا ہے اور تیسرا دائرہ ان اصول کے اصول

کا (یعنی دوسرے دائرہ کا اصل ہے) اور قوس اس اصول کے اصول کا ہے (یعنی تیسرے دائرہ کا اصل ہے) اور اس دوسرے اور تیسرے دائرہ اور قوس میں مراقبہ محبت یُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ کرتے ہیں۔ اس ولایت کبریٰ میں جو ولایت انبیاء علیہم السلام ہے، توحید شہودی اور فناء انا اور نسبتِ باطنیہ میں استہلاک واضحلال اور اسلامِ حقیقی اور شرح صدر اور عالم کو وجود حضرت حق سبحانہ کا تابع وظل پانا اور صفات رذیلہ کا ازالہ اور اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونا ہاتھ آتا ہے۔ اور ان تمام تجلّیاتِ ظلالِ اسماء وصفات وتجلّیات اسمائی وصفاتی کے حصول پر اسم الظاہر کی سیر تمام ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسم الباطن کی سیر اور اس کے حالات وتجلّیات سے سابقہ پڑتا ہے اور یہ مقامات کا چوتھا دائرہ ہے۔ اور اس سیر کو ولایت عُلیا مقرر کرتے ہیں اور یہاں نفلی نمازیں طول قنوت (طویل قرأت) کے ساتھ اور مراقبہ اسم الباطن موجب ترقی ہوتا ہے۔ اس کے بعد سیر تجلّیِ ذات دائمی ہاتھ آتی ہے اور اس تجلّیِ ذاتی دائمی کو (بزرگوں نے) کمالاتِ نبوت سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ پانچواں دائرہ ہے اور (اس) تجلّیات ذاتیہ کے بھی درجات ہیں:

پہلا درجہ کمالاتِ نبوّت کا ہے۔ یہاں مراقبۂ ذاتِ بحت بر اعتبارات (کے لحاظ) کے ساتھ کرتے ہیں اور اس مقام پر لطیفۂ عنصر خاک موردِ فیض ہوتا ہے۔ تلاوتِ قرآن مجید سے یہاں ترقی ملتی ہے اور عجیب عجیب حالات وکیفیات باطنیہ رونما ہوتی ہیں اور بیرنگی و بے کیفی نقدِ وقت ہوتی ہے۔ اور برابر نیتوں اور عقیدوں میں پختگی پیدا ہوتی جاتی ہے تا آنکہ استدلالی بدیہی ہو جاتا ہے (یعنی دلیلیں یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں) اور ان درجات کے حاصل کرنے والوں پر حروفِ مقطعات قرآنیہ کے اسرار کھل جاتے ہیں۔

دوسرا درجہ دائرہ کمالات رسالت کا ہے۔ اور تیسرا درجہ دائرۂ کمالات اولوالعزم کا ہے۔ دونوں دائروں میں موردِ فیض سالک کی وہ ہیئت وحدانی ہے کہ جو تصفیہ اور عالم امر کے لطائف خمسہ کے حصولِ فنا اور عالم خلق کے لطائف خمسہ کی آراستگی کے بعد جو ہیئت متعین ہوتی ہے اور حقائقِ سبعہ میں جو اس کے بعد پیش آنے والے ہیں یہی ہیئت وحدانی سالک کی موردِ فیض ہوتی

ہے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت خصوصاً نمازوں میں موجب ترقی ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے کمالات ثلٰثہ (مذکورہ) کے حصول کے بعد حقائق انبیاء علیہم السّلام کی سیر مقرر فرمائی ہے۔

دائرہ خُلّت: حقیقت ابراہیمی علیہ السلام ہے۔ یہاں مراقبۂ حضرتِ ذات اس لحاظ کے ساتھ کرتے ہیں کہ وہ حقیقت ابراہیمی کا منشاء ہے، اور صلوٰۃ ابراہیمی کثرت سے پڑھتے ہیں۔

دائرۂ مُحبّت ذاتیہ: حقیقتِ موسوی علیہ السّلام ہے۔ یہاں مراقبۂ حضرت ذات جو منشاءِ حقیقت موسوی ہے کرتے ہیں۔ اور اس درود شریف کا ورد کرتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ خُصُوْصاً عَلٰی کَلِیْمِکَ مُوْسٰی وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

دائرۂ مَحَبّیّت: ذاتیہ ممتزجہ بامحبوبیتِ ذاتیہ: حقیقتِ محمدی ﷺ ہے۔

اس مقام پر مراقبۂ حضرت ذات اس لحاظ سے کرتے ہیں کہ وہ منشاءِ حقیقتِ محمدی ﷺ ہے۔

دائرۂ محبوبیت صَرفہ ذاتیہ: حقیقت احمدی ﷺ ہے اور اس میں مراقبۂ حضرت ذاتِ آں سبحانہٗ بلحاظ منشاء حقیقت احمدی ﷺ کرنا چاہیئے۔

دائرہ حُبّ صَرفہ ذاتیہ: کہ اس میں مراقبۂ حضرتِ ذات بلحاظ حب ذاتیہ ہے۔ اور اس مقام پر اس درود شریف کی کثرت کرنی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ. جو موجب ترقی ہے۔

اس کے بعد مرتبۂ لاتعیّن و اطلاق حضرت ذات سبحانہٗ ہے اس کے بعد دائرہ حقیقتِ کعبہ حسنیٰ ہے جس کو عظمت و کبریائی حضرت ذات کے ظہور سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس مقام پر مراقبۂ حضرتِ ذات اس اعتبار سے کرتے ہیں کہ وہ تمام ممکنات کا مسجود ہے۔

دائرۂ حقیقتِ قرآن: جو مبداء وسعتِ حضرتِ ذات ہے اور یہاں مراقبۂ حضرتِ ذات باعتبار منشاء حقیقتِ قرآنی کیا جاتا ہے۔

دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ: کہ کمالِ وسعتِ حضرتِ ذاتِ سبحانہٗ سے عبارت ہے۔

یہاں مراقبۂ حضرتِ ذات باعتبار منشاءِ حقیقتِ صلوٰۃ ہے۔اس کے بعد دائرہ معبودیت صرفہ ہے۔ یہاں سیر نظری ہوسکتی ہے سیر قدمی ممکن نہیں ۔ کیونکہ وہ (یعنی سیرِ قدمی) مقاماتِ عابدیت ہی میں ممکن ہے۔

طریقہ عالیہ احمدیہ (مجددیہ) میں جو مقامات اور اس کے مراقبات جو معمول ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔جن کی تفصیل مکتوبات شریفہ (حضرت مجدد الف ثانیؒ) میں درج ہے۔اور ولایت ثلٰثہ میں بیخودی و استغراق اور توحید وجودی اور استہلاک و اضمحلال اور توحید شہودی اور فناء انا اور کیفیات لطیفۂ قالبیہ،ظہورِ تجلّیات ذاتیہ دائمی،کمالاتِ ثلاثہ اور حقائق سبعہ میں لطافت و بساطت و وسعت اس کی بیرنگی و بے کیفی کے ساتھ نسبت باطن میں پہنچتی ہیں اور ایمانیات میں قوت اور عقائد حقہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور جو شخص ان مقاماتِ عالیہ میں کثرت سے مراقبے کرتا ہے اس کو ہر مقام کی کیفیت کی بساطت و بیرنگی میں فرق محسوس ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔تمام ہوا کلام شریف (یعنی رسالۂ مراقبات)۔

یوم جمعہ،تاریخ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔میری حاضری سے قبل حضرت والا نے ہدایت کے باب میں چند باتیں ارشاد فرمائی تھیں اور بھائی صاحب (حضرت شاہ ابوسعید) اس مجلس میں موجود تھے۔ان کی زبانی تحریر کرتا ہوں کہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بزرگوں کی ملاقات کو جائے اس کو چاہیئے کہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے اس کے بعد اپنے دل کو اس بزرگ کی جانب متوجہ کر کے راہ طے کرتا ہوا حضور والا میں حاضری دے،تاکہ ان کے فیض سے بہرہ ور ہو اور اس بزرگ کی صحبت میں چپ بیٹھ جائے کہ

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

[خاموشی میں وہ معنی ہیں،جو کہنے میں نہیں ہے]

ونیز فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِيَّاكُمْ وَ هَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ (بچاو اپنے آپ کو بازاروں کی فتنہ انگیزیوں سے۔)

حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق ﷜ اپنے دہن مبارک میں کنکریاں رکھتے تھے تاکہ منہ سے بلند آواز نہ نکل سکے۔ نیز قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر قدسنا اللہ بسرہ الاقدس دہن مبارک میں گھاس رکھتے تھے اور بات کم کرتے تھے، اس لئے کہ انسان پر بہت سی آفتیں زبان ہی کے ذریعے آتی ہیں اور خاموشی اکثر بلاؤں کو ٹال دیتی ہے۔ اس کے بعد مثنوی مولانا روم کا یہ شعر پڑھا۔

اے زباں ہم رَنجِ بے دَرماں توئی　　　　بے زباں ہم گَنجِ بے پایاں توئی

[اے زبان بے علاج رنج (پہنچانے والی) تو ہے، اے زبان تجھ میں بے حد خزانہ بھی ہے]۔

ونیز حضرت والا اس مجلس فیض نشان میں یہ شعر اکثر زبان مبارک پر لاتے تھے۔

بعشقت گر جنوں پیدا نمی کردم چہ میکردم　　　　چو مجنوں سر سوئے صحرا نمی کردم چہ میکردم

[تیرے عشق میں اگر میں پاگل نہ بنتا تو کیا کرتا۔ مجنوں کی طرح صحرا نوردی نہ کرتا تو کیا کرتا]۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ مولوی نور محمد صاحب بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں، حضرت والا نے فرمایا کہ بیعت کی تین قسمیں ہیں:

ایک بیعتِ توسّل ہے کہ ایک شخص طریقۂ نقشبندیہ یا قادریہ یا چشتیہ وغیرہ کے پیرانِ کبار کا وسیلہ چاہنے کے لئے بیعت کرتا ہے۔

دوسری بیعت گناہوں کے دفعیہ کے لئے ہے لیکن گناہ کر لینے سے یہ بیعت ٹوٹ جاتی ہے۔ پس اس کی تجدید کرنا چاہیئے بلکہ گناہ کے واقع ہونے کے بعد (تجدید) لازم ہے۔

تیسری بیعت باطن کے کسب سلوک کے لئے ہے۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آدمی جب بیماریوں اور بلاؤں میں گرفتار ہوتا ہے اور شدت درد و تکلیف سے آہ وزاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ:

اَشِدُّوْا بَلَاءَہٗ فَاِنِّیْ اُحِبُّ بُکَائَہٗ (یعنی ان سختیوں کو زیادہ کردو میں اس کی آہ وزاری پسند کرتا ہوں) اس کے بعد یہ شعر پڑھا ۔

چنداں کہ طپید بسملِ ما   خنداں ترگشت قاتلِ ما

[ہم بسمل جس قدر تڑپتے ہیں، ہمارا قاتل اسی قدر خوش ہوتا ہے۔]

پھر گڑگڑاتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَالاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ دَوَامَ الْعَافِیَۃِ.

[اے اللہ میں تجھ سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے دین و دنیا اور آخرت میں عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے ہمیشگی کی عافیت کا طلبگار ہوں]

اس کے بعد حضور میں ''ٹوٹنے اور جڑنے کا معاملہ درپیش ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بعض اکابر ٹوٹنے کو جڑنے پر مقدم سمجھتے ہیں اور بعض عارفین جڑنے کو ٹوٹنے پر مقدم جانتے ہیں۔ یعنی جب حق سے جڑا تو ماسوی اللہ سے ٹوٹا، یا جب ماسوا سے ٹوٹا تو حق سے جڑ گیا۔ راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ دونوں قول درست ہیں۔ کہ جب عشقِ الٰہی کی آگ دِل میں بھڑکتی ہے تو اس تن کے ایندھن کو جلا ڈالتی ہے، یا جب دِل کا آئینہ ماسوی اللہ کے خطرات کی کدورتوں اور گندگیوں سے پاک و صاف ہوجاتا ہے، تو رخسارِ یار کے انوار جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ۔

آئینہ کز زنگ و آلایش جداست　　　　پر شعاعِ نورِ و اسرارِ خُداست
رو تو زنگار از رخِ او پاک کن　　　　بعد ازاں آں نور را ادراک کن

[آئینہ جو زنگ و آلائش سے پاک ہو، وہ نور و اسرارِ خدا سے پر شعاع و منور رہتا ہے۔ جا! اس کے چہرے (سطح) سے زنگ کو پاک کر، پھر اس نور کا ادراک کر۔ (یہاں آئینہ سے انسان کا قلب مراد ہے)]

بعد ازاں حضرت والا نے فرمایا کہ میرے نزدیک جڑنا ٹوٹنے پر مقدم ہے کہ جب تک محبت الٰہی نہ پیدا ہو دنیا کی محبت نہیں چھوٹتی۔ اور بعض عارفین دونوں کے ایک ساتھ ہونے کے قائل ہیں یعنی جب حق سے اتصال ہوتا ہے، تو خلق سے انفصال ہو جاتا ہے اور جب دنیا کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں تبھی اللہ سے معاملات درست ہوتے ہیں۔

رباعی از مؤلف (شاہ رؤف احمدؒ)

چوں رشتۂ اخلاصِ دو عالم بشکست　　　　در راہِ محبتِ الٰہی بنشست
رافتؔ نہ تقدم و تاخر اینجاست　　　　آں دم کہ گسست در ہماں دم پیوست

[ترجمہ جب دونوں عالم سے دوستی کا رشتہ توڑا، تو محبتِ الٰہی کی راہ میں جا بیٹھے۔ اے رافتؔ اس مقام پر تقدم و تاخر نہیں ہے جس دم وہ ٹوٹا اسی دم وہ جڑ گیا]

اس کے بعد حضور پرنور میں طلبِ حق جلَّ وَعَلاَ میں گم ہو جانے کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے یہ دوہا پڑھا ؎

بکٹ کہانی میں کہوں سنو سکھیو تم اَے
پی کو ڈھونڈھن میں گئی آئی آپ گنوائے

یعنی عشق کی داستان میں کہتی ہوں۔ اے سکھیوں سنو۔ میں یار کی تلاش میں گئی تھی اس کو پانے کے بجائے اپنے آپ کو ہی گنواں بیٹھی۔ راقم عفی عنہ کہتا ہے، ہاں! اپنے کو گم کر دینا ہی اس کا پالینا ہے ؎

رفتم از خویش نگارم آمد　　　　بیخودی طُرفہ بکارم آمد

[اپنے آپ سے میری بیخودی یار کے آنے کا سبب ہوئی، لمحہ بھر کی بیخودی میرے کام آ گئی]

پردۂ خودی ہی چہرۂ معشوق کے لیے ابدی پردہ ہے، جس کسی نے اس کو پھاڑا، اس کو (معشوق کو) دیکھ لیا۔

نقابِ چہرہ ندارد نگارِ دلکش ما　　تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

[میرا دلکش معشوق اپنے چہرہ پر نقاب نہیں ڈالتا، اے حافظ! تو اپنی خودی کا حجاب درمیان سے اٹھا لے]

اور حضرت والا نے فرمایا خودی خدائی کو کاٹ دیتی ہے یعنی (انسان کی) خودی کو خدا سے دشمنی ہے۔ جب تک خودی کی جڑ نہ اکھاڑے، خدا سے نہیں جڑ سکتا اور جب تک اپنی خودی سے دور نہ ہو، وصلِ خدا سے مسرور نہیں ہو سکتا۔ ہاں! اس راہ میں۔

باخودی کفر و بیخودی دین ست

[خودی کے ساتھ ہونا کفر ہے اور بیخودی (اپنے آپ سے بیخبر ہونا) دین ہے]

راقم کو اس جگہ ایک روایت یاد آئی جس کو نظم کے رشتہ میں پروتا ہوں۔

یکے چابکے بود مردِ خُدا　　نہایت بَدِل طالبِ کِیمیا
بشوقش ہمہ کار بگذاشت او　　خیالش کنقشِ حَجَر داشت اُو
دراں عَہد یک عارف باصفا　　ولیِ خدا نائبِ مُصطفےٰ
شفائے ہمہ رَنجہائے دروں　　دوائے ہمہ سوز و دردِ جنوں
چوکَردی نظر جانبِ خاک او　　چو اکسیر خالص شدی پاک او
غَرَض آں شہِ دیں دراں مصر بود　　بیامد بہ نزدیکش آں مردِ زود
بگفتا کہ من طالبِ سِرِّ حق　　بیاموز مارا سبق در سبق
وَلے در دِلَش شوقِ اکسیر بُوَد　　ازاں حضرت اُورَانہ تاثیر بُوَد
اگر صاف چوں آئینہَ دل شَوَد　　پس اَلْبتہ تاثیر کامل شَوَد
کہ بِیْنَد بَدِل عکسِ رُوئے نِگار　　نُماید بہ عَکسَش بُوَد گر غُبار

ہمہ وقت نزدیک آں باصفا | شُدی حاضر آں طالب کیمیا
یکے روز از آنحضرت آں نیک مَرد | بصد آرزو و اَدب عَرض کَرد
کہ اے گوہرِ بحرِ ذاتِ خُدا | سَوالم شُنو بہر ذاتِ خدا
دل پُر تمنای مَن شاد کُن | مَرا کیمیا زُود ارشاد کُن
بگُفت آں ولی خوب بزدَم بیا | زمَن یاد کُن نسخۂ کیمیا
کہ ایلَست و ایلَست و ایلَست و ایں | بنا کُن تو ایں نُسخہ را ایں چنیں
مگر خطرۂ شکلِ میمُوں بدِل | نیاری دراں وقت اے مُشتعِل
پس آں مرد گُفت ای ولیِ زماں | زتُو فیضیاب است جُملہ جہاں
اگر دادنِ نُسخہ منظور بود | پَس اَز ذِکرِ میمون تُرا شُد چہ سُود
نہ فہمید آں مَرد رازِ نہاں | کہ دَر پَردہ گفت آں ولیِ زماں
اگر دور ایں خطرہ از دِل شوَد | بِلا شُبہہ اِکسیر حاصل شوَد
زمیموں مراد ایں خودی تُراست | اگر ایں رَوَد از دِلت کیمیاست
برو از خودی تارَہی باخُدا | خُدا را اَز خُود بگُذر اے جانِ ما
تو خود گشتہ پردۂ روئے یار | خدا را بَبیں و خودی را گُذار
بحُسنِ خود آرائش نظارہ کُن | حِجابِ خودی راز خود پارہ کُن
بشُو نُسخۂ ماسِوی اللہ را | بجو نُکتۂ قلب آگاہ را
نظر تا بہ کَے می کُنی سُوئے خط | زَخط بگُذر و فہم کُن در نُقط
کہ شُد از نقط بود و خط درعیاں | و لے آں نُقط راتو کردی نہاں
پس ایں نکتہ کافیست رافت خموش | مکُن ظاہر ایں راز ہارا بہ پُوش

ترجمۂ حکایت

[ایک چالاک مردِ خدا تھا اور دِل سے کیمیا کا رسیا تھا۔ اسی کے شوق میں وہ سب کام چھوڑ بیٹھا۔ اس کا خیال اس کے لئے پتھر کی لکیر بن گیا۔ اسی زمانہ میں ایک عارف باصفا تھا۔ خدا کا دوست نائب مصطفیٰ ﷺ تمام اندرونی تکالیف وسوزش و دردجنوں کے لئے شفا تھا۔ جب وہ خاک پرنظر ڈالتا تو اکسیر خالص بن جاتی۔

غرض وہ شاہِ دیں اس شہر میں تھا، تو وہ (طالبِ کیمیا) ان کی خدمت میں جلد حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا کہ میں اسرارِ حق کا طالب ہوں مجھے بھی سبقاً سبقاً سکھایئے۔ لیکن دراصل اس کے دل میں اکسیر کا شوق تھا۔ اس لئے ان بزرگ سے اسے کوئی فائدہ نہ معلوم ہوا کیونکہ دِل اگر آئینہ کی طرح صاف ہو تبھی اس کی تاثیر کامل ہوتی ہے۔

اور پھر دِل کے آئینہ میں وہ روئے نگار (محبوب کا چہرہ) کا عکس دیکھ سکتا ہے۔ ورنہ غبار کی صورت میں کب دکھائی دے گا۔

ہمہ وقت وہ طالب کیمیا ان بزرگ باصفا کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ ایک دِن وہ نیک مرد آنحضرت کی خدمت میں نہایت ادب وشوق کے ساتھ عرض کرنے لگا، بحرِ معرفتِ الٰہی کے گوہر، خدا کے واسطے میرا سوال سنیئے۔ میرے دِل پر تمنا کو خوش کیجئے اور جلد از جلد مجھے کیمیا کا نسخہ بتایئے۔

اس ولیِ کامل نے فرمایا: اچھا! میرے نزدیک آؤ اور نسخۂ کیمیا مجھ سے سن لو کہ وہ یہ ہے، یہ ہے اور یہ ہے۔ تم اس نسخہ کو اس طرح ترکیب دو مگر دِل میں بندر کا خیال اس وقت کبھی نہ لانا۔

اس شخص نے کہا کہ اے ولی زماں! تیرے فیض سے سارا جہاں فیض یاب ہے، اگر نسخہ دینا منظور تھا تو بندر کے ذکر سے آپ کو کیا فائدہ ہوا۔ اس مردِ خدا نے یہ پوشیدہ راز نہ سمجھا، جو پردہ ہی پردہ میں ولی زماں کہہ گئے تھے۔ اگر دل سے یہ خیال دور ہوجائے تو بلاشبہ اکسیر حاصل

ہو جائے۔ بندر سے مراد یہ تیری خودی ہے اگر یہ خودی دل سے دور ہو تو یہی کیمیا ہے۔ اس خودی سے دور ہو جاؤ تا کہ خدا تک پہنچو۔ اے میرے عزیز! خدا کے لیے خود سے گذر جا۔ تو خود ہی حجاب روئے یار ہے خودی کو چھوڑ دے، تو خدا کو دیکھ لے گا۔ حجاب خودی کو اپنے سے پھاڑ ڈال، پھر اس حسن خود آرا کا نظارہ کر۔ ماسوااللہ کے نسخہ (خیال) کو دھو ڈال، قلب آگاہ کا یہ نکتہ حاصل کر۔ خط پر کب تک نظر ڈالتا رہے گا۔ خط سے گذر کر نقطوں پر غور کر۔ نقطوں سے خط کے اندر کا (معنی) عیاں ہوتا ہے اور تو نے ان نقطوں کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ پس اے رافت یہی نکتہ کافی ہے۔ اس راز کو ظاہر نہ کر، اسے پوشیدہ رکھنے کیلئے خاموش ہو جا]

حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضور ﷺ مزاح بھی فرمایا کرتے تھے لیکن ایسا مذاق جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک بوڑھی (عورت) نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی۔ یہ بات سچ اور حق ہے یا غلط؟

حضرت ﷺ نے بطور مزاح کے فرمایا کہ جوان عورتیں جنت میں داخل ہوں گی نہ کہ بوڑھی عورتیں۔ وہ بوڑھی عورت غمگین ہو کر گھر لوٹ گئی۔ پھر حضرت ﷺ نے اس عورت کو کہلایا کہ بوڑھی عورت کو حق تعالی جوانی کی خلعت سے نواز کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ پس جنت میں بوڑھی ہو کر نہیں بلکہ جوان بن کر داخل ہوں گی۔

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس سے قبل میرا مزاج مزاح کی طرف مائل تھا۔ ایک دن مجھے الہام ہوا کہ مزاح نہ کرنا چاہیئے۔

یوم اتوار، تاریخ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے میر قمر الدین سمرقندی کی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ اپنا وقت ضائع نہ کرے کیونکہ اوقات کا ضائع کرنا درجات کے

نقصان کا موجب ہے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ حضرت پیغمبر ﷺ تہجد کی تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جس میں طول قرأت کے ساتھ طویل قومہ و جلسہ فرماتے تھے (یعنی نماز خوب ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے تھے اور قرأت طویل ہوتی تھی) اور کبھی نو رکعتیں اور کبھی پانچ رکعتیں حسب اختلافِ روایات و اوقات ادا فرماتے تھے (یعنی وقت کی گنجائش کے لحاظ سے ادا فرماتے تھے جیسا کہ مختلف روایات میں موجود ہے) اور نمازِ فجر کے بعد بیٹھ جاتے تھے یہاں تک کہ آفتاب مشرق میں اتنا اونچا ہو جاتا تھا جتنا عصر کے وقت مغرب میں ہوتا ہے۔ پھر اس وقت دو رکعت شکر النہار اور دو رکعت نمازِ استخارہ کی ادا فرماتے اور یہ دعا فرماتے تھے کہ۔ اے اللہ! مجھ سے وہی کام سرزد ہوں جو میرے حق میں دین و دنیا کے لئے بہتر ہوں اور مجھ سے وہ کام نہ صادر ہوں جو میرے حق میں دین و دنیا کے لئے بُرے ہوں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَۃٍ ثُمَّ جَلَسَہٗ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَتْ لَہٗ کَاَجْرِ حِجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ تَامَّۃٌ تَامَّۃٌ.

(ترجمہ) ”جو نمازِ فجر جماعت سے پڑھ کر بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا، یہاں تک کہ سورج نکل آیا پھر اس نے دو رکعت نماز ادا کی، تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کا پورا پورا ثواب ملے گا۔“

اور جو دعائے استخارہ کہ پیغمبر ﷺ نے پڑھی وہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ.

(مسلم شریف و سننِ اربعہ)

[اے اللہ! میں تجھ سے، تیرے علم کے ذریعہ بہتری چاہتا ہوں، اور تیری قدرت کے

ذریعہ طاقت چاہتا ہوں اور تیرے عظیم فضل کے ذریعہ تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس لئے کہ تو قدرت رکھتا ہے اور مجھے قدرت نہیں، اور تو جانتا ہے اور مجھے علم نہیں، اور تو تمام پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (یہاں کام کا نام لے یا اس کا خیال دِل میں لائے) میرے لئے میرے دین و دنیا اور میرے انجام کار میں یا دیر سویر کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کی مجھے توفیق دے اور اسے میرے لئے آسان کر دے، پھر میرے لئے اس میں برکت فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین و دنیا اور انجام یا دیر یا سویر کے لحاظ سے اچھا نہیں تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے باز رکھ اور میری بہتری جہاں ہو وہاں مقدر کر، پھر مجھے اس پر راضی کر دے]

اس کے بعد جب آفتاب پورب کی جانب اتنا بلند ہو جائے کہ جتنا ظہر کے وقت پچھم کی جانب مسافت رکھتا ہے، تو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) چار رکعت نماز چاشت ادا فرماتے تھے اور اس کے بعد زوال کے وقت (یعنی بعد زوال) فَیْءُ الزَّوَال طولِ قرأت سے پڑھتے اور عصر سے قبل چار رکعت اور (نماز) مغرب کے بعد چھ رکعت صلوٰۃ اوابین اور عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ زاہدوں کے لئے باعث فخر حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نماز تہجد میں ساٹھ بار سورۂ یٰسین پڑھتے تھے۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا درود شریف ہزار بار پڑھنا چاہیئے اور کلمۂ تمجید اور دوسری مسنون دعائیں اور استغفار جس قدر پڑھ سکیں پڑھنا چاہیئے اور دِن و رات کے باقی اوقات میں ذکر قلبی اور تہلیل لسانی (یعنی زبانی کلمۂ طیبہ پڑھنا) اور مراقبات میں مشغول رہنا چاہیئے، اور قرآن مجید کی منزل بھی پڑھنی چاہیئے۔

یوم پیر، تاریخ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے مولوی شیر محمد سے دریافت فرمایا کہ آپ کے کس لطیفہ میں جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور فیض کس مقام پر آتا ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی توجہات سے ہر لطیفہ میں جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ پہلے پہل لطیفہ نفس پر فیض وارد ہوتا ہے، پھر سینہ کی جانب متوجہ ہو کر مضمحل و مستہلک بنا دیتا ہے۔

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ السامی نے فرمایا ہے کہ نفس جب مطمئنہ ہو جاتا ہے اور راضی و مرضی کا معاملہ ہو جاتا ہے تو معاملہ صدر سے متعلق ہو جاتا ہے اور شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے۔ اور ایمانیات کے سلسلہ میں دلیل کی حاجت نہیں رہتی، نظری بدیہی ہو جاتا ہے اور اعتقادی کشفی کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

بعد ازاں حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ! طریقۂ علیہ حضرتِ نقشبند ﷺ بھی عجب ہے۔ جو نہایت آسان ہے اور سب سے زیادہ نفع بخش بھی۔

اس کے بعد حضور پُر فیض گنجور میں حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت کا تذکرہ آیا حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسراہ السامی سے پہلے نسبت احسان تھی اور حضرت موصوف سے آراستگی نسبت اور حضور و آگاہی کی کیفیت رونما ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند ﷺ سے جدید طریقہ ظاہر ہوا کہ حضرت خواجہ ممدوح نے بارہ روز تک یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے وہ طریقہ عنایت فرما جو یقیناً موصل ہو (یعنی یقیناً منزل تک پہنچا دینے والا ہو) حق تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا اور سب سے آسان اور یقینی طور پر منزل تک پہنچانے والا راستہ (طریقہ) عنایت فرمایا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دِن میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا تھا اور ان سے امداد اور توجہ طلب کی اور کہا کہ شیأ للہ شیأ للہ (کچھ

اللہ کے لئے کچھ اللہ کے لئے) عطا کیجئے مشاہدہ قلبی کے ذریعہ دیکھا کہ صاف پانی سے بھرا ہوا ایک حوض ہے کہ اسکے کنارہ سے پانی چھلک رہا ہے اور القاہوا کہ تیرا سینہ اسی طرح انوارِ عرفان مجددی سے بھرا ہوا ہے اور زائد کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کے ایک دِن حضرت نظام الدّین ؒ کے روضۂ اقدس پر گیا اور عرض کیا کہ مجھ پر توجہ فرمایئے۔ حضرت نظام الدّین اولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کمالاتِ احمدیہ سب کے سب تم کو حاصل ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اپنی نسبت بھی عطا فرمایئے۔ حضرت نے توجہ فرمائی اور اپنی نسبت سے محظوظ فرمایا۔ تو اس کے آثار میں نے اپنے اندر پائے اور میں نے مشاہدہ کیا کہ ان کے چہرۂ کا رنگ میری صورت میں جلوہ گر ہے اور میرا چہرہ ان کی شکل کا ہوگیا۔ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

[میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جا، میں جسم ہو جاؤں اور تو (اسکی) جان ہو جا، تا کہ بعد میں کوئی نہ کہہ سکے کہ تو اور میں الگ الگ ہیں]

یوم منگل، تاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا کو ضعف قلب کی شدت سے اس وقت بیٹھنے کی ہمت نہ تھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کو ضعف بہت ہے، دواؤں کے ذریعہ اس کے دور کرنے کی تدبیر ہونی چاہیئے۔ حضرت والا میں محبت الٰہی کی حرارت نے جوش مارا اور بے اختیار یہ شعر پڑھا۔ ؎

ہر چند پیرِ خستہ دل و ناتواں شدم ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

[اگر چہ میں خستہ دل بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں مگر جب بھی تیرے چہرہ کو یاد کرتا ہوں، تو جوان ہو جاتا ہوں]

اور پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور متوسلین کے حلقہ پر توجہ فرمائی۔

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ سیر الی اللہ کا مطلب تعلقات (ماسوا) کا توڑنا اور آرزوؤں کا چھوڑنا ہے۔ اور جب تعلقات ٹوٹ گئے اور آرزوئیں منقطع ہوگئیں تو سیر الیٰ اللہ کا دور شروع ہوتا ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک روز ہمارے مولیٰ و مرشد و ہادی، اسرار رحمٰن کے مظہر حضرت مرزا جانجاناں علیہ الرحمۃ الرحمن نے ضعف کے طاری ہونے کی وجہ سے توجہ موقوف فرمادی، (آپ کے) اصحاب توجہ کے لئے حاضر ہوکر عنایت کے منتظر بیٹھے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

خضر از حسد بمیرد چو بروئے یار باقر　　　　کند آخریں نگاہ ورہِ پائدار گیرد

[خضر حسد سے مرجائے جب شان والے دوست کے رُخ زیبا پر آخری نگاہ ڈالی اور آخرت کی راہ اختیار کی]

اور پوری قوّت سے اُٹھ بیٹھے پھر اصحاب پر توجہ ڈالی۔

و نیز حضرت والا نے میر قمر الدّین سمرقندی سے فرمایا کہ متوجہ رہو، میں ہمّت (صرف) کرتا ہوں کہ تمہارے عالم امر کے لطائف خمسہ اور لطیفۂ نفس و عناصر ثلثہ سب ایک ہو جائیں۔ اس کے بعد مولوی شیر محمد و مولوی محمد عظیم و مقبول النبی کبروی کشمیری اور میاں جان محمد سے ارشاد فرمایا کہ تم چاروں اصحاب متوجہ ہو جاؤ کہ میں توجہ کرتا ہوں کہ تمہارے لطائف خمسہ لطیفۂ نفس سے متحد ہو جائیں کہ کوئی مسافت درمیان میں باقی نہ رہے۔

راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ لطائف کے متحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر لطیفہ کی سیر تمام ہو جائے اور ہر ایک لطیفہ دوسرے سے اتحاد رکھتا ہے یعنی لطیفۂ قلبی کی انتہاء اور لطیفۂ روحی کی ابتداء باہم ملی ہوئی ہے (درمیان میں کوئی فصل نہیں ہے) اور اسی پر بالترتیب باقی لطائف کا قیاس کرنا چاہیئے۔ بس ہر سالک جس لطیفہ کی سیر تمام کرتا ہے گویا اس کے قدم دوسرے میں پڑ جاتے ہیں اور اس لطیفہ کی سیر شروع ہو جاتی ہے۔ اور سلوک مقامات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ سلوک ہر مقام کا پورا کرے کہ اپنے مرشد کی توجہ سے ہر لطیفہ کے ابتدا سے آخر تک راہ طے کرے' اس کے بعد

دوسرے لطیفہ کی سیر میں مشغول ہو۔ دوسرے یہ کہ سلوک مقامات بطور طفرہ (پھلانگنا) ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ مرشد جس طالب کو چاہتا ہے کہ اس کا معاملہ جلد از جلد انجام کو پہنچا دے تو وہ پہلے لطیفہ پر توجہ ڈالتا ہے اور ابھی پہلے لطیفہ کی سیر تمام نہیں ہوتی کہ لطیفہ ثانی کے انوار اس پر القا کرتا ہے اسی طرح دوسرے لطیفہ کی سیر تمام نہ ہونے کے باوجود تیسرے لطیفہ پر توجہ کرتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اپنی توجہ سے ہر مقام کے فیوض و برکات اور ہر جگہ کے انوار و کیفیات کا سالک کے باطن پر القا فرماتا ہے پس وہ سالک صاحب طفرہ گویا کہ ہر مقام کو بطور اجمال دیکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد عنایتِ خداوندی جل شانہٗ سے ہر مقام کی تفصیلی سیر بھی حاصل ہو جاتی ہے اور حضرت والا نے اُن چاروں اصحاب پر لطائف کے متحد ہونے کے لئے توجہ فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے ان حضرات کو ہر لطیفہ کی اجمالی سیر کرائی تھی اور اب ہر لطیفہ کی تمامیت پر توجہ فرما رہے تھے۔

یوم بدھ، تاریخ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

فقیر آنجناب قبلۂ شیخ و شاب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین صاحبان ایک جگہ بیٹھے تھے۔ اتفاقاً عبادت پر علم کی فضیلت کا تذکرہ آیا۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے فرمایا کہ حدیث شریف میں جو عبادت پر علم کی فضیلت آئی ہے تو اس علم سے مرادِ علمِ مسائل (یعنی شریعت) ہے۔ میں نے کہا کہ اس علم سے مراد علم باللہ ہے اور علم باللہ دو معنٰی رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کی ذات میں مستغرق ہو۔ دوسرے یہ کہ واقعات کو حکیمِ مطلق کا فیصلہ یا قادر برحق کا فعل یقین کرے۔

اس کے بعد حضور میں اولاد حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی کی فضیلت کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت محبوبِ سبحانی مجدد الف ثانی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری نسبت میری تمام اولاد میں جاری ہے اور قیامت تک رہے گی مگر کسی میں زندگی ہی میں ظاہر ہو گی اور کسی میں مرتے وقت جلوہ گر ہو گی غرض کہ کسی کو اس نسبتِ شریفہ سے محرومی نہ ہو گی۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ دِل چاہتا ہے کہ یہ خانقاہ حضرت مرشدنا وقبلتنا مولانا مظہر رحمان حضرت جانجاناں قدسنا اللہ تعالی بسرہ الاقدس وسیع ہوجائے۔ پھر فرمایا کہ میری کوئی اولاد نہیں کہ جس کے لئے چاہوں مگر چاہت میری محض اللہ کے لئے ہے کہ لوگ حق جل وعلا کی طلب میں اپنے وطنوں سے آتے ہیں لیکن ٹھہرنے کی جگہ نہیں پاتے۔ انہیں لوگوں کے لئے مکان میں وسعت چاہتا ہوں۔

یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد اس مکان میں میاں ابوسعید بیٹھیں اور حلقہ ومراقبہ اور درسِ تفسیر وحدیث میں مشغول ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ خداوندا! میرے بعد کیا طریقہ ہوگا؟ میری ہی طرح رہیں گے یا دوسرے ڈھنگ سے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے (شاہ ابوسعید کے) حال پر اس قدر عنایت کیوں ہے؟ وہ نہیں سمجھتے کہ میاں ابوسعید وہ ہیں جو اپنے پانچ سو مریدوں کو چھوڑ کر میرے پاس آئے اور اس سے پہلے دوسرے مشائخ سے خرقۂ خلافت پایا تھا۔ بس اپنے مرشد کی زندگی ہی میں خلافت واجازت چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ میری بیعت کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے اور پیری سے مریدی کی جانب بڑھے ہیں۔ پس کیونکر مورِدِ عنایت و مصدرِ ہمت نہ ہوں۔

ونیز اسی روز خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی کا تذکرہ آیا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ وہ خواجگان نقشبند جن کا ختم مشہور ہے، سات ہیں:

پہلے :	(حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ	(وفات: ۱۲ ربیع الاوّل ۵۷۵ھ)
دوسرے :	(حضرت) خواجہ عارف ریوگریؒ	(وفات: یکم شوال ۶۱۵ھ)
تیسرے :	(حضرت) خواجہ محمود انجیر فغنویؒ	(وفات: ۱۷ ربیع الاوّل ۷۱۵ھ)
چوتھے :	(حضرت) خواجہ علی رامیتنیؒ	(وفات: ۱۸ ذی القعدۃ ۷۲۱ھ)
پانچویں :	(حضرت) خواجہ بابا سماسیؒ	(وفات: ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷۵۵ھ)
چھٹے :	(حضرت) خواجہ امیر کلالؒ	(وفات: ۸ جمادی الاولیٰ ۷۷۲ھ)

ساتویں : (حضرت) خواجہ بہاء الدین نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم (۳ ربیع الاول ۷۹۱ء)

یوم جمعرات، تاریخ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور عالی میں حاضر ہوا۔ میر قمر الدین سمرقندی نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین ﷺ اصحاب رسول ﷺ میں سے تھے یا تابعین میں سے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وہ چھوٹی عمر کے صحابہ میں سے تھے اور آں سرورِ علیہ صلوٰت اللہ الملک الاکبر کی حدیث شریف دَعْ مَا یُرِیْکَ اِلٰی ما یریبک (مشکوک یعنی شک میں ڈالنے والی چیزیں چھوڑ کر غیر مشکوک یعنی یقینیات اختیار کرو) کی روایت حضرت امام حسن ﷺ سے مروی ہے اور دعائے قنوت جو امام شافعی کے مذہب میں پڑھی جاتی ہے۔ وہ بھی سرورِ کائنات ﷺ سے انہیں نے روایت فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَ قِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ اِنَّکَ تَقْضِیْ وَ لَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَ اِنَّہٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَایَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ.

(اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی ہے، ان کے زمرے میں مجھے بھی ہدایت دے اور مجھے (دنیاوی اور اُخروی آفتوں سے) عافیت میں رکھ ان لوگوں کے زمرے میں جنہیں تو نے عافیت دے رکھی ہے، اور میری کارسازی فرما ان لوگوں کے زمرے میں جن کا تو والی ہوا، اور جو تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں برکت فرما اور جس کو تو نے برائی قرار دیا ہے اس سے مجھ کو بچا لے، کیونکہ تیرا حکم سب پر چلتا ہے، اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا، جس کا تو نگہبان ہوا وہ بھی ذلیل نہیں ہو سکتا، اور جس کو تو نے دشمن رکھا وہ ہرگز عزت نہیں پا سکتا۔ تو بابرکت ہے، اے ہمارے پروردگار، اور تو ہی برتر ہے، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں، اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔)

پس حضرت امام حسن ﷜ سے روایتِ حدیث وارد ہے۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث کی روایت کم ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا **علیہ تحیات الملک الاعلیٰ** کے بعد تقریباً چھ ماہ بقیدِ حیات رہیں۔

اور کاشفِ اسرارِ تحقیق امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق ﷜ سے بھی اسی سبب سے روایات احادیث کم ہیں کہ (حضرت) پیغمبر **عَلَیْہِ صَلٰوۃ اللّٰہِ الْمَلِکُ الْاَکْبَرُ** کے رحلت کے بعد ان کی عمر مبارک لوحِ حیات پر دو سال اور تین ماہ سے زیادہ کا خط طوالت نہ کھینچ سکی (یعنی آں حضور ﷺ کی رحلت فرمانے کے بعد حضرت صدیق اکبر دو سال تین ماہ حیات رہے)۔

اور حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے جو روایات احادیث کی کثرت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عمر طویل ہوئی و نیز آنحضرت ﷺ نے ایک دِن حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلاؤ انھوں نے اپنی چادر پھیلائی پس آں سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے ایک نُور تین بار ڈالا اور فرمایا کہ اپنے سینہ پر مل لو، حضرت ابو ہریرہ نے ایسا ہی کیا۔حق تعالیٰ نے ان کو ایسی قوتِ حافظہ عطا فرمائی کہ کوئی چیز بھی ان کی یادداشت سے نہیں نکلتی تھی، چنانچہ سات ہزار پانچ سو روایات احادیث آنحضرت ﷺ سے کی ہیں۔پس عرض کیا گیا کہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ توجہ اور ہمت کرنا بھی حضرت پیغمبر **علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر** سے مروی ہے۔حضرت والا نے فرمایا کہ اس القاء سے مفہوم ہوتا ہے کہ آں صدر انبیاء **علیہ صلوات اللہ الملک الاعلیٰ** نے سینۂ حضرت ابو ہریرہ ﷜ میں حفظ کا القا فرمایا۔لیکن توجہ فرمانا اُس ہُمائے اَوجِ رسالت وعُنقائے (کوہ) قاف **قربت علیہ من الصلوات اتمّھا واکملھا** کا دوسری حدیثوں سے ظاہر و باہر ہے۔چنانچہ (روایت ہے کہ) حضرت اُبَی بن کَعب ﷜ کے دِل میں جہالت کا خطرہ پیش آیا، تو حضرت امام الانبیاء **علیہ صلوات اللہ الملک الاعلا** نے توجہ کے ساتھ اپنا دست مبارک ان کے قلب پر رکھا فوراً ان کے دِل سے وہ خطرہ دفع

ہوگیا۔اوران کے سینہ بے کینہ کی تختی سے وہ نقشِ باطل مٹ گیااور وہ بول اٹھے کہ كَـاَنِّـیْ اَنْـظُرُ اِلَی اللّٰهِ فَرْقاً (گویا کہ میں اللہ کو کچھ فاصلہ پر دیکھ رہا ہوں)۔

ونیز دوسرے اصحاب کے خطرات ماسوا کو دفع کرنے کے لئے اپنے دستِ مبارک کو جو ید بیضاءِ موسیٰ کے لئے رشک کا باعث تھا،سینہ سے ناف تک پھیرتے،اس ہمت کا اثر ان پر ایسا ظاہر ہوتا کہ زندگی بھران کے سینہ بے کینہ میں ایسے خیالات (بے جا) نہیں آتے تھے۔

ونیز حضرت والا کی خدمت میں شیخ طاہر لاہوری کا جو حضرت مجدد الف ثانی کے خلفاء میں سے تھے تذکرہ آیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شیخ طاہر بڑی شان اور بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔اکثر اوقات ان کو الہام ہوتا تھا کہ اے طاہر! کہہ دے کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کے سروں پر ہیں۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دِن حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حالتِ کشف میں شیخ طاہر کے احوال آنجناب پر ظاہر ہوئے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس حلقہ کے حاضرین میں سے ایک شخص گمراہی کا طوق گردن میں ڈال کر راہِ ہدایت اور طریقِ ارشاد سے برگشتہ ہوجائے گا اور کفر کی وادی کی جانب روانہ ہوگا۔عَیَـاذاً بِـاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِکَ (اللہ سبحانہٗ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے) میں نے اس کی پیشانی پر هُوَ الْکَافِرُ کا لفظ لکھا ہوا دیکھا ہے۔پس حلقہ والے جنہوں نے حلقۂ بندگی اخلاص کے ساتھ ڈال رکھا تھا اور فدویت کا گھوڑا میدانِ ارادت میں دوڑائے ہوئے تھے ایسے سرکش مُرید کے احوال اور وعید شدید کی بنا پر ایمان کے چلے جانے سے ڈرنے لگے۔آخر کار سب نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اس بات کو سن کر بہت خائف ہے اور اس رنج وغم سے پردرد ہے۔ہم امیدوار ہیں کہ عنایت کی نظر فرمائیں اور اس ضلالت کے بھنور سے بچا کر ایمان و امن کے کنارے پر پہنچا دیں۔ہم میں سے وہ شخص جس کے نامناسب کام کا انجام اس دریائے بَلَا کی گہرائی میں ہے اور ہم میں سے وہ برے کردار والا مرد جو آزمائش کے سمندر میں غوطہ لگانے والا کون ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے جب اس کا انجام بتایا ہے تو اس کا نام بھی بتا دیا جائے۔پس آں واقفِ اسرار رحمانی حضرت

مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی نے فرمایا کہ یہ (شخص) شیخ طاہر لاہوری ہے۔ احباب حیرت میں آگئے کہ ایسا شخص جس کا ظاہر و باطن پاک ہو پھر راہِ ضلالت اختیار کرے اور روشنی سے تاریکی میں بھٹکے۔ چند دنوں کے بعد آنحضرت کے فرمان کے مطابق وقوع میں آیا کہ شیخ طاہر نے اسلام کی طہارت کو کفر کی خباثت میں بدل دیا، ارتداد کی زِنار (جینو) گردن میں ڈال لی۔ چونکہ شیخ (طاہر) دونوں حضرات صاحبزادگان کے استاد تھے (اس لئے) صاحبزادوں نے عرض کیا کہ آنحضرت توجہ فرمائیں کہ شیخ طاہر شرف اسلام سے مشرف ہوں۔ حضرت امام ربّانی نے توجہ فرمائی، معلوم ہوا کہ لوحِ محفوظ میں ان کے حق میں لفظ هُوَ الْكَافِرُ (وہ کافر ہے) لکھا گیا ہے۔ پھر آنحضرت نے جناب الٰہی میں گڑگڑا کر عرض کی کہ اے اللہ! حضرت غوث الثقلین ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو قضائے مبرم پر قابو نہیں ہے مگر مجھ کو ہے اور فرمایا کہ اَلرَّجُلُ مَنْ يُنَازِعُ الْقَدَرَ لَا مَنْ يُوَافِقُهُ (مرد وہی ہے جو تقدیر پر جھگڑا کرے نہ کہ اس کی موافقت کرے)۔

جب تو نے اپنے دوستوں میں سے ایک کو یہ بزرگ مرتبہ (یعنی نوشتۂ تقدیر کے خلاف اصرار کرنے کا مرتبہ) عنایت فرمایا ہے، تو میں بھی امیدوار ہوں کہ میرے واسطہ سے اس بلا کو پھیر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور شیخ طاہر کو اسلام بلکہ ولایتِ خاصہ کی بزرگی سے مشرف فرمایا اور اپنے قرب کے ذریعہ ان کو امتیاز بخشا۔

اس کے بعد حضرتِ والا نے فرمایا کہ تقدیر کی تین قسمیں ہیں:

ایک تقدیرِ معلّق : کہ حق تعالیٰ نے اس کو دعا یا دوا پر موقوف رکھا ہے۔

دوسرے تقدیر مبرم : جو موقوف نہیں ہے، جو کچھ لکھا ہے ویسا ہی واقع ہوگا۔

تیسرے تقدیر بعلم الٰہی : یہ ہے کہ اس کو لوحِ محفوظ میں نہ تو معلّق لکھا گیا ہے اور نہ مبرم۔

اور خاصانِ خدا کو ایسی ہی تقدیر میں عرض کرنے کی اجازت ہے اور اَلرَّجُلُ مَنْ ...الخ کا قول ایسی ہی تقدیر کے بارے میں ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دِن حضرت پیر و مرشد کے روضۂ منورہ پر حاضر تھا۔

نسبتِ عالیہ چشتیہ کی جانب متوجہ تھا تو دیکھا کہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عزیز! ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ جو نسبت کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے اسکی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور اسی کی احتیاط کرنی چاہیئے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب قبلہ ﷺ فرماتے تھے کہ حضرت غوث الاعظم ﷺ نے چار افراد سے بیعت کی ہے اور مجھ کو تین افراد کی اطلاع ہے۔ ایک ان کے والدِ ماجد حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ۔ دوسرے شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہ۔ تیسرے حضرت حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت حماد کپہ ساز تھے۔ لیکن ان کے کپہ پر مکھی کبھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ بات ان کی کرامات میں سے تھی۔ ایک دِن ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے تجارتی سفر کی اجازت مانگی۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سفر میں تمہارے جان و مال کا خطرہ نظر آتا ہے۔ اس (سفر) کو ترک کرنا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت سفر کا طالب ہوا۔ حضرت غوث الاعظم نے اجازت دیدی۔ پھر وہ شخص تجارت کی غرض سے چلا گیا۔ جب وہاں سے لوٹا تو اثناء راہ میں اس نے خواب میں دیکھا کہ رہزنوں نے (ڈاکو جو راہ میں چھاپے مار کر لوٹ لیتے ہیں) ہر طرف سے حملہ کر کے اس کے مال و متاع اور نقد و جنس تمام لوٹ لیا ہے اور اس کے جسم پر تیر و تلوار کی ضربوں سے کافی زخم پہنچائے ہیں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو جان و مال سلامت پائے (غرض کہ) قطع مسافت کر کے اور راہ طے کرتا ہوا صحت و عافیت کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوا۔ اس کے بعد حضرت حماد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبد القادر جیلانی نے قضاء کو دعا کے ذریعہ رد کر دیا اور اس واقعہ کو بیداری سے خواب میں بدل دیا ہے۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن حضرت غوث الاعظم ﷺ حضرت حماد کے مزار پُر انوار پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ناگاہ آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور حضرت حق جل وعلا کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہوئے دعا مانگی۔ ایک ساعت کے بعد ان کے چہرہ

مبارک کا رنگ اپنی حالتِ اصلی پر لوٹ آیا۔ اٹھے اور حضرت حماد کی روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت اس کیفیت کی تشریح فرمائیں۔ حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ سخت سردی کے زمانہ میں ایک دن حضرت حماد ﷫ نے مجھ کو پانی کے حوض میں گرا دیا تھا کہ میرا تمام بدن اس سرد پانی سے تر ہو گیا۔ ایک کتاب میرے ہاتھ میں تھی وہ ہاتھ میں نے اٹھالیا کہ کتاب بچ جائے۔ جب پانی سے نکلا تو حضرت حماد نے فرمایا کہ میں تمہارے صبر وتحمل کو دیکھنا چاہتا تھا اور اس کی جانچ کرنے کے لئے تمہیں پانی میں دھکیلا تھا۔ آج حضرت حماد نے فرمایا کہ جس ہاتھ سے تمہیں پانی میں دھکیل دیا تھا میرا وہ ہاتھ خشک ہو گیا ہے، آپ دعا کریں کہ میرا ہاتھ پھر پہلے کی طرح ہو جائے۔ میں نے دعا کی اور میرے ساتھ پانچ سو اولیاء (اللہ) نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ خدا کا شکر ہے کہ دعا کو قبولیت کا درجہ ملا اور حضرت کا ہاتھ پہلے کی طرح صحیح وسالم ہو گیا۔ جو لوگ حضرت غوث الاعظم کے طرف دار تھے۔ اس عجیب واقعہ کو سُن کر اس کا انکار کیا اور یہ طعنہ دینے لگے کہ یہ اپنے تصرفات کو اپنے پیر ومرشد پر جاری کرتے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم ﷫ جب اس انکار پر مطلع ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ چالیس روز کی مدت کے اندر ہی جناب حضرت حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ خود تم سے بتا دیں گے۔ یکا یک حضرت حماد کے خلیفہ دور دراز کی مسافت طے کر کے آئے اور کہا کہ میرے پیر نے مجھ سے کہا ہے کہ جو کچھ عبد القادر کہتے ہیں وہ درست ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے (شاہ غلام علیؒ نے) احباب کی طرف توجہ فرمائی اور حلقہ ومراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ پس اسی حلقہ میں برخوردار سعادت آثار میاں احمد سعید طال عمرہ (ان کی عمر طویل ہو) کی طرف نظر فیضِ اثر ڈال کر اخوان صاحب سے فرمایا کہ ان کو فوق کی جانب توجہ کرنی چاہیے۔ اخوان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں کہ ان کے لطائف خمسہ باہم متحد ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ (لطائف) یکجا ہو جائیں گے لیکن اس سے کوئی مجدّدی نہیں ہو جائے گا، مجدّدی تو اس وقت ہو گا جب وہ کمالات کی نسبت پیدا کرے۔

یوم جمعہ، تاریخ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور والا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جذبہ اسم ذات سے پیدا ہوتا ہے اور راہِ سلوک کا کشف نفی و اثبات سے۔ یعنی اسم مبارک اللہ اللہ دل سے مذکور کے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ذکر کرنا جذبہ میں معاون ہوتا ہے اور کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ سلوک کی راہ کو کھولنے والا ہے۔

نیز فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ السامی سے پہلے وقوف قلبی اور نگاہ داشت خواطر تھا اور اسمِ ذات (کے ذکر) کا طریقہ اس ڈھنگ پر نہ تھا۔ چنانچہ ہمارے حضرت پیر و مرشد نے مجھ کو بھی اسمِ ذات کی تلقین نہیں فرمائی تھی صرف وقوف قلبی و نگاہ داشت پر اکتفا کیا تھا۔ لیکن چونکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب شریف سے اسم ذات کی تلقین کرنا ظاہر اور آشکارا ہے۔ میرا معمول بھی اسی پر پڑ گیا ہے اور سالک کے لئے حصول جذبہ میں مفید بھی بہت ہے۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ بچوں کو شروع میں جب حروف مفردات کی تعلیم کے سلسلہ میں بتایا جاتا ہے کہ اَلِف زبر اَ اَلِف زیر اِ اَلِف پیش اُ' تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اوپر آ نیچے آ یعنی اس کے سامنے پست ہو جا۔ یعنی اس (ذات) تعالیٰ کے سامنے آ سکی مراد یہ ہے کہ اوپر آ اور اپنی انا (یعنی خودی کو) چھوڑ دے کہ اس (ذات) تعالیٰ کے مقابل انانیت نہیں ہے۔ جب تک تو اپنے کو فنا نہ کرے گا اس کی بارگاہ میں بزرگی نہ پائے گا۔ یعنی جب تک تو ہے یعنی تیری انا تجھ میں ہے تو ہو نہیں اور جب تو نہ ہوگا (یعنی تیری خودی فنا ہو جائے گی) تو تو ہو جائے گا۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام حضور قبلۂ انام میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کو حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کے لئے سوتے سے جگا دیا۔ ان بزرگ نے فرمایا آپ کو میری نماز سے کیا تعلق؟ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اٹھئے اور میرے لئے دعا کیجئے۔ ان بزرگ

نے فرمایا کہ آپ میرے حق میں دعا کیجئے، پھر میں (آپ کے حق میں) دعا کروں گا۔ پھر حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ آپ دعا کیجئے۔ ان بزرگ نے دعا فرمائی کہ وَفَّرَ اللّٰہُ نَصِیْبَکَ عَنْہُ (یعنی اللہ تعالیٰ آپ کا نصیب بلند فرمائے)۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اولیاء کا کمال حضور و آگاہی اور بے خطرگی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ آخر کار انتظار ہے اور حاصلِ معاملہ انتظار اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ کمال یہ ہے کہ انتظار بھی نہ رہے اور فناء انتظار علم حضوری میں حاصل ہوتا ہے۔ کمالِ قرب میں انتظار نہیں رہتا۔ مثلاً ایک شخص اپنا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے سے نکال کر اپنے چہرہ کے سامنے کرتا ہے تو انتظار ہے اور جب آنکھ کی پتلی پر رکھ لے تو نہ انتظار رہتا ہے اور نہ مشاہدہ۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ ہر شخص کو اپنے نفس کا علم ہے لیکن وہ علم، علم نہیں ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ آدم بنوری ﷫ نے اپنے پیر و مرشد حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ السامی کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ اکابرینِ طریقت کی توجہ سے سالک کے دِل میں توجہ پیدا ہوتی ہے اور میرے مرشد کی توجّہ سے دِل کی توجہ زائل ہو جاتی ہے ان دونوں (نکات) میں فرق ہے پس دھیان سے سمجھو۔

و نیز حضرت والا نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابر سفید میں (پوشیدہ) ہے۔ اس دولتِ عظمیٰ اور عطیۂ کبریٰ کا حصول کمالات ہی میں میسّر ہوتا ہے۔

یوم اتوار، تاریخ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضری دی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس آیۂ کریمہ مَن یُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے (دراصل) اللہ کی اطاعت کی'') سے بعض اکابرینِ طریقت نے جو توحیدِ وجودی کے قائل ہیں سند پکڑی ہے کہ آنحضرت رسولِ کریم ﷺ کو عین ذات خداوندی (تعالیٰ شانہٗ) سمجھے ہیں۔ اور وحدتِ وجود ثابت کرتے

ہیں۔اور میرے نزدیک اس آیہ کریمہ سے وہ مذہب ثابت نہیں ہوتا۔کیونکہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے جو احکامِ شرعیہ ارشاد فرمائے ہیں وہ تمام حق سبحانہٗ کی جانب سے ہیں۔اس لئے رسول کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہے اور جو احکام کہ آنحضرت ﷺ کے لئے نازل ہوئے، وہ دو طرح کے ہیں۔بعض تو وحی ظاہر کے ذریعہ نازل ہوئے اور وہ قرآنِ پاک کی آیات ہیں اور بعض پوشیدہ وحی کے ذریعہ حضور کے قلب مبارک میں وارد ہوئے (یعنی حضور ﷺ نے ان کو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا) جن کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔پس حضور ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حق سبحانہٗ کا فرمان ہے۔

اسی محفل میں روایت بیان فرمائی کہ ایک دِن حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی مجلس میں شہر کے سربرآوردہ حضرات کا مجمع تھا اور اسی مجمع میں اولادِ رسول ﷺ میں سے ایک سیّد بھی تشریف فرما تھے۔اسی درمیان ایک مغلوب الحال مجذوب آ گیا۔حضرت شیخ نے اس مجذوب کو سیّد صاحب کے آگے بٹھایا۔سیّد صاحب کو یہ بات ناپسند ہوئی۔حضرت شیخ نے ان سیّد صاحب کی جانب توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ آپ کی توقیر حضرت رسالت پناہؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے اور اس مجذوب کی تعظیم خدا (سے نسبت) کی وجہ سے ہے، اس لئے اس مجذوب کو آپ پر مقدم کیا ہے۔

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس واقعہ سے خوشی نہیں ہوئی کیونکہ اس مجذوب کو جو کمال حاصل ہوا، وہ حضرت حبیبِ خدا ﷺ ہی کے صدقہ سے نصیب ہوا۔آنحضرت کے واسطہ کے بغیر کسی کو بھی حضرت حق سبحانہٗ کی بارگاہ میں بار نہیں مل سکتا:

مُحال ست سَعدیؔ کہ راہِ صَفا	تو آں رُفت جُز دَرپۓ مُصطفیٰ

(اے سعدی! حضرت رسول ﷺ کا نقش قدم پائے بغیر کوئی راہِ حق پر چل نہیں سکتا)۔

اسی موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمارے پیرومرشد حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے فرمایا ہے کہ نماز ادا کرتے وقت قیام کی حالت میں نظروں کا سجدہ گاہ پر جمانا مسنون عمل ہے اور یہ عمل ان تمام لوازمات سے جو موافق سنّت نہ ہوں کہیں بہتر اور زیادہ مفید ہے۔یہ بھی فرمایا کہ طریقہ

خواجگانیہ (یعنی نقشبندیہ) اگر چہ اتباع (سنّت) ہے لیکن حضرت خواجہ نقشبند ﷫ نے اس کی خاص تاکید فرمائی ہے اور حضرت مجدد ﷫ نے اسی اتباعِ سنّت کے طریقہ کو شائع کیا اور رواج دیا ہے۔

یوم پیر، تاریخ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ قدماء کے نزدیک فنا کا مطلب بے شعوری ہے اور جب بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے، تو اسے فناء الفناء کہتے ہیں۔ یعنی جب دِل میں اللہ کے سوا کسی کا بھی شعور نہ رہے، تو (کہا جائے گا کہ) فنا حاصل ہوئی اور جب اس بے شعوری کا شعور بھی زائل ہو جائے تو یہ فناء الفناء ہے۔ چنانچہ مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے اور سالک کو اجازتِ طریقہ دینا بھی اسی مقام کے حصول پر مقرر فرمایا ہے۔

اس کے بعد شیرینی طلب فرما کر مولوی شیر محمد صاحب کو اجازت طریقہ مرحمت فرمائی اور اپنا خرقہ وکلاہِ مبارک ان کو پہنائی اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی ارواح پر فاتحہ پڑھی اور پیروں سے مدد طلب کرتے ہوئے ان کے حق میں خوب دعا فرمائی۔

اسی دوران میں حضرت والا نے فرمایا کہ طریقۂ عالیہ مجددیہ میں کم سے کم اجازت کا مقام تصفیۂ قلب کے بعد ہے کہ جب قلب میں حضور و آگاہی اور بے خطرگی کی کیفیت طاری ہو جائے تو وہ تلقینِ طریقہ کی اجازت کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ نفس کے تزکیہ کے بعد بھی اجازت کی گنجائش ہے لیکن یہ اوسط درجہ ہے۔ چنانچہ میں اکثر سالکوں کو تزکیہ نفس کے بعد طریقہ کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد جب سالک کمالات سے مناسبت پیدا کر لیتا ہے تو خلافت کے قابل ہوتا ہے۔ پس پہلا موقعہ اجازت کا قلب ہے۔ دوسرا نفس، تیسرا کمالات کی نسبت کا حصول۔ کبھی بعض کاملین ناقص کو بھی اجازت طریقہ دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدّین نقشبند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَرْضَاہُ عَنَّا (اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو ہم سے راضی کرے) نے حضرت مولانا یعقوب چرخی کو اجازت طریقہ مرحمت فرمائی تھی اور

فرمایا تھا کہ میں نے جو کچھ تم کو دیا ہے اسے لوگوں تک پہنچانا۔ پس ان کا معاملہ حضرت خواجہ کے انتقال کے بعد حضرت علاء الدین عطار کی خدمت میں انتہا تک پہنچا۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ آج غیب سے کسی نے مجھ سے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کی نیاز جلد کرنا چاہیے، پھر شیرینی طلب فرما کر نیاز دی۔

یوم منگل، تاریخ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام حضور قبلۂ خاص و عام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا قلبی و روحی فداہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ چھوٹی عمر کے تھے اور اسی زمانہ میں ایک عارفِ کامل اور غوثِ وقت بغداد میں تھے کہ کبھی لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہوجاتے، تو کبھی پھر نظر آنے لگتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم محض اللہ کے واسطے ان بزرگ کی زیارت کو چلے۔ راستہ میں ایک اور شخص سے بھی ملاقات ہوئی۔ جس نے دریافت کیا کہ کہاں جارہے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ ان بزرگ کی زیارت کے لئے۔ اس شخص نے کہا میں بھی وہیں جارہا ہوں اور ان کے کمال کا امتحان لوں گا۔ اور ایک دوسرا شخص ابن سقہ آیا اور کہنے لگا کہ میں بھی انہیں بزرگ کے پاس جارہا ہوں کہ ایک ایسا مسئلہ پوچھوں جس کا جواب ان سے نہ بن پڑے۔ جب حضرت غوث الاعظم مع ان دونوں آدمیوں کے ان بزرگ کی خدمت میں پہنچے، تو ان بزرگ نے ان دونوں آدمیوں سے فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس میرا امتحان لینے آئے ہو تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ۔ ہر ایک کی بات اور اس کا جواب بیان فرمایا۔ اس کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ تو دنیا میں مست اور ڈوبا رہ۔ ایسا ہی ہوا۔ ایک شخص کو کہا کہ تیرا ایمان سلب ہوگیا۔ اتفاقاً اس نے ایک نصرانی امیر کی لڑکی سے نکاح کرلیا اور عیسائی ہوگیا۔ نزع کے وقت اس سے کہا کہ تو عالم اور حافظِ قرآن مجید تھا تجھے (کلام مجید میں سے) کچھ یاد ہے، وہ بولا کہ سب کچھ میرے دِل سے نکل گیا صرف ایک آیات یاد ہے اور وہ یہ ہے: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (یہ کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔) (الحجر ایت ۲)

پھر ان بزرگ نے حضرت غوث الاعظم سے فرمایا کہ تم یہاں اللہ کے لئے آئے ہو تمہارا مرتبہ بہت بلند ہوگا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم منبر پر بیٹھ کر کہو گے کہ قَدَمِیْ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ (میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے)۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حماد دباس نے حضرت غوث الاعظم ﷺ کو یہی بشارت دی تھی۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم شیرخوارگی کے ایام میں رمضان المبارک میں روزہ رکھتے تھے۔

اس کے بعد دو شخص حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) کی خدمت میں بیعت کے لئے آئے۔ حضرت والا نے ایک کی سلسلۂ قادریہ میں اور ایک کی سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت لی اور فرمایا کہ ہمارے آباءواجداد میں سے اکثر حضرات سلسلۂ عالیہ قادریہ سے متوسل تھے۔ میں نے بھی اپنے پیرومرشد سے اسی سلسلہ میں بیعت کی ہے۔ لیکن طریقۂ نقشبندیہ کا سلوک کیا ہے اور جو شخص بیعت طریقہ علیہ مجددیہ میں کرے، خواہ وہ سلسلہ قادریہ ہو یا نقشبندیہ یا چشتیہ یا سہروردیہ، اس کو طریقۂ نقشبندیہ کے ذکرومراقبات کی تلقین کریں کہ ان اکابر کا عمل نقشبندیہ پر تھا۔

یہ بھی فرمایا کہ اسرارِ الٰہیہ کی چار نہریں اس طریقۂ مجددیہ میں جاری ہیں ان میں سے دو نقشبندی، ایک قادری، نصف چشتی اور نصف سہروردی ہیں۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدّین نقشبند و حضرت غوث الاعظم محی الدّین جیلانی و حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اور حضرت شیخ شہاب الدّین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک بزرگ اسرارِ الٰہی کا مصدر اور انوارِ لامتناہی کا مظہر ہے۔ ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا درست نہیں اور ایک کے کمال کو دوسرے کے کمال پر فوقیت دینا نازیبا بات ہے۔ ان بزرگوں کی مثال اُن آئینوں کی سی ہے جو مختلف رنگ کے ہوں۔ مثلاً چار آئینے ہیں جس میں سے ایک سرخ، دوسرا سبز، تیسرا زرد اور چوتھا سفید ہے اور ہر ایک میں آفتاب کا عکس پڑ رہا ہو اور آفتاب کے نور اور حِدّت اور کرنوں کا انعکاس ہو تو (یہ کہا جائیگا کہ) آفتاب کا پرتو سب پر

برابر پڑ رہا ہے، اگر چہ ان آئینوں میں سے چھن کر نکلنے والی روشنی کا رنگ مختلف ہے۔ لیکن آفتاب سے روشنی پانے میں ہر ایک دوسرے کے برابر اور ہم پلہ ہیں۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ تمام آدمی چار قسموں میں منقسم ہیں:

ایک قسم نامردوں کی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو محض دنیا کے طالب ہیں۔

دوسرے مرد ہیں جو دنیا و آخرت کے طلبگار ہیں۔

تیسرے جواں مرد ہیں جو آخرت کے ساتھ لقاء خداوندی کے بھی طالب ہیں۔

چوتھے فرد ہیں جو صرف دیدارِ خداوندی کے طالب ہیں انہیں دنیا و آخرت سے کوئی مطلب نہیں۔

چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

ما در دو جہاں غیرِ خُدا کار نداریم　　　　مایار بجُز حضرتِ جَبَّار نداریم

مستانۂ خدایم سر و پائے برہنہ　　　　حاجت بکَسے جُبّہ و دستار نداریم

(ہم کو دونوں جہانوں میں غیر خدا سے کوئی کام نہیں۔ سوا حضرتِ جبار کے ہمارا کوئی دوست نہیں، سر و پا برہنہ ہم خدا کی ذات میں مست ہیں۔ ہمیں ان جبہ و دستار کی کوئی حاجت نہیں۔)

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دِن مشاہدہ (یعنی واقعہ) میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند ﷺ ایک مکان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم ﷺ بھی اس مکان کے راستہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ کے حضور پر نور میں حاضر ہوں، جب حضرت غوث الاعظم کو دیکھا تو ادب کے لحاظ سے اس جگہ کھڑا ہو گیا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری دینا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت غوث الثقلین ﷺ نے مجھے دیکھ کر محبت سے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے! جاؤ، حضرت خواجہ کی خدمت میں۔ پس میں خوش ہو کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اس طریقۂ شریفہ نقشبندیہ میں محرومی نہیں ہے جو کوئی

بد بخت ہوتا ہے، وہ اس طریقہ میں داخل ہی نہیں ہوتا اور جو اس سلسلہ میں داخل ہو گیا، وہ اس نسبت سے محروم نہ رہے گا۔

یوم بُدھ، تاریخ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

فدوی حضورِ عالی میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا جو پہلا دائرہ کہ سالک پر منکشف ہوتا ہے وہ دائرہ امکان ہے اور اس میں مراقبۂ احدیت کرتے ہیں اور دوسرا دائرہ ولایت قلبی کا دائرہ ہے اور اس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔ اور اس دائرہ میں مراقبۂ معیت کرتے ہیں۔ تیسرا دائرہ "دائرہ ولایت کبریٰ کا ہے جس میں تین دائرے اور ایک قوس ہے اور دائرۂ ولایتِ کبریٰ کے پہلے دائرہ میں مراقبۂ اقربیت کرتے ہیں اور اس دائرہ کا مرکز فیض لطیفۂ نفس لطائفِ عالمِ امر کی شرکت کے ساتھ ہے اور دوسرے دو دائروں اور قوس میں مراقبۂ محبت کرتے ہیں اور موردِ فیض یہاں صرف لطیفۂ نفس ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ذاتِ حق سبحانہٗ کی معیت تمام عالم کے ساتھ علماء کے نزدیک معیت علمی ہے اور صوفیا کے نزدیک معیت ذاتی ہے۔ اور اسی پر ایک مثال بیان فرمائی کہ جو گرد باد (یعنی وہ ہوا جو مٹی اوپر اٹھا لے جاتی ہے) جو کہ آسمان کی طرف جاتی ہے، وہ مٹی ہے جو ہوا میں قائم ہے اور مٹی کے ہر ذرّہ کی معیّت ہوا کے ساتھ ذاتی ہے، ورنہ مٹی بیکار محض ہے بغیر ہوا کے اس میں حرکت ممکن نہیں ہے۔ ہوا (جو نہ دکھائی دینے کی وجہ سے) ہونے پر بھی نہ ہونے کی طرح ہے اور مٹی نہ ہونے پر بھی موجود ہے (کہ دکھائی دیتی ہے) کہ ہوا صورۃً نظر نہیں آتی لیکن معناً فاعل ہے اور مٹی ظاہراً نظر آتی ہے لیکن باطناً بے حرکت اور لاشئی ہے۔ اسی طرح روح ہے کہ جسم کو قائم رکھنے والی ہے اور ہست ہے نیست نما۔ (یعنی موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتی) اور جسم نیست ہے ہست نما (یعنی جسم بنا روح کے بے جان ہے) اور جسم کا ہر ذرّہ روح کی حرکت سے متحرک ہے ورنہ جسم بیکار محض ہے اور روح کی معیت جسم کے ہر ہر ذرّہ میں ثابت ہے (ورنہ جسم

بیکار محض ہے)۔اسی طرح ذات واجب الوجود ہے کہ تمام ممکنات کی قیم (یعنی قائم رکھنے والی) ہےاوراس کے حرکت دیئے بغیر ممکنات کے تمام ذرّات میں سے کسی ذرّہ میں حرکت ممکن نہیں ہے کہ قیوم تمام عالم کا وہی ہے۔پس معیت ذاتی ثابت ہوگئی۔ وَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا (اللہ پاک تمام حقیقتوں سے خوب واقف ہے۔)

یوم جمعرات، تاریخ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض اکسیر میں فقیر حاضر ہوا۔حضرت والا نے فرمایا کہ کوئی شخص پیری کے قابل اور مسند نشینی کے لائق اسی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ تمام مسائل ضروریہ کا علم رکھتا ہواور اسے صوفیا کے مقامات عشرہ یعنی توکل وقناعت وغیرہ حاصل ہوں اورارباب دنیا کی صحبت سے پرہیز کرتا ہواور مشائخ کرام کی صحبتوں کا فیض یافتہ ہو،صاحب کشف یا صاحب وادراک ہو، ماسوااللہ کے خیال سے پاک ہو،اس کا ظاہر شریعت سے آراستہ اس کا باطن طریقت سے مزین ہو۔

اسکے بعد فرمایا کہ میں اپنے حالات کیا بیان کروں کہ عراقی کے اس مقولہ کے مطابق ہیں۔:۔

بہ زمین چو سجدہ کردم زِزمیں ندا برآمد	کہ مَرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہ ہم ندا دند	کہ بروں درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

[جب میں نے زمین پر سجدہ کیا،تو زمین سے ندا آئی کہ تونے دکھاوے کا سجدہ کر کے مجھے خراب کردیا۔جب طواف کعبہ کے لئے حرم گیا،تو (اہل حرم نے) راہ نہ دی کہ باہر تونے کیا کیا جوگھر کےاندرآرہاہے]

یوم جمعہ، تاریخ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضوروالا میں حاضری دی۔حضرت والا نے ارشادفرمایا کہ کشف میں غلط اور صحیح دونوں کا احتمال ہے،لیکن وجدان میں خطا کا احتمال نہیں ہے۔مثلاً ایک شخص نے دُور سے چار پایہ (جانور) دیکھا اور سمجھ لیا کہ شیر ہے اور حقیقت میں وہ شیر نہیں بلکہ کوئی دوسرا جانور ہے۔اسی طرح

اس نے دور سے پانی دیکھا لیکن جب وہ پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ سراب تھا (ریت کے میدان میں پانی کا دھوکہ ہونا) یہی مثال کشف کی ہے۔ لیکن وجدان مثلاً ہوا جسم میں لگی مگر وہ دکھائی نہیں دیتی لیکن اس کی گرمی یا سردی محسوس ہوتی ہے۔ اور اس ادراک میں خطا کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ مجھے ادراک وجدان صحیح عطا ہوا ہے کہ نزدیک و دُور اور آگے اور پیچھے اور زندہ و مردہ کے انوار و نسبت کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر اس غلام سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تو نے شیوخ نقشبند کے رسالوں مثلاً ملفوظات حضرت خواجہ احرار ﷫ اور رشحات وغیرہ کا مطالعہ کیا؟ غلام خاموش رہا (حضرت والا نے) فرمایا کہ اس سلسلہ کے اکابر نے اسی حضور و جمعیت کی ترغیب طالبین کو اپنی کتابوں میں دی ہے اور گرمی و ذوق و شوق کا چنداں اعتبار نہیں کیا ہے۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ میرے بھائی نے حضرت والا سے عرض کیا کہ "میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ آنجناب مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں کہ تو جب کلام مجید پڑھتا ہے تو دیواریں زمین پر آجاتی ہیں یا نہیں؟ میں نے خواب ہی میں عرض کیا کہ قرآن شریف پڑھتے وقت فیوض و برکات تو نازل ہوتے ہیں مگر دیواریں نہیں گرتیں اور سابقہ بزرگوں میں سے کسی سے یہ روایت مذکور نہیں ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آیہ کریمہ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا۔

[یہ آخرت کا گھر بنایا گیا ہے ان لوگوں کے لئے جو نہ تو زمین پر اکڑتے ہیں اور نہ فساد برپا کرتے ہیں]۔ سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ حضرت والا نے اس خواب کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ دیواروں سے مراد سالک کی ہستی ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ پڑھنے والا (سالک) تلاوتِ کلام پاک کے وقت اپنی ہستی اور انانیت سے خالی ہو جائے اور اپنی انانیت و بشریت کی دیوار کو جڑ سے اکھاڑ دے اور اس آیہ کریمہ کی اس طرح تاویل کی جائے گی کہ اس دارِ آخرت میں کمال قرب حضرت ذات کا انہیں لوگوں کو عطا ہوتا ہے جنہوں نے اپنے وجود کی زمین میں بشریت کے تکبر کا

ارادہ اور انانیت کا اظہار تک نہ کیا ہوگا اور اخلاقِ رذیلہ اور بری خصلتیں اور فساد فی الارض کا راستہ نہ اختیار کیا ہوگا۔ حضرت والا نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خانقاہ کے صوفیوں کے حالات کا جائزہ لو کہ ہر ایک نے کس قدر وقوفِ قلبی حاصل کی ہے اور معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے کتنی مقدار میں زبانی ذکر تہلیل کیا ہے اور اسمِ ذات کے ذکر زبانی اور قلبی میں کس قدر مداومت رکھتا ہے اور درود و استغفار اور تلاوتِ کتاب اللہ المجید کا ورد کس مقدار میں کرتا ہے اور دِن و رات کو کس ڈھنگ سے گزارتا ہے اور اپنے اوقات کن مشاغل میں بسر کرتا ہے پس جو شخص ان کاموں میں (جس حد تک بھی ہو) مصروف رہے اور انہیں اذکار و اطوار کو وہ پسند رکھتا ہو، تو اسے خانقاہ میں رہنے دو، ورنہ باہر کر دو، کہ وہ فقراء کی صحبت کے قابل اور اولیاء کی ہمت کے لائق نہیں ہے۔

رافتاؔ ہر کس کہ دَر لَیل و نہار　　نیست دَر ذکرِ خدا مصروف کار

مجلسِ او ظُلمتِ دل آمدہ　　صُحبتِ اُو سم قاتل آمدہ

ہر کہ غافل یکدم از یادِ خُداست　　ساعتے با او نشستن نارَواست

[اے رافتؔ! جو شخص کہ رات اور دِن کے اوقات کو ذکر خدا میں مصروف نہ رکھتا ہو، اس کی مجلس دِل میں ظلمت پیدا کرتی ہے اور اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔ جو شخص ایک دم یادِ خدا سے غافل ہے اس کے ساتھ ایک ساعت کو بیٹھنا بھی نامناسب ہے]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت فانی فی اللہ خواجہ باقی باللہ ﷫ نے ایک محبت نامہ حضرت مجدد الف ثانی ﷫ کو تحریر فرمایا تھا، جس میں یہ حالات درج تھے کہ اس عرصہ میں ہمارے احباب طریقہ (یعنی مریدین) ایک مقام میں بند ہو گئے ہیں، ان کو عروج واقع نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی ﷫ نے اس کے جواب میں ایک عریضہ تحریر فرمایا کہ ان احباب کو ارشاد فرمائیں کہ وہ اشغال و مراقبات، تہلیل و تسبیح اور تلاوتِ قرآن پاک و نوافل کی کثرت کریں تا کہ عروج واقع ہو۔

کثرتِ اشغال دِل را وا کُند　　آں خیال قد سُوئے بالا کشد

[ذکر کی کثرت دل کو کھولتی ہے۔ وہ اونچا خیال ہی اوپر کو کھینچتا ہے]

یوم اتوار، تاریخ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

یہ غلام مع بھائی (شاہ ابوسعید) صاحب قبلۂ انام سے رخصت ہو کر حضرت قبلۂ عالم خواجہ محمد زبیر مُعرِض عن غیر (جو ماسوا سے منہ پھیرے ہوئے ہیں) کے تخت شریف کی زیارت کے لئے گیا۔ اس لئے اس ہادیٔ خواص وعوام کے کلام فیض نظام سے مستفیض نہ ہو سکا، مگر مولوی شاہ محمد عظیم صاحب سلمہ اللہ سبحانہٗ کی زبانی سنا ہے کہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایک دن میرے پاس آیا، میں نے توجہ ڈالی اس کا کوئی اثر معلوم نہ ہوا، دوسرے دن توجہ ڈالی اس دن بھی اسے کوئی اثر نہ معلوم ہوا، تیسرے دن جب توجہ کی تو ذکرِ قلبی نے اس پر غلبہ کیا، اس نے اپنے دِل پر ہاتھ رکھ کر آہ کھینچی اور کہا کہ میرا دِل اللہ اللہ کرتا ہے اور شوق کی زیادتی سے اپنے دِل کو ہاتھ میں لے کر اس کو بوسہ دینے لگا اور بہت مسرور اور خوش ہوا۔ اس کے بعد حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

ازاں تیغے کہ آبش شست جرمِ کشتگانش را   ربودم دل نشین زخمے کہ می بوسم دہانش را

[اس تلوار سے جس کی دھار نے مقتولوں کے گناہوں کو دھو دیا، میں نے (تیغِ فیضان کا) ایسا دِل نشین زخم اڑا لیا جس کے دہن کو بوسہ دیتا ہوں]

یوم پیر، تاریخ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

جب بھائی صاحب اور یہ عاصی تخت شریف کی زیارت سے واپس ہو کر حضور فیض گنجور میں حاضر ہوئے تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ تخت شریف پر مراقبہ کیا تھا؟ عرض کیا کہ تخت شریف کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھا تھا۔ کثرت سے انوار و برکات کا مشاہدہ کیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وہاں کی برکتوں کا کیا کہنا کہ حضرت قبلہ عالم اپنے زمانہ میں قطب ارشاد تھے اور ان کا نام عبدالملک تھا اور جو شخص یہ منصب رکھتا ہے اس کا یہی نام ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ جب تک میرے پیروں میں طاقت اور بدن میں قوت تھی، تو حضرت قبلۂ عالم معرض عن غیر خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی مجلس میں پاپیادہ

حاضری دیتا تھا۔ ایک روز عرس میں حاضر ہوا تو مشاہدہ ہوا کہ حضرت قبلۂ عالم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کثرت سے عبادت کرو کیونکہ اس راہ میں بندگی چاہیئے تاکہ تصرّفات کا دروازہ کھلے۔

اس کے بعد (حضرت والا کے) حضور میں حضرت امام ربانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی کے مکاتیب شریف کا درس ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ معارف اتنے بلند ہیں کہ عرفاء کی سمجھ اور عقلاء کی عقل سے وراء الوراء ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ ان مکتوباتِ قدسی آیات کے سمجھنے میں میرا حال اس شخص کا سا ہے کہ جو ولایتِ فارس کا رہنے والا اور اُمّی و ناخواندہ محض تھا وضو کر کے قبلہ رو بیٹھتا اور قرآنِ پاک کھول کر ان کی سطروں پر انگلیاں چلاتا جاتا تھا کہ ''اے اللہ! سچ کہا، سچ کہا۔ موتیاں پروئیں، موتیاں پروئیں۔'' پھر مکاتیب شریف میں (دورانِ درس) عدمیت، فناءِ انا اور اپنے آپ کو دیکھنا (یعنی محاسبہ کرنا) اور اپنی صفات کو اصل سے جاننا اور اپنے کو عدمِ محض پانے کا ذکر آیا، تو حضرت والا نے حاوی فروع و اصول، واقفِ معقول و منقول مولوی شیر محمد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ آپ کو ایسا حال درپیش ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! کبھی کبھی حضور کی عنایت سے یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اپنی تمام صفات کو اپنے سے مسلوب (یعنی اپنے سے الگ) پاتا ہوں بلکہ اپنے وجود کو بھی عدم محض سمجھتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب ان احوال میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے دوام ہو جائے گا تو فناءِ نفس حاصل ہوگا۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی ﷫ نے جو معارف بیان فرمائے ہیں امت کے کسی فرد نے اس کا اظہار نہیں کیا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ الغفار نے فرمایا ہے کہ انا الحق کہنا آسان ہے لیکن انا کا دور ہونا مشکل ہے۔

انا الحق گفتن آسان اے دِل ست ایں — انا را دُور کردن مشکل است ایں

[انا الحق کہنا آسان ہے اے دل، اس اَنا کو دور کرنا مشکل ہے]

اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ فخر الواصلین حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری قدس سرہٗ سات روز کے بعد کھانا کھاتے تھے اور استنجا و وضو کرتے تھے۔ پھر تمام ہفتہ انہیں وضو کی حاجت نہیں ہوتی تھی اور قبرستان میں سکونت رکھتے تھے۔ جب ہندوستان تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حد سے زیادہ قبولیتِ عامہ آپ کو حاصل ہوئی اور یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اپنے

ملک کی اراضی کے لئے آپ شاہِ ہند کے پاس تشریف لائے تھے، یہ بات خلاف عقل معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایسا تارکِ دنیا دولتمندوں سے غرض رکھنے والا کیسے ہوسکتا ہے اور اراضی کی ملکیت پر کب راضی ہوگا۔ ؎

ہر کہ زمینِ خودی قطع کند بہرِ دوست — او چہ کند مُلک را، مُلکِ خدا مِلک اوست

[جو زمینِ خودی کو دوست کے لئے چھوڑ دے، وہ ملک و مال کو کیا کریگا کہ ملک خدا اس کا ملک ہے]

(رباعی) ؎

گیرم کہ سریرت از بِلّور و یَشم ست — سنگے داند ہر انکہ اُو را چشم ست

این مَسنَدِ قاقُم و سَمور و سنجاب — در دیدۂ بوریا نشیناں پشم ست

[میں نے مانا کہ تیرا تخت بلور و یشم کا ہے (لیکن) جس کی آنکھیں ہوں (یعنی جس کو بصیرت حاصل ہو) وہ تو انہیں پتھر ہی سمجھے گا۔ یہ قاقم و سمور و سنجاب کی مسند بوریہ نشینوں کے نزدیک اون سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی]

(قَاقُم، سَمُور اور سَنجاب مختلف جانوروں کی کھالوں کے نام ہیں)

و نیز حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ معین الدین دوسرے تھے جو اراضی کے لئے سلطان کی خدمت میں آئے تھے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ عارفِ کامل حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ جس کسی کا ہاتھ پکڑ کے بیعتِ مصافحہ کرتے تھے، اسی وقت اس کو فناءِ قلبی کے مقام تک پہنچا دیتے تھے۔ ایک دن ایک فاسق شخص ان کے حضور میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھ کو بیعت فرمائیں انہوں نے فرمایا کہ پہلے تو اپنے ظاہر کو شریعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے آراستہ کر پھر ہماری خدمت میں حاضر ہو۔ وہ شخص بے دِل ہو کر چلا گیا۔ ان کو الہام ہوا کہ تو نے کیا کر دیا؟ کہ میرے طالب کو اپنے در سے محروم بھگا دیا اور تلقین نہ کی۔ انہوں نے ایک شخص سے فرمایا کہ فوراً جاؤ اور اس شخص کو لے آؤ وہ شخص بڑی عجلت کے ساتھ اس مرد کے پاس گیا اور بولا کہ آؤ! حضرت شیخ تمہیں بلا رہے ہیں اس

شخص نے جواب دیا کہ میں نہیں آؤں گا۔ حضرت شیخ نے ایک دوسرے شخص کو بھیجا وہ مرد پھر بھی نہیں آیا۔ آخر کار ایک شخص سے حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس مرد کے کان میں میری طرف سے لفظ مبارک ''اللہ'' کہنا، وہ شخص دوڑتا ہوا اس مرد کے پاس گیا اور کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ مجھے تم سے ایک بات کہنی ہے۔ اس مرد نے توقف کیا، تو اس نے اس شخص کے کان میں کہا کہ حضرت شیخ آدم نے تم سے لفظ مبارک ''اللہ'' فرمایا ہے۔ صرف اس نام مبارک کے سنتے ہی اس مرد کے حجابات اُٹھ گئے اور اسے ولایت نقشبندی حاصل ہوگئی۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ جس کسی کو مرید بناتے تھے اسی وقت اس کو فنائے قلبی تک پہنچا دیتے تھے۔

یوم منگل، تاریخ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلۂ خواص وعوام کے حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت امام ربانی، محبوب سبحانی، واقفِ اسرارِ مُقطعات قرآنی، کاشفِ رُموزِ مُتشابہاتِ فُرقانی، مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی کے مکتوباتِ قدسی آیات کا درس ہو رہا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ مرشد کامل مکمل سالک کو ایک ولایت سے دوسری ولایت تک لے جاتا ہے یا اسی ولایت میں جو اس کا مقام ہے ترقیات بخشتا ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا تھا کہ ''ایک ولایت سے دوسری ولایت میں لے جانے کا واقعہ معلوم نہیں لیکن اسی ولایت میں مرشد کی توجہات سے ترقیات واقع ہوتی ہیں۔'' تمام ہوا کلام شریف۔ حضرت والا نے فرمایا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء حالات میں یہ مکتوب لکھا ہے، اس کے بعد آنحضرت قدس سرہٗ نے دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کامل ایک ولایت سے دوسرے ولایت میں لے جاتا ہے۔ چنانچہ خود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے یعنی مظہر تصدیق ومورد تحقیق، کاشف استار دقائق (چھپے ہوئے نکات کو واضح

کرنے والے)، واقفِ اسرارِ حقائق، وارث الانبیاء والمرسلین، سیّد الاصفیاء والصدیقین، عالمِ عامل، فارق بین الحق والباطل، مظہرِ خلائق حضرت شیخ محمد صادق علیہ رحمۃ اللہ الخالق کو توجہ و ہمت فرما کر مقامِ ولایتِ موسوی سے ولایتِ محمدی علی صاحبہا الصلوات والتحیات تک پہنچایا تھا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے شیخ کے مرشد یعنی قطب الاقطاب، غوث الشیخ و الشّاب، عارفِ آگاہ، مجاہد فی سبیل اللہ، دریائے لاہوت کے شناور اور فضائے ہوت کے اڑنے والے، وجود کی چکی کے قطب (یعنی وہ میخ جس پر چکی گردش کرتی ہے) صراطِ مقصود پر چلنے والے دائرہ خلت و قیومیّت کے مرکز اور محبت و محبوبیت کے موردِ فیض، عابد زاہد شیخ محمد عابد رَضِیَ اللّٰہ عَنہُ وَاَرْضَاہُ عَنَّا نے جناب قیوم زماں، محبوب رحمان، آسمانِ ولایت کے آفتاب، سماء ہدایت کے ستارے، بحرِ ہویت کے غواص، الوہیت کی بلندیوں کے سیر کرنے والے، (کوہ) کافِ قربت کے عنقاء، محبت کے باغ کے طاؤس، خدا کی برکتوں کے مظہر حضرت مولانا و قبلتنا و ہادینا مرزا جانجاناں علیہ الرضوان کو ولایت موسوی سے توجہ فرما کر ولایتِ محمدی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا دیا۔ و نیز ہمارے پیر و مرشد نے مشاہدہ فرمایا کہ میں جناب سید البشر علیہ صلوٰت اللہ الملک الاکبر کے مقابل (یعنی سامنے) بیٹھا ہوں۔ پس میں نے دیکھا کہ جس جگہ میں تھا آں حضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور جس مقام میں آنحضرت علیہ الصلوات و التسلیمات تشریف فرما تھے وہاں میں ہوں، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ دونوں جگہ وہی شب تاریک کے ماہ کامل علیہ الصلوات اللہ الملک بیٹھے ہیں، میں کسی جگہ نہیں ہوں، اس کے بعد مجھے ایسا نظر آیا کہ میں ہی دونوں جگہ ہوں۔

یوم بُدھ، تاریخ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

یہ عاصی پر معاصی، محفل فیض مشاکل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا جو طالب شیخ کے پاس آئے (شیخ کو) چاہیئے کہ پہلے استخارہ کر کے اس (طالب) کو داخل طریقہ کرے پس

عرض کیا گیا کہ "ہر شیخ کو استخارہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟" قبلۂ درویشاں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صاحب مقام ولایت کبریٰ کہ جس کے خصائل رذیلہ خصائل حمیدہ سے مبدل ہو چکے ہوں اور اسے فناء انا حاصل ہو اور شرح صدر و اسلام حقیقی سے مشرف ہو' اسے استخارہ کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت میں اس کا کام عینِ رضائے مولا ہے کہ خود (وہ) معدوم محض اور فنا ہو چکا ہے۔

یوم جمعرات، تاریخ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام اس قبلۂ انام کے حضور حاضر ہوا۔ ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ حضرت والا قبلۂ درویشاں روحی وقلبی فداہ نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ کس طریقۂ شریفہ میں بیعت کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ طریقۂ عالیہ قادریہ میں حلقۂ بندگی اخلاص کی گردن میں ڈال کر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت والا نے مٹھائی منگا کر حضرت سیّد الاوّلین والآخرین علیہ افضل صلوٰۃ المصلین واز کی سلام المسلمین (آپ پر درود بھیجنے والوں کی بہتر درود اور سلام بھیجنے والوں کا پاکیزہ سلام نازل ہو) کی روح پر فتوح اور حضرت غوث الاعظم سید محی الدین عبد القادر جیلانی ﷺ کی روح مبارک پر اور آں سرور علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر تک آپ کے پیران کرام کی ارواح پر فاتحہ پڑھی۔ اور حضرت مولانا قبلتنا وہادینا مظہر رحمان حضرت مرزا جان جاناں ﷺ تک ان کے متوسلینِ طریقہ (یعنی جملہ مشائخ قادریہ) پر نام بنام فاتحہ پڑھی۔ اسکے بعد اس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں مصافحہ کے طور پر لے کر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ تین بار اور کلمۂ طیبہ دو بار اور کلمۂ شہادت ایک بار پڑھایا، اس کے بعد طریقۂ عالیہ قادریہ کے پیروں کے توسّل سے جناب الٰہی میں اس شخص کے اور تمام مخلصین حاضر و غائب اور تمام مسلمانوں کے دینی و دنیوی کاموں میں مشکلات کے حل کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد ذکر قلبی، نگہداشت خواطر، وقوف قلبی اور مراقبہ احدیت جو طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے

معمولات میں ہے (اس کی) تلقین فرمائی اور حضرت والا کا معمول یہی ہے کہ ہر طریق کے طالب کو جو بیعت کرتا ہے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مراقبات واذکار کی تلقین وہدایت فرماتے تھے۔ چنانچہ خاندانِ مجددیہ کا یہی طریقہ قائم ہے کہ طالب کو ہر سلسلہ میں داخل فرماتے ہیں مگر سلوک واشغال طریقۂ شریفہ نقشبندیہ ہی کے فرماتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے ایک دوسرے شخص کو طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی اسی سابقہ طریقہ سے اور شیرینی پر سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگ کی ارواح پر فاتحہ پڑھی اور صرف تین بار اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَ رَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ. (اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے اعمال سے بہت زیادہ امید قائم رکھنے والی ہے) پڑھوایا اور دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (اے اللہ! اس کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔) اور پھر یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ کی نسبت شریفہ سے وافر حصہ اس شخص کو نصیب فرما اور اس شخص نے اُس وقت اس نسبت پاک کے پورے اثرات اپنے اندر پائے اور بہت سے برکات وفیوض کا مشاہدہ کیا۔

نگاہِ پاکبازاں کیمیا ست

[نیک لوگوں کی نگاہ کیمیا کا اثر رکھتی ہے]

یوم جمعہ، تاریخ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا ایک شخص کو ادائے نماز کی نصیحت فرمارہے تھے کہ نماز خشوع وخضوع اور قومہ وجلسہ کو اطمینان کے ساتھ جو کہ مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ میں واجب ہے اور بعض مذاہب میں فرض ہے ادا کیا کرو۔ ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ صحابہ میں سے ایک شخص نے مسجد میں نماز بغیر طمانیتِ قومہ وجلسہ کے ادا کی اور حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ آنحضرت ﷺ نے جوابِ سلام دیکر ارشاد فرمایا

نماز پڑھو، تب آؤ۔ اس شخص نے نماز دوبارہ اسی طرح ادا کر کے حضور کی خدمت میں حاضری دی پھر آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیات نے فرمایا کہ نماز پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر اس شخص نے نماز پڑھی پھر آپ نے فرمایا صَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ (نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی) اس شخص نے عرض کیا کے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جس طرح یاد تھی میں نے نماز پڑھی ہے۔ آں سرور علیہ تحیات الملک الاکبر نے اس کو ہدایت فرمائی کہ نماز پڑھو تو قومہ اور جلسہ اطمینان سے ادا کرو۔ اس کے بعد حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک نماز کا اجر دس گنا پاتا ہے، کوئی نو گنا اور کوئی آٹھ گنا، اسی طرح کوئی ایک نماز کا ثواب پاتا ہے اور کوئی پڑھتا ہے تو اسے کوئی اجر نہیں ملتا۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص جس قدر آداب و سنن کی رعایت اور تدبّر اور خشوع و خضوع اور اطمینان قلب کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے، اسی قدر اس کو اجر بھی زیادہ ملتا ہے اور جو شخص اس میں جس قدر کمی کرتا ہے اسی قدر کم اجر اسے ملتا ہے، اور بعض عارفین کا حال اس طرح نماز کی ادائیگی کے وقت ہوتا ہے ؎

چونکہ با تکبیر ہا مُقرّوں شُدَند ہمچو بسمل از جہاں بیروں شُدَند

[چونکہ خوب تکبیروں کے ساتھ وہ لوگ نزدیک ہوئے (بارگاہِ الٰہی میں)

اس لیے دنیا سے بسمل کی طرح نکل گئے]

ونیز حضرت والا نے زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ ایک دن یکا یک خوشبو اس قدر مشام جان (روح کی ناک) میں پہنچی کہ مجھے مست اور بیخود کر دیا اور تمام مکان کو معطر کر دیا۔ جب اس ہوش رُبا اور فرحت افزا کیفیت میں مَیں نے اوپر کی جانب نظر ڈالی تو نظر آیا کہ میرے سر پر ایک روح، جو روشن، پاک اور خوشبودار جلوہ نما ہے اور انوار کی تابش آفتاب کی کرنوں کی طرح اس کے گرد روشن ہے اور اس کا جسم زیبا فیوض و برکات کے زیور سے آراستہ ہے، میں حیران ہوا کہ یہ کیا ہے؟ اور تعجب میں پڑ گیا کہ یہ کون ہے؟ اس راز سے آگاہی نہ ہو سکی اور اس کا نام و نشان نہ معلوم ہو سکا۔ اس کے بعد دِل میں خیال گزرا کہ اس شان و شوکت کے ساتھ شاید جناب سیّد البشر علیہ

صلوات اللہ الملک الاکبر کی روح پُرفتوح ظاہر ہوئی ہے یا حضرت غوث الاعظم ﷺ کی روح ہوگی۔ راقم الحروف (شاہ رؤف احمد) عُفِیَ عَنۂ کہتا ہے کہ یہ خصوصیت حضرت والا کی ہے کہ اکثر اوقات تمام مکان شریف معطر ہو جاتا ہے کہ اہلِ مجلس کی ناک میں بھی اس کی خوشبو پہنچتی ہے۔ وہ خوشبو عطرِ خس کی طرح ہوتی ہے و نیز اسی روز خانقاہِ عرش اِشتباہ میں بعض لوگوں کا قضیہ واقع ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کی روحِ پاک نے تشریف لاکر ارشاد فرمایا کہ خانقاہ میں جو کوئی قضیہ پیدا کرے اسے باہر نکال دینا چاہیئے۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

غلام قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ مکتوبات قدسی آیات کا درس شروع ہو گیا تھا اور حضرت والا کا ہمیشہ یہی معمول تھا کہ بعد عصر حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کا کلام فیض نظام پڑھا جاتا تھا۔ پس حضرت والا متوجہ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ کر مکتوبات شریفہ کی سماعت فرماتے تھے۔ اور زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرماتے کہ میں نے اسی مکتوباتِ قدسی آیات سے اخذ فیوض کیا ہے جس طرح مریدان اپنے پیروں سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ و نیز فرمایا کہ سبحان اللہ کس قدر حضرت حق جل جلالہٗ کی تقدیس و تنزیہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت کا کلام انسانی کلام سے بالا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ وہ سراسر الہامِ ربانی ہے۔ جب اس قبلۂ انام کا کلام فیضِ نظام اس قدر خواص و عوام کی ہدایت کرنے والا ہے، تو متکلم (یعنی اس کے بیان کرنے والے) کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے اور ان کی ثناو صفت میں مشغول ہونا چاہیئے۔

مَنْ چہ گویم وَصفِ آں عالی جناب نیست پیغمبر وَلے دارَد کتاب

[میں اس عالی جناب کی کیا تعریف کروں مختصر یہ کہ وہ پیغمبر تو نہیں لیکن کتاب رکھتے ہیں]

اس کے بعد حضرت والا توجہ دینے کے لئے مستفیدین طریقت کے حلقہ کی جانب جو حلقۂ اخلاص گردنِ ارادات میں رکھتے تھے متوجہ ہوئے۔ جب (حضرت والا نے) نظر ڈالی کہ با اخلاص معتقدوں اور مخصوص مخلصین کا مجمع بیشمار ہے کیونکہ وہ سب سمرقند و بخارا، غزنی و تاشقند، حصار و قندھار، کابل و پیشاور، ملتان و کشمیر، لاہور و سرہند، امروہہ و سنبھل، بریلی و رامپور، لکھنؤ و

جائس، بہرائچ و گورکھپور، عظیم آباد و ڈھاکہ، بنگال و حیدر آباد و پونہ وغیرہ کے تھے اور حق جل و علا کی طلب میں اپنے وطنوں کو چھوڑ کر آئے ہوئے تھے۔ حضرت والا کو اس زمانہ میں ضعف بہت تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی باری مقرر کی جائے صبح کے حلقہ میں تیس آدمی مخصوص کر لیے جائیں اور تیس آدمیوں کو عصر کے حلقہ میں اور بقیہ لوگوں کو دوسرے روز اسی طریقہ سے رکھا جائے غرض کہ تیس تیس آدمیوں کا گروہ لایا جائے تا کہ وہ توجہ حاصل کریں جب انہیں توجہ مل جائے تو پھر تیس آدمی پہلے والے اس (حلقہ) میں آئیں اور توجہ سے فیض حاصل کریں۔ نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی ﷫ کا معمول اور دونوں حضرات (خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم) کا اور جناب پیر مرشد حضرت مرزا صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بھی یہی معمول رہا ہے کہ لوگوں کی باریاں مقرر تھیں۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز مجھے میرے رب کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے خلفاء دکن کی طرف بھیجے تھے تم اپنے خلفاء ولایت کابل و بخارا و قندھار کی طرف بھیجو۔

یوم اتوار، تاریخ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے مولوی شیر محمد کو ارشاد فرمایا کہ تم کو عروج سے زیادہ نزول سے واسطہ ہے، تمہیں چاہیے کہ کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خوب کہو لیکن سو بار کے بعد کلمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو تا کہ عروج زیادہ ہو۔ ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ ہر اس سالک کو جسے عروج زیادہ ہو، چاہیے کہ زبانی ذکر نفی و اثبات میں ہر بار (کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ) کلمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ملا کر پڑھے تا کہ نزول زیادہ ہونے لگے۔ اور جس کسی کو عروج و نزول برابر ہو وہ (کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے) دس یا پندرہ بار پڑھنے کے بعد کلمہ محمد رسول اللہ پڑھے۔ یہ طریقہ ارباب عروج و نزول کے لئے بہت مفید ہے۔ ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک

روز میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تھا اور حضرت پیر و مرشد برحق کے بڑے خلفاء میں سے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت محمد احسان رحمۃ اللہ علیہما اس مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت مولوی ثناء اللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کے خرچ معاش کی مدد کے لئے مبلغ ایک روپیہ یومیہ سائر (محصول چنگی) پر مقرر ہوا ہے۔ اہل مجلس نے کہا کہ رقوم سائر قریب حرام کے ہیں۔ اس رقم کے خرچ کرنے سے ان کے باطن میں ظلمت پیدا ہو جائے گی۔ حضرت محمد احسان نے فرمایا کہ جب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا میزاب فیض (فیض کا پرنالہ) گرتا ہے ظلمت کے پہاڑوں کو تنکے کی طرح بہالے جاتا ہے، یہ بات کہہ کر انہوں نے ایک آہ کھینچی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

یوم پیر، تاریخ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میاں محمد حضرت پیر و مرشد برحق کے خلفاء میں سے تھے۔ ایک دن ان پر قبض کی کیفیت طاری ہوئی' حضرت پیر و مرشد نے توجہ فرمائی، ان کے قبض کی کیفیت رفع نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خواجۂ خواجگان پیر پیراں خواجۂ بزرگ بہاء الدین نقشبند ﷺ کی روح مبارک جلوہ گر ہوئی (اور) ارشاد فرمایا ''اے بچے یہی نسبت کیا کم ہے؟ یعنی اگر ان احوال سے ترقی نہ واقع ہو، تو بھی یہ نسبت ہی بہت ہے، اسی کی پرورش کرنی چاہیئے۔ ایک دن میاں محمد موصوف حضرت پیر و مرشد برحق مرزا صاحب قبلہ کے منکرین کی مجلس میں اتفاقاً بیٹھ گئے تھے۔ اس جگہ (یعنی اس مجلس میں) حضرت مرزا صاحب کا ذکر بطور اہانت کے آگیا۔ میاں مذکور نے مخالفت کی اور مجلس والوں سے خفا ہو کر اُٹھ گئے، جب حضرت مرزا صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت مرزا صاحب قبلہ بہت خوش دل ہوئے توجہ فرمائی اسی وقت قبض رفع ہو گیا اور عروج واقع ہوا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جو ترقی خدمت (شیخ) کے واسطہ سے ہوتی ہے، ریاضت سے اس مانندار کی عشرِ عشیر (یعنی دسواں

حصہ) بھی نہیں ہوتی۔ خدمت ہی ہے کہ چند سالوں کا کام پلک جھپکنے میں میسّر ہو جاتا ہے اور یہ خدمت ہی (کا فیض) ہے کہ سالک جذبات الٰہیہ تک پہنچ جاتا ہے۔

یوم منگل، تاریخ یکم جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ خدمت میں حاضر ہوا۔ بھوک کا جو کہ عاشقوں کی غذا ہے ذکر ہونے لگا۔ حضرت والا نے حدیث شریف پڑھی کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر تناول نہیں فرمایا۔ نیز حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی بھوک کی مشقتیں برداشت فرمائی ہیں۔ اولیائے متقدمین نے سخت ریاضتیں اور شدید مجاہدات کئے ہیں۔ درختوں کے پتے اور گھاس کی جڑیں ان کی غذا تھی۔ راستوں پر گرے پڑے پرانے کپڑے اٹھا لیتے اور انہیں کو پاک کر کے اپنا لباس بناتے تھے۔ کوئی پندرہ روز کے بعد کھاتا تو کوئی تقریباً ایک ماہ تک کچھ نہ کھاتا کسی نے ساٹھ سال تک زمین پر پیٹھ نہیں لگائی، تو کوئی چالیس سال تک نہیں سویا۔ حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے تو توسّط (درمیانی راہ) کو اپنا طریقہ بنایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ آدھ سیر سے کم نہ کھانا چاہیئے تاکہ عبادت کی قوت نہ گھٹے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دودھ اور روغن اور دوسرے سالن جن سے روٹی کھائی جاتی ہے وہ اسی نصف سیر میں داخل ہوں گی۔ و نیز حضرت والا نے فرمایا اپنے حال کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کی حالت پر قیاس نہ کرنا چاہیئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں بلکہ کھانا پینا اپنے پروردگار کے سامنے تناول کرتا ہوں۔

یوم بدھ، تاریخ ۲ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ حضرت حق جل شانہٗ کے مواعید (یعنی وعدوں) پر صدق کی نظر رکھتے ہوئے اسباب ظنیہ وہمیہ کی طرف نگاہ نہ کرے اور یقین رکھے کہ وہ اسے روزی پہنچاتا ہے۔ اس نے جس کسی کو بھی پیدا کیا ہے اس کی روزی بھی مہیا فرمادی ہے۔ ع

رزق را روزی رساں پَر می دہَد

[روزی دینے والا روزی کو پر (پنکھ) عطا کرتا ہے]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ خانقاہ بنانے سے پہلے مکان کی قلت (چھوٹا ہونے) کے سبب یہ بڑی آرزو تھی کہ صوفیاء کے رہنے کے لئے کافی مکانیت ہوتی ۔ ہمسایہ میں ایک مکان تھا کہ اس کا مالک اس کو بیچنا چاہتا تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ اس مکان کو خرید لیں لیکن اس وقت اپنی ملکیت میں ایک کوڑی بھی نہ تھی ۔ جناب کارساز حقیقی جلت عظمتہ کی بارگاہ میں اس مدعا کے بر آنے کی دعا کی۔ حق تعالیٰ نے وہ دعا سن لی اور قبول فرمالیا اور غیب سے ایسا انتظام فرمادیا کہ میں اس مکان کو خرید کر اپنے تصرف میں لے آیا اور دوسرے مکانات بھی سات آٹھ ہزار روپیہ میں خرید کر داخل خانقاہ کر دیئے اور اب تک غیب الغیب سے اخراجات عنایت فرماتا ہے اور حاجتیں پوری کرنے کا سامان بخوبی کرتا ہے۔

یوم جمعرات، تاریخ ۳ر جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ خانقاہ کے صوفیوں کے حالات معلوم کرو کہ نمازِ تہجد پڑھتے اور اس پر مداومت کرتے ہیں یا نہیں۔ جو شخص اس پر مداومت نہ کرتا ہو، اس کو خوب ہدایت کی جائے اور خود آ کر سوتے ہوؤں کو بیدار کرو اور جو جاگتے ہوں ان کو اس کی طرف متوجہ کیا کرو کہ کسی نے کہا ہے ۔

یک چشم زَدَن غافل ازاں ماہ نَباشی　　　شاید کہ نِگا ہے کُنَد آگاہ نَباشی

[ایک لحہ بھی اس ماہ (محبوب حقیقی) کی طرف سے غافل نہ رہو، شاید کہ وہ نگاہ ڈالے اور تم کو خبر نہ ہو]

پَس از سی سال ایں معنیٰ مُحقّق شُد بخاقانؔی

کہ یَکدَم با خُدا بُودَن بہ اَز مُلکِ سلیمانی

[پس تیس سال کے بعد خاقانی کو یہ بات واضح ہوئی کہ ایک لحہ خدا کی معیت ملک سلیمانی سے بہتر ہے]

یوم جمعہ، تاریخ ۴ر جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

فقیر جناب فیض مآب حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا عصر کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد ملّا گل محمد غزنوی نے کسی سے کلام کیا۔ حضرت والا نے بہت ڈانٹا کہ بارگاہِ حق جل وعلا میں آکر بے ادبی نہ کرنی چاہیئے اور غیرِ حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔ ظاہری بادشاہ کے سامنے کس قدر ادب کا لحاظ کرتے ہیں۔ پس جب بادشاہِ حقیقی کے روبرو حاضر ہو تو چاہیئے کہ اپنے کو خوب توڑ دو اور خود کو عدم محض اور لاشی سمجھتے ہوئے دربار میں حاضری دو۔ حضرت والا نے فرمایا کہ صوفی کو چاہیئے کہ نماز میں خیال کرے کہ قیام کی حالت میں کیا کیفیت حاصل ہوئی اور رکوع میں کیسے انوار طاری ہوئے اور سجدہ میں کون سے اسرار کھلے اور قعدہ میں کیسا فیض وارد ہوا اور نماز کے بعد نتیجہ کا خیال کرو کہ نماز کی ادائیگی کے سبب کون سے برکات حاصل ہوئے۔ اس کے بعد مکتوبات قدسی آیات کا درس شروع ہوا۔ حضرت والا نے مقاماتِ عالیہ کے بہت سے اسرار و رموز بیان فرمائے۔ اور اسی درمیان میں میر قمر الدین سمرقندی نے عرض کیا کہ فنا تو عود کرتی ہے اور عدم کے لئے عود (واپسی) نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ عدم کے وجود کو لوٹنا ممکن ہے اور وجود فنا کو عود نہیں (لوٹنا ممکن نہیں) مرتبہٗ عدم اوّل ہے اور مرتبہٗ فنا آخر۔ جب پے در پے عدم ہوتے ہیں تو فنائے فنا حاصل ہوتی ہے اس کے بعد یہ شعر فرمایا ؎

وَصلِ اَعدام گر تَوانی کَرد کارِ مردانِ مَردانی کرد

[اگر تو عدم سے وصل چاہتا ہے، تو ہمت والے دلیر لوگوں جیسے کام کر]

اس کے بعد مولوی شیر محمد نے عرض کیا کہ مجھ پر عدمیت طاری ہوتی ہے اور ایک گھڑی رہتی ہے اور کبھی کم اور کبھی زیادہ اور ذکر سے وہ حالت جاتی رہتی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس وقت ذکر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اسی نسبت کی پرداخت (یعنی پرورش) کرنی چاہیئے کہ یہ احوال اس قدر

ظہور کریں کہ پھر ہرگز نہ جائیں۔ پس حضرت والا نے زبانِ گوہرفشاں سے یہ مصرعہ پڑھا۔

بَر نمی خیزد بہ تعظیمِ قیامت گردِ ما

[ہماری خاک قیامت کی تعظیم کے لئے نہیں اُٹھتی]

اس کے بعد ایک شخص شفائے مریض کے لئے پانی دم کرانے لایا۔ حضرت والا نے تھوڑا اپنا جھوٹا پانی (یعنی پینے کے بعد جو بچ رہے) اس آبخورہ میں ڈال دیا اور یہ روایت بیان فرمائی کہ داراشکوہ نے ایک بزرگ کی خدمت میں شفائے مریض کے لئے پانی بھیجا کہ اسے تھوڑا نوش فرما کر عنایت فرما دیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''مؤمنین کے جھوٹے (بچے ہوئے) میں شفا ہے''۔ ان بزرگ نے اس میں سے تھوڑا پانی نوش فرما کر واپس بھیج دیا اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان بزرگ کو اسہال ہونے لگے کہ ''خداوند! ایمانِ کامل رکھتا بھی ہوں یا نہیں؟ اگر اس مریض کو شفع ہوگئی تو یہ میرے ایمان کی دلیل ہوگی ورنہ مجھ پر افسوس ہے اور میری گرفتاری پر۔''

و نیز حضرت والا فرماتے تھے کہ میں ہر روز یہ دعا پڑھتا ہوں اور ہر ایک کو پڑھنی چاہیئے۔ کہ ''اَللّٰھُمَّ اغفرلی وَارْحَمْنِیْ وَ عَافِنِیْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اشْفِنِیْ شِفَآءً عَاجِلاً لَایُغَادِرُ سُقْماً وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

(اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور دنیا و آخرت میں عافیت عطا فرما اور مجھے شفاء عاجل سے نواز دے، ایسی شفا کہ پھر مرض نہ پلٹے۔ اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے اور نہیں ہے پھرنا گناہوں سے اور نہ طاقت اطاعت کی مگر اللہ بزرگ و عظیم کی توفیق بخشی سے۔)

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ کلام میں متکلم کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے مولوی بشارت اللہ صاحب کی عرضی آئی تھی، جس میں ابتداء سے انتہا تک اپنے احوالِ باطن لکھے ہوئے تھے اور میاں احمد یار صاحب کہ ادراک صحیح کے مالک ہیں، وہ بھی اس وقت موجود تھے۔ جب وہ عرضی میں پڑھ رہا تھا نسبت ان تمام مقامات مندرجہ کی ظاہر ہوئی۔ چنانچہ میاں احمد یار صاحب کو بھی معلوم ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ میاں ابوسعید صاحب نے

بھی اپنے احوالِ باطن سے متعلق رسالہ تحریر کیا ہے۔ میں نے اس کو اوّل سے آخر تک دیکھا ہے۔ جو کہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات شریف کے مطابق ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے مولانا خالد رومی سے بھی کہا ہے کہ اپنے باطنی احوال لکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی لکھ کر بھیجیں گے۔ مولانا خالد صاحب ہمارے حضرت والا (شاہ غلام علی قدس سرہٗ) کے بڑے خلفاء میں سے ہیں کہ بغداد شریف میں طالبین کی ہدایت اور سالکین کی رہنمائی میں مصروف ہیں اور ایک عالَم کے مرجع ہیں۔ (یعنی بڑی تعداد میں لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی اصلاح لیتے ہیں)۔ ان کی عرضی حضرت والا کی خدمت میں آئی تھی، جس میں یہ حالات تحریر تھے کہ سو نفر متبحر عالم جو صاحب تصانیف ہیں، اس فقیر کے احباب میں سے اجازت کے قابل ہو گئے ہیں اور پانچ سو بڑے بڑے علماء داخل طریقہ ہوئے ہیں اور عوام میں سے جو لوگ کہ داخل طریقہ ہوئے ہیں، ان کی تعداد کیا بیان کی جائے۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۵ر جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ حکمِ عالی کے مطابق حضور کی خدمت میں حضرت مجدد الف ثانی ﷫ کے مکتوبات قدسی آیات کی چند سطریں مَیں نے پڑھیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کے اس کلام فیض نظام کے معنی تو بڑے غور و فکر کے بعد سمجھے جا سکتے ہیں لیکن فیض و برکات نقد ہاتھ آتے ہیں۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ لطیفۂ قلب کی سیر میں پہلے تو تلوینات (رنگینیاں) ہوتی ہیں، از قسم قبض و بسط اور فرحت و سرور اور ذوق و شوق۔ جس وقت قلب الٹ پھیر سے چھوٹ جاتا ہے اور فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے تو تلوینات سے چھٹکارا پا کر تمکین حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ نفس کی سیر میں بھی تلوینات آتی ہیں۔ اور طرح طرح کے حالات درپیش ہوتے ہیں۔ اور جب اس بوقلمونی (رنگا رنگیوں) سے نجات ملتی ہے اور فنا و بقا تک رسائی ہوتی ہے تو تلوین سے تمکین (قرار و ثبات) تک نوبت پہنچتی ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ قالب پر احوال و اسرار طاری ہوتے ہیں اور تلوینات پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن عالمِ امر کے لطائف کو تلوین سے رہائی اور تمکین تک رسائی نہیں ہے اور اگر ہے تو بیعت کے ذریعہ ہے نہ کہ اصلی طور پر۔

یوم اتوار، تاریخ ۶ رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ ایک شخص مکہ معظمہ سے حضور والا کا نام نامی سنکر آیا تھا۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ تم کیا سُن کر آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں بیت اللہ میں تھا، جہاں بغداد سے ایک قافلہ آیا تھا۔ اس قافلہ کے لوگ حرم شریف میں ذکر کر رہے تھے کہ بغداد شریف میں ایک تبحر عالم ہیں جن کا نام نامی خالد ہے، جو ہندوستان گئے تھے (وہاں انہوں نے) حضرت قیوم زمان غوث جہاں کاشف اسرار خفی وجلی حضرت مولانا غلام علی ﷺ سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا تھا اور خرقۂ خلافت پہن کر آئے اور ملکِ روم میں عالمی شہرت حاصل کی۔ ملک روم کے علماء اور اس دیس کے اکابرین نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پس میں نے یہ باتیں سنیں اور ملاقات کا شوق دامنگیر ہوگیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس آستان فیض نشاں پر حاضر ہوگیا۔

یوم پیر، تاریخ ۷ رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ کا مطلب ''دوام حضور و آگاہی اور دل سے خطرات کا دور ہونا'' اکابرین طریقہ شریفہ نے مقرر کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک گم ہونے کی بجائے خطرات کا کم ہوجانا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا میرا قلب اور میری روح ان پر نثار ہو کہ چار قسم کی فنا کہ جناب غوث صمدانی قطب زمانی حضرت سیّد محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی حسنی وحسینی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وارْضَاہُ عنّا نے فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے (ان کا) ذکر کیا جاچکا ہے۔ فناء قلبی میں جسے نسیان ماسوا سے تعبیر کرتے ہیں، حاصل ہوجاتی ہیں۔

یوم منگل، تاریخ ۸ رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

فدوی جاں نثار اس محبوب پروردگار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ اکابرین طریقت اور عارفینِ حقیقت کی تمام تصنیفات و تالیفات

توحیدوجودی، ذوق وشوق اور مقامات عشرہ یعنی توبہ وانابت، صبر وقناعت، زہدو توکل اور رضاو تسلیم وغیرہ سے بھری پڑی ہیں لیکن جن مقامات کوحضرت مجددالف ثانی ؒ نے تحریر فرمایا ہے ان معارف کو عارفین میں سے کسی نے بھی سلک تحریر میں نہیں پرویا ہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان خدا کی معرفت کے سلسلہ میں مثل مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے کوئی کتاب نہیں ہے۔حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ سالک کولطیفۂ قلب ونفس کی سیر میں ذکر خفی اور ذکر نفی و اثبات (یعنی کلمۂ طیبہ اور تہلیلِ لسانی یعنی زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا) ترقی بخشتا ہے اور عناصرِ ثلاثہ کی سیر میں طولِ قرأت کے ساتھ نوافل کی کثرت اور کمالات ثلاثہ میں کلام پاک کی تلاوت اور حقائق سبعہ میں درود شریف کا وِرد موجب ترقیات ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضور میں عبادت وریاضت کا ذکر آیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ کوکمال زہدوریاضت اور ترک وتجرید سے جناب حق سبحانہٗ میں رسوخ حاصل ہوتا ہے اور بعض اصحاب کو کثرت عبادت سے قرب باری تعالیٰ میسر ہوتا ہے لیکن اہل عبادت کا مقام صاحب توکل و زہدوریاضت سے بلند ہے۔اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ جس کو جس قدر زیادہ یقین (کی دولت ملتی) ہے، اس کا مقام اتنا ہی بلند ہوتا ہے۔ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف وکرامات اور زہد ریاضات تھے۔آپ نے تیس سال کا عرصہ ایک گدڑی میں گذارا تھا۔اور تین دن کے بعد کچھ تناول فرمالیا کرتے تھے۔ان کی خوراک بلحاظ موسم خربوزہ وتربوزہ اور دوسری چیزوں کے چھلکے تھے، جو بازاروں میں پڑے ملتے، ان کو اُٹھا کر پاک کرکے کھالیتے تھے۔اور جامع مسجد میں مقیم رہتے تھے۔اور جب پیاس کا غلبہ اور اس کی شدت ہوتی تو دوتین چلّو حوض کا پانی پی لیا کرتے تھے، حالانکہ وہ بہت کھاری تھا۔ایک دن ایک فاحشہ عورت حسن وکمال سے آراستہ وجمال سے پیراستہ کوٹھے کی کھڑکی سے باہر آکر نظارہ کررہی تھی۔ حاضرین مجلس نے جو اس وقت موجود تھے، حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! اس عورت پر توجہ فرمائیں کہ اسے ہدایت نصیب ہو۔حضرت نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔جب احباب نے بہت

اصرار کیا تو حضرت متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ دو تین ہی گھنٹے کے بعد اس عورت نے تمام (فحش) لباس ترک کر کے اور سر منڈا کر کملی اوڑھی اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام جرائم سے توبہ کی اور بیعت کر لی۔ اور حلقۂ بندگی گوشِ اخلاص میں ڈال لی۔ اسی زمانے میں غیر خدا سے منہ پھیرے ہوئے حضرت قیوم زماں، قبلۂ عالم خواجہ محمد زبیرؒ تھے اور مسند ارشاد اور سادۂ ہدایت ان کے وجود باوجود سے آراستہ و مزین تھی۔ خوب عبادتیں کرتے تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد اوّابین پڑھتے اور اس میں دس پارے کلام مجید کے تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد مردوں کا حلقہ کرتے اور توجہ فرماتے تھے۔ اس کے بعد محل سرا تشریف لے جاتے اور عورتوں کا حلقہ کرتے اور توجہ فرماتے۔ آدھی رات میں چند گھنٹے آرام فرماتے۔ پھر تہجد کے لئے اُٹھتے اور نمازِ تہجد میں چالیس یا ساٹھ بار سورۂ یٰسین پڑھتے تھے۔ اور اس کے بعد نمازِ چاشت تک مراقبہ یا نماز میں وقت گزارتے تھے۔ اس کے بعد مردوں کا حلقہ کرتے اور تمام دن توجہ کرنے یا مخلوق کی ہدایت (نصیحت) میں بسر فرماتے تھے۔ اس کے بعد ذرا دیر قیلولہ فرماتے تھے۔ پھر نماز فَـیْ الـزوال (وہ نماز جو سورج ڈھلنے کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے) کے لیے اٹھ جاتے اور طول قرأت کے ساتھ چار گھڑی میں ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد ختم خواجگان پڑھ کر نمازِ ظہر میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد کلام اللہ المجید کی تلاوت فرماتے۔ پھر کھانا نوش فرماتے اور حضرت کے کھانے کا یہی وقت تھا۔ نمازِ عصر کے بعد مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات پڑھے جاتے تھے۔ جب محل سرا سے مسجد تشریف لے جاتے تو امراء اپنے دوشالے اور رومال حضرت کی راہ میں بچھاتے جاتے تھے۔ جس کا سلسلہ آستانِ مقدسہ سے مسجد تک ہوتا تھا تا کہ قدم مبارک زمین پر نہ پڑیں۔ اور اگر مریض کی عیادت یا کسی کی دعوت پر کہیں تشریف لے جانا ہوتا تو سواری اس شان سے نکلتی تھی جیسے کوئی بادشاہِ وقت جا رہا ہو۔ ایک دن حضرت سواری پر جامع مسجد کے نیچے سے نکلے اور حضرت شاہ گلشنؒ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص پالکی پر سوار ہے اور بہت سی پالکیاں اسکے ساتھ رواں دواں ہیں اور آگے پیچھے غلاموں کی ایک بڑی جماعت ہم رکاب ہے اور انوار اس پالکی کے گرد اس طرح محیط ہیں کہ گویا پالکی سے آسمان تک نور

ہی نور چمک رہا ہےاور تمام کوچہ و بازار اس نور سے معمور ہے۔ حضرت شاہ گلشنؒ نے اپنی پرانی کملی کندھے سے اتاری اور اپنے احباب سے فرمایا کہ اس کو آگ میں جلادو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ امیر جو جارہا ہے اس کی سواری کے گرد ایسا نور ہے، جو میں نے اپنی کملی میں اس کا شمہ بھی مشاہدہ نہیں کیا۔ حالانکہ تیس سال سے اس کملی میں، ریاضتیں کی ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ حضرت خواجہ محمد زبیر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ ہمارے پیر زادے ہی ہیں۔ ہماری آبرو رہ گئی۔ پھر اپنے مریدین کو ہدایت فرمائی کہ حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں جا کر استفادہ کریں اور حضرت (شاہ غلام علیؒ نے) فرمایا کہ جہاں حضرت والا موجود ہوں، ہمارے لیے کسی کو مرید کرنا درست نہیں ہے اور اس درمیان میں اولیائے متقدمین کی ریاضتوں اور مجاہدوں کا ذکر فرمایا اور بہت افسوس فرماتے رہے کہ ہمارے ہاتھ سے کچھ نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مقامِ شکر میں آکر فرمانے لگے کہ اللہ کے فضل سے اس جگہ جو شخص آئے اور میرے کہنے کے مطابق عمل کرے تو اس پر ضرور کچھ وارد ہوگا اور یہ شعر پڑھنے لگے ؎

عاشق کُجا شُد کہ یار بَحَالَش نَظَر نہ کَرد

اے خواجہ دَرد نِیست وگرنہ طَبیب ہَست

[وہ عاشق کہاں کہ یار اس کی طرف نظر نہ کرے۔ اے خواجہ! درحقیقت درد (عشق) نہیں، ورنہ طبیب تو موجود ہے]

یوم بدھ، تاریخ ۹ رجمادی الاخرة ۱۲۳۱ ہجری

حضورِ والا میں حاضر ہوا۔ طالبین کے وسوسوں اور خطرات کے ذکر پر بات چلی۔

حضرتِ والا نے فرمایا کہ جو خطرے اور وسوسے کہ دل پر آتے ہیں وہ چار قسم کے ہیں:

۱۔ شیطانی ۲۔ مَلکی ۳۔ نَفسانی ۴۔ حَقّانی

جو وسوسے کہ شیطانی ہوتے ہیں وہ بائیں جانب سے آتے ہیں اور ملکی دائیں جانب

سے اور نفسانی جانب فوق سے جس کا مقام دماغ ہے اور حقانی فوق الفوق (یعنی عالم بالا) سے دل پر نازل ہوتے ہیں۔

ونیز فرمایا کہ حضرت سیّد البشر علیہ الصلوٰۃ اللہ الملک الا کبر نے ارشاد فرمایا کہ ذَالِکَ مِنْ کَمَالِ الا یمَانِ یعنی ان خطرات ووساوس کا آنا کمالِ ایمان کا مقتضا (یعنی کمال ایمان کی دلیل) ہے۔ اس لئے کہ جہاں دولت ہوتی ہے وہیں چوروں کے آنے کا خوف ہوتا ہے اور حضرتِ والا نے یہ بھی فرمایا کے اس طریقہ شریفہ (یعنی سلسلہ نقشبندیہ) میں پروردگار کی عنایت اور پیرانِ کبار کی توجہات سے طالبین کے دل سے خطرات (وسوسے) کم ہوجاتے ہیں اور رفتہ رفتہ ختم ہوجاتے ہیں۔ دِل کے اندر نہیں جاپاتے۔ جیسے مکھیاں کہ آئینہ پر بیٹھ تو جاتی ہیں مگر وہ اندر نہیں جاسکتیں۔ یا کوڑا کرکٹ کہ دریا کی سطح پر رہتا ہے مگر اندر جانے کی راہ نہیں پاتا۔ اسی طرح خطرات (دل کے) باہر آتے ہیں اور دل میں نہیں جاپاتے ہیں (یعنی دل میں پختہ نہیں ہوپاتے)۔ اس کے بعد وہاں سے ہٹ کر لطیفہ نفس میں آتے ہیں اور نفس کے تزکیہ کے بعد (قوتِ) متخیلہ میں ظہور کرتے ہیں اور جب وہاں سے ٹل جاتے ہیں تو پھر کسی وقت اور کسی جگہ نہیں آتے۔ اس مقام والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر انہیں ہزار سال کی عمر مل جائے تو ہرگز غیر (خدا کے علاوہ کسی) کا خطرہ (خیال) ان کے دل میں نہیں آسکتا۔

یوم جمعرات، تاریخ ۱۰ ر جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

غلام محفل فیض میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا جس کسی کو یقین زیادہ ہوگا اسی قدر اس کا مقام قرب اعلیٰ تر ہوگا۔ جاننا چاہئے کہ یقین کے تین درجے ہیں:

۱۔ علم الیقین ۲۔ عین الیقین ۳۔ حق الیقین

جن کی تفصیل کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ یہاں اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ونیز حضرت والا نے ارشاد فرمایا، کہ ایک دن میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر گیا تھا۔ خدائے برتر وبزرگ کی قسم میں نے حضرت خواجہ کو دیکھا کہ اپنے مزار سے باہر تشریف لاکر میرا استقبال فرمایا اور بڑی نوازشیں فرمائیں۔

یوم جمعہ، تاریخ ۱۱ر جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضورِ عالی میں حاضری دی۔ اسی وقت بزرگوں کے انتقال فرمانے کا تذکرہ چھڑا۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ میرے والد ماجد" طریقۂ عالیہ قادریہ پر گامزن تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں۔ پس (حضرتِ والد بزرگوار نے) اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا حضرت غوث الاعظم یہ کھڑے ہیں"۔ (اور ان لمحات میں جان) جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قَبْرَہٗ وَبَرِّدْ مَضْجَعَہٗ (اے اللہ! ان کی قبر کو منور فرما اور ان کے آرام کرنے کے مقام کو ٹھنڈا فرما) اور ان کی بہت سی کرامات اور خرق عادات بیان فرمائیں۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۱۲ر جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضورِ فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ مولوی بشارت اللہ صاحب کی عرضی آئی تھی۔ اس کے جواب میں ہم نے لکھا ہے کہ گزشتہ (غفلتوں اور خطاؤں) پر نادم رہیں اور ان سے توبہ کریں اور آئندہ کے لئے ان سے بچنا ضروری جانیں اور یادِ الٰہی میں مداومت کے ساتھ مشغول رہیں۔ اسی درمیان میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرتِ والا میرے لئے کچھ تحریر فرمادیں، حضرتِ والا نے یہ آیت کریمہ تحریر فرمائی قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ اور اس کی تفسیر بھی اسی طرح درج فرمائی کہ اپنے تمام جزئی اور کلی معاملات کو حضرت حق سبحانہ کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ اور تدبیرِ معاش اور اس کی فکر کچھ نہ کرنی چاہیے۔ اور ماسوا اللہ کے تعلقات منقطع کر کے اپنے تمام معاملات اسی بزرگ و برتر کے سپرد کر دو

سُپُردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

[میں نے اپنی ساری پونجی تجھ کو سونپ دی۔ اب اس کی کمی و زیادتی کا حساب تو جانے]

یوم اتوار، تاریخ ۱۳ ر جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

حضورِ فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ اگلے صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ جل جلالہ کی (معرفت کی) راہ دو قدم ہے۔ پہلا قدم اپنی ہستی سے باہر رکھنا اور دوسرا قدم وصالِ حق ہے اور حضرت مجد دالف ثانی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس راہ کو قطع کرنے کا قصد رکھتے ہیں، وہ کل سات قدم ہے۔ دو قدموں کا عالم خلق سے تعلق ہے اور بقیہ پانچ قدموں کا عالم امر سے۔ پہلے سالک جب عالم امر میں قدم رکھتا ہے تو اسے تجلی افعالی کا سامنا ہوتا ہے جسے فنائے قلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرے قدم پر تجلی صفات ثبوتیہ سے واسطہ پڑتا ہے جو فنائے روحی سے تعبیر کی جاتی ہے اور تیسرے قدم پر تجلی شیونات ذاتیہ الٰہیہ سے سابقہ پڑتا ہے، جس کو فنائے سری کہتے ہیں۔ چوتھے قدم پر تجلی صفاتِ سلبیہ الٰہیہ کا سامنا ہوتا ہے جسے فنائے خفی کہتے ہیں اور پانچواں (اور آخری) قدم (مقام) شانِ جامع الٰہی میں پڑتا ہے، جس کو فنائے اخفیٰ سے نامزد کیا گیا ہے۔ اور دو قدم جن کا عالم خلق سے تعلق ہے (ان میں) پہلا قدم فنائے لطیفۂ نفس ہے اور دوسرا قدم فنائے لطیفۂ قالب۔ اس کے بعد حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ لطائف سبعہ کی منزلیں طے ہو جاتی ہیں تو طریقۂ شریفہ مجددیہ کے سلوک کی نصف راہ طے ہوتی ہے اور وہ دوسرا نصف جو باقی رہتا ہے اس پہلے نصف سے بدر جہا وسیع اور بلند تر ہے، جن کو کمالات ثلٰثہ اور حقائق سبعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان کی تفصیل حضرت امام ربانی ﷺ کے مکتوبات قدسی آیات میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ درج ہے۔

یوم پیر، تاریخ ۱۴ ر جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرتِ والا اس وقت کلام پاک کا درس دے رہے تھے اور معانی کے آبدار اور چمکدار موتیوں کو تحقیق و تدقیق کے رشتے میں پرو رہے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب کی بہ نسبت حضرت والا کے پاس دِقّت (گہرائی) زیادہ

ہے۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا، تو یہ کہیے، وہ تو علم کے سمندر اور بیان (فصاحت) کا دریا تھے، وہ پھولوں سے گلدستے تیار کرتے تھے اور میں پھولوں سے کلیاں چنتا ہوں۔

یوم منگل، تاریخ ۱۵ر جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام اس قبلہ انام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت شاہ گلشنؒ تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک ذِمّی مرد (اسلامی حکومت میں غیر مسلم باشندے ''ذِمّی'' کہلاتے ہیں کیونکہ ان کی حفاظت ونگہداشت حکومت کے ذمہ ہوتی ہے) دروازے میں داخل ہوا۔ آپ اس کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہوگئے۔ لوگ (یہ دیکھ کر) حیران رہ گئے۔ اس کے بعد حضرت نے اس مردِ ذمّی سے دریافت فرمایا کہ تجھ سے ہمارے مرشد کی خوشبو آتی ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس اور تو کچھ نہیں صرف ایک کتاب ہے۔ آپ نے کتاب کھول کر ملاحظہ فرمائی۔ اس میں چند سطریں حضرت مظہر اسرارِ سرمد شیخ عبدالاحدؒ کے دستِ خاص سے تحریر کی ہوئی تھیں۔ حضرتِ والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک روز مولوی رفیع الدین صاحب مدظلہم اللہ تعالیٰ ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ اچانک انوار وبرکات کی بارش ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ ان دوسطروں کے پڑھنے سے بڑا فیض وارد ہوا۔ مولوی صاحب نے فرمایا یہ دوسطریں حضرت عبدالاحدؒ کی لکھی ہوئی ہیں۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ دوسری قسم کا فیض وارد ہوا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ سطریں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کی ہوئی ہیں''۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عرض گزار ہے کہ اولیاء اللہ باغِ وحدت کے پھول ہیں۔ ہر پھول کی خوشبو جدا اور ہر ایک کو رنگ علیحدہ عطا ہوا ہے۔ جس کسی کو قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) عطا کی جاتی ہے وہی رنگ وبو میں امتیاز کرلیتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام رنگ اسی بے رنگ (تعالیٰ شانہ) کا مظہر ہیں کہ ہر پھول میں جدا جدا رنگ جلوہ گر ہیں۔ عاشقِ شیدا جس رنگ کو دیکھتا ہے اسی بے

رنگ کا کرشمہ سمجھ لیتا ہے۔ اور جس خوشبو کو سونگھتا ہے، اس میں محبوبِ حقیقی کی خوشبو تلاش کرتا ہے۔ ناچار بلبل کی طرح جام بے قراری میں مئے پیتا اور مستی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

یوم بدھ، تاریخ ۱۶ / جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور سراپا نور میں حاضر ہوا۔ اس وقت غزنی اور بخارا کے لوگ حضور پرنور میں حاضر ہوئے اور رخصت کی اجازت طلب کی۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک یہاں کچھ دنوں قیام کرے تاکہ نسبت باطنی حاصل کر کے اپنے وطن جائے۔ شیخ گل محمد غزنوی بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ گل محمد کو دیکھو کہ بخارا کا پیر ہو گیا۔ یہاں جب آئے تھے تو کلام مجید بھی نہیں پڑھتے تھے۔ اللہ جل شانہ کی عنایات وکرم اور پیرانِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی توجہات سے تھوڑی ہی مدت میں کلام مجید بھی ختم کر لیا اور علم فقہ حاصل کر کے نسبتِ باطنی بھی پوری قوت سے اپنے اندر پیدا کر لی اور مجھ سے خرقہ خلافت لے کر بخارا شریف کے شیخ ہو گئے، جہاں وہ اس ملک کے لوگوں کی ہدایت وارشاد کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اس کے بعد حضرتِ والا نے یہ شعر پڑھا ؎

بِنشین بگدایاں درِ دوست کہ ہر کس
بِنشِست بایں طائفہ شاہے شُد و بَرخواست

[دوست کے دروازے کے گداؤں کے پاس بیٹھو کہ جو شخص اس گروہ کے پاس بیٹھا، شاہ بن کر اٹھا]

یوم جمعرات، تاریخ ۱۷ / جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جب ''نفس مطمئنہ'' بن جاتا ہے اور اس کی بری خصلتیں اچھی عادتوں میں بدل جاتی ہیں تو شاہ بن کر تختِ شاہی پر صدر نشین ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیت اس وقت میسر ہوتی ہے جب ''دائرۂ ولایتِ کبریٰ'' کی منزل طے ہو جاتی ہے، جو تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہیں۔ (اس وقت) شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور نظری

بدیہی ہو جاتا ہے (یعنی پہلے جو چیز خیالی اور مسلمہ تھی اب یقینی اور واقعی ہو جاتی ہے) اور استدلالی کشفی ہو جاتا ہے اور اسی کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ عرصہ دراز کے بعد فناء کا یہ درجہ حاصل ہو پاتا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللّٰہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ جو سالک چالیس سال گوشہ خلوت اختیار کر کے ہر روز چالیس ہزار مرتبہ اسمِ ذات (اللہ اللہ) اور نفی واثبات (لا الٰہ الا اللہ) پر مداومت اختیار کر لیتا ہے تب اسے کمال فنا نصیب ہوتا ہے۔ حضرتِ والا نے یہ بھی فرمایا کہ "والا حضرت شہید (مرزا مظہر جان جاناں) نور اللہ مرقدہ المجید (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے) ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال بڑے بڑے شیوخ کی خدمت کی۔ چار سال مظہر انوار سبحانی حضرت سیّد نور محمد بدایونی کی خدمت میں رہ کر توجہ حاصل کی اور ان کے انتقال کے بعد چھ سال ان کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ اس کے بعد عارف باللہ حضرت حافظ سعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر بارہ سال مرشد باکمال کی خدمت میں گذارے۔ ان کے انتقال کے بعد فخرِ زاہد و عابد (زُہد اور عبادت والوں کے لیے افتخار کا سبب) حضرت شیخ محمد عابد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی اور دس سال ان کی توجہات عالیہ سے فیض حاصل کیا۔ ان کے انتقال کے بعد تیس سال ہو گئے اشغال واذکار اور حلقہ و مراقبہ میں مشغول ہوں اور لوگوں سے بیعت و ہدایت کا معاملہ برتتا ہوں۔ اب جبکہ ساٹھ سال اس راہ میں گزارے (تب کہیں جا کر) فناء قلبی پوری اور کامل تر میسر ہوئی ہے اور علمی اور حبی تعلق کسی طرح کا دل میں باقی نہیں رہا (حتیٰ کہ) اپنے کو مردہ محسوس کرتا ہوں کہ ہستی کا کوئی نام اور خودی کا کوئی نشان تک باقی نہیں رہ گیا۔ لوگ جب میرے پاس آتے ہیں اور سلام کرتے ہیں یا دوسروں کا پیغام پہنچاتے ہیں، میں اس وقت یہ سمجھتا ہوں کہ میں مردہ ہوں یہ لوگ میری قبر پر آ کر سلام وکلام کرتے ہیں اور پیغام پہنچاتے ہیں۔ جب دوسری بار (وہ لوگ) کچھ کہتے ہیں تو میں خوب غور سے اپنے اوپر نگاہ ڈالتا ہوں۔ کہتا ہوں کہ شاید میں زندہ ہوں، اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ" قیوم زماں، خلیفہ رحماں، قطب شام وروم حضرت عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی خواجہ محمد معصوم ﷫ فرماتے تھے کہ لوگ جب کلمہ

طیبہ کا ذکر کرتے ہیں اور لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہتے ہیں تو اِلَّا لِلّٰه کی جگہ اِلَّا انا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب تک فناء نفس جسے انا کی شکستگی سے تعبیر کیا جاتا ہے، حاصل نہ ہوتا۔ اِلَّا اللّٰه کے بجائے اِلَّا انا ہی سمجھنا چاہیے۔ (یعنی بندہ کی ''انا'' جب تک موجود ہے اس وقت تک وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتا ہے) و نیز حضرت عروۃ الوثقٰی خواجہ محمد معصوم ﷫ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک دن میں جناب باری عز اسمہ میں فنائے انا کے لئے بہت رویا اور گڑگڑایا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ میرے نفس کی گردن سے بہت سے زنار نکلے اور ٹوٹ گئے۔ اس کے بعد حضرت والدی و مرشدی مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ حضرت والد محترم نے فرمایا کہ فنا ابھی کامل نہیں ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد طواف بیت اللہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ وہاں اس پاک بے نیاز کے فضل سے یہ دولتِ عظمٰی و عطیہ کبریٰ ہاتھ آئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس سعادت کے حاصل ہونے کے بعد کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا سے، جس میں میں گرفتار تھا، چھوٹ کر کلمۂ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه میں مشغول ہو گیا ہوں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم (یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔ اس کے بعد حضرتِ والا نے فرمایا کہ اخلاق رذیلہ وصفات بشریت و انانیت کے رفع ہونے کے بعد کلمۂ طیبہ کا کثرت سے ذکر کرنا چاہیے۔ جس وقت انوار خداوندی جل شانہ کا غلبہ ہوتا ہے تبھی سالک کے اوصاف و اخلاق میں شکستگی میسر ہوتی ہے، جس کا اشارہ اس آیت کریمہ سے ملتا ہے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً " (بے شک کوئی بادشاہ جب کسی (علاقہ کو فتح کرتا ہوا اس) بستی میں داخل ہوتا ہے تو موجودہ انتظامات کو درہم برہم کر دیتا ہے اور اس وقت جو لوگ عوام میں بڑے عزت والے مانے جاتے ہیں ان کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔)

❀❀❀❀❀

یوم جمعہ، تاریخ ۱۸ ر جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ایک عزیز کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا آیت کریمہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (ایسے مرد ہیں کہ جنہیں نہ کوئی تجارت اللہ کے ذکر سے غافل کر سکے اور نہ خرید وفروخت) ذکر قلبی کے دوام کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور آیت کریمہ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے غرض ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرو) سے بھی ذکر قلبی پر مداوت کا حکم مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ دل میں ذکر کرنا تو ہر وقت میسر ہو سکتا ہے لیکن زبان سے ہمیشہ ذکر کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اسی درمیان اخوان صاحب نے عرض کیا کہ اگر کسی بزرگ نے اپنا جانشین نہ مقرر کیا ہو، اس کے انتقال کے بعد مشائخ وقت کسی کو ان بزرگ کی جگہ پر بٹھا دیں اور ان بزرگ کا خرقہ وکلاہ اس شخص کو پہنا دیں تو کیا اس میں ان کی برکت ونسبت پیدا ہو جائے گی؟ حضرتِ والا نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اس کے بعد نقل فرمایا کہ ایک بزرگ نے وفات پائی، انھوں نے کسی کو اپنی زندگی میں خلافت نہیں دی تھی اور ان بزرگ کے انتقال کے بعد لوگوں نے جمع ہو کر ایک شخص کو ان بزرگ کا جبہ ودستار پہنا دیا۔ اسی وقت اس شخص پر انہیں بزرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی ترک وتجرید کے مرتبہ پر وہ پہنچ گیا۔ اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک بزرگ نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد چالیسویں دن جب لوگ جمع ہوں گے تو غیب سے ایک پرندہ آئے گا، وہ جس کے سر پر بیٹھ جائے گا وہی میرا خلیفہ ہوگا۔ حاضرین یہ عجیب بات سن کر متحیر رہ گئے۔ اللہ جل شانہ کے حکم سے ان بزرگ کے اس واقعہ کے چالیسویں دن جبکہ لوگ اکٹھے ہوئے تھے، ایک پرندہ آسمان سے اُڑتا ہوا اس مجمع میں آیا اور ایک بازاری پیشہ ور شخص کے سر پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے دیکھا (خیال کیا) کہ یہ شخص خلافت وطریق کی اجازت کے لائق نہیں۔ لیکن ان بزرگ کی وصیت کا خیال کرتے ہوئے اس شخص سے لوگوں نے کہا کہ بزرگ نے تم کو خرقہ خلافت کی وصیت کی ہے۔ وہ شخص بولا کہ میں

بازاری آدمی ہوں، اس امر کے لائق نہیں ہوں۔لیکن آخر کار لوگوں کے کہنے سننے سے اپنی اچھائی اسی میں سمجھی اور بولا کہ میں گھر جا کر لوگوں کے لین دین اور اہل معاملہ سے نمٹ کر آتا ہوں۔پس وہ شخص بازار گیا اور لوگوں کے معاملات ومطالبات پورے کر کے واپس آ گیا اور ان بزرگ کا جبہ ودستار پہن لیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی وقت نسبت باطنی سے سرفراز فرمادیا اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ شاہ عبدالرحمٰن قادری ایک بزرگ مرد تھے۔ترک وتجرید میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ اکثر اوقات ایک بیل پر سوار ہوتے، چار روٹیاں اور پنیر ایک کپڑے میں کر کے اپنے سر پر باندھ لیتے اور چارپائی کا چھلنگا کپڑے کی جگہ پہن لیتے تھے۔بڑے صاحب کرامات بزرگ تھے۔ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے ان کی جگہ بیٹھے۔لوگوں کا رجوع ان کی طرف ہونے لگا۔شاہ عبدالرحمٰنؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص شاہ حسین نامی ایسے وقت جبکہ بہت سا مجمع حضرت پیر زادہ کی خدمت میں تھا، آیا اور اصرار کے ساتھ کہنے لگا کہ اگر ہمارے مرشد کا لباس وہ چھلنگا تبرک کے طور پر مجھے عنایت ہو جائے تو بڑی نوازش ہوگی۔جب اس کا اصرار بڑھا، تو لوگوں نے کہا ''یہ دیوانہ ہے کہ چھلنگا مانگتا ہے۔خیر دے دیا جائے۔اسی وقت شاہ حسین نے وہ چھلنگا قیمتی خلعتوں سے بڑھ کر سمجھتے ہوئے پہن لیا۔اسی وقت تمام لوگوں کی توجہ انہیں کی طرف ہوگئی اور وہ اپنے پیر کے قائم مقام بن گئے۔اس کے بعد حضور پرنور میں محبوب کبریا سیّد ہر دوسرا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ من الصلوٰۃ اتمھا و من التسلیمات اکملھا کے حلیۂ مقدسہ کا ذکر ہونے لگا۔حضرتِ والا نے یہ شعر پڑھا ؎

بصورتیکہ توئی کمتر آفرید خدا
ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا

[اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو صورت شکل دی، اس سے کمتر دوسروں کو پیدا کیا، (یوں سمجھنا چاہیے کہ) اللہ نے آپ کو بنا کر قلم سے ہاتھ کھینچ لیا۔]

اس کے بعد ارشاد فرمایا ایک دوسرا شعر بھی یاد آیا ہے لیکن ادب کے تقاضے کے خلاف

ہے۔لیکن بعض حاضرین مجلس کے اصرار پر آپ نے پڑھا جو یہ ہے:

تو بایں جمال وخوبی چو بطور جلوہ آئی
ارنی بگوید آن کس کہ بگفت لن ترانی

[تو اس جمال وخوبی کا مالک ہے کہ اگر طور پر جلوہ گر ہو،تو جس نے لن ترانی کہا وہ بھی اَرنی کہہ دے]

یوم ہفتہ،تاریخ ۱۹رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔اسی درمیان ان شبہات کا جو بعض عزیزوں نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے کلام پر کئے ہیں،ذکر آ گیا،تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ فضیلت پناہ مولوی سیّد محی الدین رحمتہ اللہ علیہ والا حضرت (مظہر جانِ جاناں) شہید ﷺ کے برگزیدہ ومنتخب اصحاب واحباب میں سے تھے،مولوی فخر الدین چشتیؒ کی زبانی نقل فرماتے تھے کہ مولوی صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ان اعتراضات کا جواب (جن کا اوپر ذکر ہوا) جیسا خود حضرت مجدد نے مکتوبات شریف ہی میں تحریر فرمادیا ہے کسی سے نہ ہو سکے گا۔اس کے بعد فرمایا جانتے ہو کہ مولوی غلام محی الدین کیسے شخص تھے؟ یہ جنیدی بزرگ تھے۔انکا صبر وتوکل اور قناعت وریاضت جنیدی بزرگوں کے مثل تھی۔گویا وہ حضرت سیّد الطائفہ جنید قدس سرہ کی خانقاہ سے تھے۔(بعض ناواقف) لوگ کہتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب قبلہ ان کے پاس کیوں نہیں تشریف لاتے ہیں؟ وہ (مولوی سید محی الدینؒ) کہتے تھے کہ لوگوں میں عقل نہیں،پیرزادگی سے کیا ہوتا ہے؟ وہ حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے تھے۔مولوی باب اللہ صاحب مرحوم نے،جو ان کے استاد تھے،ارادہ کیا کہ بغداد شریف میں حاضر ہوں۔حضرت غوث الاعظمؒ نے واقعہ میں (یعنی مشاہدہ میں) ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس میرا بیٹا غلام محی الدین موجود ہی ہے،یہاں آنے کی حاجت نہیں ہے۔

یوم اتوار،تاریخ ۲۰رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام قبلۂ انام کے حضور پرنور میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے دروازہ ہی پر سے عاصی پر

معاصی کے آداب فدویانہ پر نگاہِ خداوندانہ بکمال الطاف ڈال کر ارشاد فرمایا کہ دو روز ہوئے ہیں کہ اس شخص کے لطیفۂ نفس پر توجہ ڈالی تھی۔ لطیفۂ مذکور کے انوار اس کی پیشانی سے دور ہی سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ! جناب مجدد الف ثانی ﷺ کی عجب عنایتیں ہیں کہ جس مقام پر توجہ ڈالتا ہوں اس مقام کے انوار اسی وقت سالک پر وارد ہونے لگتے ہیں۔ یہ تمام پیرانِ کبار ﷺ کی عنایات ہیں۔

یوم پیر، تاریخ ۲۱ ر جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

فدوی محفل منزل میں باریاب ہو کر حضور والا کے دیدار فیض آثار کے شرف سے مستفیض ہوا۔ حضرت والا نے اس شکستہ و دل خستہ سے خطابِ مستطاب (برگزیدہ خطاب) فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نسبت عالیہ میں کمالِ بے رنگی حاصل ہوتی ہے، اور یہ تمام ذوق وشوق ولایت قلبی سے متعلق ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اس طریقہ نقشبندیہ میں ذکر شرط ہے۔ اور نگہداشت خواطر، وقوف قلبی اور بازگشت اور مرشد کی نظر و توجہ اس راہ کے ارکان میں سے رکن اعظم ہے۔ اس کے بعد حضور میں اس بات کا تذکرہ چھڑا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ کی 'ب' میں تمام علوم پوشیدہ، ہیں' بلکہ اس کے نقطہ میں۔ حضرت والا نے یہ رباعی پڑھی:

دِل گُفت مَرا علمِ لَدُنّی ہَوَس است
تعلیم کُن اگر تُرا دَسترس است
گفتم کہ اَلِف گُفت دِگر گفتم ہیچ
درخانہ اگر کَس است یک حَرف بس است

[دل نے کہا کہ مجھے علم لدنی کی ہوس ہے۔ مجھے سکھاؤ اگر اس پر تمہیں دسترس ہو۔ میں نے کہا کہو الف۔ کچھ اور کہنا بیکار ہے (کیونکہ) اگر گھر میں کوئی ہو تو ایک حرف کافی ہے]

راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ تمام علوم کا نقطہ میں جمع ہونا بظاہر اس معنی میں بھی ہو سکتا ہے کہ جو خط کھینچا جاتا ہے اس کا مبداء نقطہ ہی ہوتا ہے پہلے نقطہ پڑتا ہے، اسی کو پھیلا کر خط کھینچتے ہیں۔ پس علم

جو کہ خط سے سمجھا جاتا ہے اور (وہ) خط نقطہ میں موجود ہے۔اس کے بعد حضور (کی مجلس) میں مجاہدات وریاضات وترک وتجرید کا تذکرہ چھڑا۔حضرت والا نے فرمایا کہ ہم لوگوں سے کچھ نہیں ہو پاتا، دن کو باتوں میں مصروف رہتے ہیں اور رات کو سو جاتے ہیں۔ اور اس راہ میں خاموش رہنا اور شب بیداری درکار ہے۔قلت طعام اور مخلوق سے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی ضرورت ہے تا کہ معرفت کا کوئی در کھلے۔پس یہ شعر پڑھا:

جاں بدہ و جاں بدہ و جاں بدہ
فائدہ در گفتن بسیار چیست

[جان دے دو، جان دے دو، جان دے دو۔زیادہ کچھ کہنے سے کیا فائدہ؟]

یوم منگل، تاریخ ۲۲/ جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔اس وقت مکتوبات قدسی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس ہو رہا تھا۔(مکتوبات قدسی میں) تحریر تھا کہ مراقبہ احدیت کی ابتدا اسم مبارک اللہ سے کرتے ہیں کہ (وہ) ذات تمام صفاتِ کمال کی جامع اور نقصان اور زوال سے پاک ہے۔بغیر صفات کا لحاظ کئے ہوئے کہ اللہ سننے والا ہے یا دیکھنے والا ہے یا جاننے والا ہے، یا ہر ایک پر قدرت رکھتا ہے۔پس مولوی شاہ محمد عظیم صاحب نے عرض کیا کہ صفت سمع و بصر و علم و قدرت وغیرہ کا لحاظ نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ اس مراقبہ میں اس ذات کا لحاظ کیا جاتا ہے جو تمام صفات کی جامع ہے، نہ کہ صفات میں سے کسی صفت کا کیونکہ ذات سے جو بالذات مقصود ہے، صفات کی طرف جو مقصود بالعرض ہے، توجہ کرنا گویا مطلوب عرضی کی طرف متوجہ ہونا ہے۔(یعنی اس مراقبہ میں ذاتِ اقدس باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے نہ کہ اسماء وصفات مبارکہ کی طرف۔)

یوم بدھ، تاریخ ۲۳/ جمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ محبوب حقیقی کے ذاکرین

اور مطلوب حقیقی کے عابدین جو دن رات پروردگار کی یاد میں مصروف اور اسی شمع دل افروز کی عبادت میں مگن رہتے ہیں۔ان کا کہنا یہی ہوتا ہے کہ لِیُرِیَنَّ اللّٰهُ مَاذَکَرَهٗ (اللہ دیدار کرائے گا اپنا،اُن کو جو اسکو یاد کرتا ہے)افسوس صد افسوس کہ ہم کھانے پینے کی فکر میں مشغول ہیں۔پس ہمیں کہنا چاہیے لیرینّ اللّٰهُ ما اَکَلَ وَاَشْرَبَ اس کے بعد حضور میں ''فقیر'' کا تذکرہ آیا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اَلْفَقِیْرُ مَنْ خَلَا عَنِ الْمُرَادِ لَا مَنْ خَلَا عَنِ الزَّادِ (فقیر دراصل وہ ہے جو مراد سے خالی ہو نہ کہ وہ جو زاد سے (اسباب سے) خالی ہو،اس کے بعد صبر وقناعت کا تذکرہ ہوا۔حضرت والا نے فرمایا کہ خواجہ ناصر رحمۃ اللہ علیہ کمال صبر وقناعت رکھتے تھے،تمکین کا پہاڑ تھے کہ فاقوں پر فاقے کرتے تھے اور اپنی جگہ سے ہلتے تک نہ تھے۔اپنے دونوں زانوں کو رسی سے باندھ کر زمین پر بیٹھتے تھے تا کہ اٹھنے کا خیال ہی نہ آئے،اور ہمیشہ حق جل وعلا کی بارہ گاہ میں یہی التجائیں کرتے تھے کہ اے اللہ! اگر میں اولاد فاطمہؓ میں سے ہوں تو فاقہ میرے گھر سے نہ رخصت ہو اور میرے رزق میں کشادگی نہ ہو۔'حضرت خواجہ میر درد جو اُن کے بیٹے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تمام عمر میں ڈیڑھ فاقے نصیب ہوئے ہیں۔پورا یعنی بائیس روز کا دوسرا جو نصف تھا،وہ پندرہ روز کا تھا۔سبحان اللہ! فاقے کرنا بھی عجیب نعمت ہے۔جسے اس کی برداشت ہو کہ فاقہ کرنے سے صفت صمدیت ظہور کرتی ہے اور اسی وجہ سے فاقہ کی رات کو صوفیا کی شب معراج کہا ہے۔اس کے بعد حضور میں توحید وجودی کا ذکر آیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ محی الدین ابن عربی کا مقولہ ہے کہ اَلْعَالَمُ اَعْرَاضٌ مُجْتَمَعَةٌ فِیْ عَیْنٍ وَّاحِدٍ(ذات واحد میں اعراض کا جمع ہونا عالم کہلاتا ہے) اور وہ صوفیا جو کہ 'ہمہ اوست' کے قائل ہیں ان کے کلمات اور ان کی بات چیت بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔لیکن حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانیؒ اور ان کے متبعین پر جو حالات مکشوف ہوئے ہیں ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ تھا۔ان کا فرمان ہے کہ معارف جو بال برابر بھی شریعت کے خلاف ہوں وہ رتی بھر کے عوض بھی ہم نہیں لیتے۔اور ذکر خفی وقوف قلبی سے جو نسبت حاصل ہوتی ہے جن کو حضور و آگاہی اور

جمعیت کہتے ہیں، وہ البتہ قابل اعتبار ہے۔اور دوسرے طریق کے اکابران احوال کا اعتبار کرتے ہیں، جو ذکر جہر اور سماع سے حاصل ہوتے ہیں۔اور یہ بزرگان (طریق نقشبندیہ) ان کو غیر معتبر شمار کرتے ہیں۔لہٰذا دوسرے صوفیا ان کے مکشوفات پر معترض ہوتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے معارف سمجھنے سمجھانے سے اعلیٰ ہیں اور سمجھنے اور سمجھانے سے بالا۔

یوم جمعرات، تاریخ ۲۴ رجمادی الاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور والا میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ! حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کے پڑھنے سے عجیب فیض و برکات کا ظہور ہوتا ہے۔افسوس کہ لوگوں نے ان برکات کے دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔کل چند احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب میں پڑھی گئیں۔میں نے مشاہدہ کیا کہ غسل سے زیادہ طہارت جسم کو حاصل ہوئی اور دل کو بلند ترین تصفیہ سے زیادہ تر لطافت حاصل ہوئی۔اس کے بعد فرمایا کہ میں ہر روز اپنے خیال ہی میں مدینہ منورہ حاضر ہو کر روضہ شریف کے طواف سے مشرف ہوتا ہوں اور آرزوئے چشم کی پلکوں کی جھاڑو سے مرقدِ مطہر کی خاک صاف کرتا ہوں اور اس خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ہوں اور قبہ منورہ کے طواف پر جان نچھاور کرتا ہوں۔کبھی اس آستانہ جان بخش کو چومتا ہوں اور کبھی اس حیات کی خاک پر اپنی پیشانی رگڑتا ہوں۔افسوس صد افسوس۔

کفِ پابہر زمینے چو رَسَد تو نازنین را
بہ لب خیال بوسم ہمہ عمر آن زمیں را

[تجھ جیسے نازنین کے کف پا جس زمین پر پہنچتے ہیں، میں تمام عمر خیال کے لبوں سے ان کو چومتا رہتا ہوں]

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرے احوال حضرت شہید نور اللہ مرقدہٗ المجید کے اس شعر کے حسب حال ہیں۔

اگر چِہ طاقت یک گَرُدش نگا ہَم نیست
خدا کُنَد ہمہ نازَش بَجانِ مَنَ باشَد

[اگر چہ ایک گردش چشم کی بھی مجھ میں طاقت نہیں لیکن خدا کرے کہ اس کے تمام ناز میری ہی جان پر ہوں]

یہ بھی فرمایا کہ کوچہ دلربا کے طواف کا عاشق شیدا اگر چہ بظاہر وہاں تک نہیں پہنچ پاتا۔ خیال ہی خیال میں پہنچ جاتا ہے۔ میں یار کی بارگاہ سے بچھڑا ہوا ہوں اور اس جوار سے ہی دور ہوں۔ ہر بار (درد کے) شعلوں سے بھری ہوئی آہ زبان پر آتی ہے اور جلا دیتی ہے اور ہر ساعت حرارت سے لبریز نالہ نکلتا ہے جو جان میں آگ لگا دیتا ہے۔

بَنامہَ کہ بہ لیلیٰ خیال مجنوں بُرد
بآن کَرِشمہ کہ لیلیٰ بُرد نَمود نِثار

[لیلیٰ کا خط جو مجنوں کو اس کے خیال میں لے گیا، اس پر کرشمہ یہ ہوا کہ لیلیٰ چادر میں ملبوس ظاہر ہوئی اور وہ (مجنوں) اس پر نثار ہو گیا]

اس غمزہ (آنکھ کے اشارے) کے خنجر کا تصور ہی فرقت کے (درد میں) مقتولوں کے دلوں پر بے نشان زخم ڈالتا ہے اور اس کے ناز و انداز کی تلوار کا خیال ہجر کے ماتم زدوں کے سینوں کو زخمی کرتا ہے۔

جب چاشت کے وقت اسی دن بندہ حلقہ میں حاضر ہوا، تو حلقہ کے درمیان کوئی جگہ باقی نہیں تھی۔ چنانچہ بندہ فقراء کے پس پشت بیٹھ گیا جو محفلِ اغنیا میں صدر نشینی سے بہتر ہے، تو حضرت والا نے اِس کمترین درویشاں کی طرف نگاہ کر کے یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

فریضہ است کہ تُرا آمدن بدرگہِ دوست
اگر درون ندہد بار آستاں دریاب

[دوست کی بارگاہ میں حاضری دینا ہی تیرا فرض ہے، اگر اندر تک رسائی نہ ملے تو چوکھٹ

چھولینا کافی ہے]

اس کے بعد اخوان صاحب کی طرف متوجہ ہوکر دریافت فرمایا کہ آج حاضرین کے دلوں میں کون سی کیفیت وارد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ شکستگی و نیازمندی کی کیفیت بہت طاری ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ چونکہ یہ رات حضرت خواجہ خواجگان، پیر پیراں، فانی عن سواء اللّٰہ حضرت باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک کی ہے۔ اس لئے آنحضرت کی نسبت مبارک اور اس کی برکات جہاں پر چھا گئیں ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ امت محمدیہ کی چوتھائی تعداد ان کی مرید ہیں اور یہ مصرع زبان مبارک سے پڑھا۔

دل شکستہ بود گوھرِ خزینہ ما

[ٹوٹا ہوا دل ہی ہمارے خزانے کا گوہر ہے]

اس کے بعد فرمایا کہ اکثر اوقات اپنے تمام وجود کو تصور کے آنکھ کی پتلی بنا کر جناب باری میں سجدہ ادا کرتا ہوں اور کبھی اپنے دل کے دل سے سجدہ ادا کرتا ہوں اور اپنے خیال سے ایسے سجدے کثیر تعداد میں کرتا ہوں۔ اس حد تک کہ اپنے وجود کا نام ونشان تک نہیں چھوڑتا۔ پھر اپنے کو زندوں میں شمار کرتا ہوں۔ یہی عمل بجالاتا ہوں۔ پھر یہ اعمال اس وقت تک کرتا رہتا ہوں جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔

یوم جمعہ، تاریخ ۲۵ رجمادی لاخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

ندوی محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا جناب ''محبوب'' کے اکثر عشاق اور مطلوب کے دیدار کے طالب جنہوں نے وفا نہ دیکھی اور جفا کا نشانہ ہی بنتے رہے ہیں، درد کے خنجر سے مقتول اور غم کے تیر سے مجروح ہیں، کہتے ہیں کہ

جُز ترکِ عشق یارِ ستمگار چارہ نیست
آخر دل است جانِ من این سنگِ خارہ نیست

(اُس یارِ ستمگر کے عشق کو ترک کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔۔اے میرے دوست! یہ آخر دل ہی تو ہے، سنگ خارہ (چٹانی پتھر) تو نہیں۔)

لیکن میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ بات نہایت بے ادبی کی ہے اور بیحد گستاخانہ گفتگو ہے۔

البتہ میں اسی غزل کا حسن مطلع (یعنی پہلے مطلع کے بعد جو مطلع آتا ہے) پڑھتا ہوں کہ ؎

رُوئے عَرَق فِشانِ تو کَرْد این چُنیں مَرا
تَقصیرِ آفتاب وگناہِ سِتارہ نیست

[تو نے میرے ساتھ کچھ ایسا کر دیا ہے کہ (میرے) چہرے سے پسینہ پھوٹ پڑا، اس میں آفتاب وستارہ کی کوئی خطا نہیں ہے]

اس کے بعد فرمایا کہ چہرے سے مراد ذاتِ محبوب ہے، اور پسینہ سے صفات وشیونات مقصود ہیں۔ حاصل (کلام) یہ کہ وہ محبوب جو ہر دم نئے نئے جلوے اور عجیب عجیب ناز وانداز دکھاتا رہتا ہے اس کے عشق نے مجھ کو بے سروسامان، گھر ویران، بکھرے بال، پریشان حال، (کر رکھا ہے اور اسی کے غم نے) دل کو تڑپا رکھا ہے، آنکھوں کو رُلا رکھا ہے، سینہ کوبی اور لبوں پر آہ و نالہ ہے، دل و جان اسی کی آگ میں بھن رہے ہیں۔ جیب وگریباں پھٹے ہوئے ہیں، اسی کے درد انیس وجلیس (ہمہ وقت کے ساتھی) ہیں، (میرے اس حال کو پہنچنے میں) نہ تو آفتاب کی گردش کا قصور ہے اور نہ ستاروں کی برگشتگی (کی وجہ ہے) حالانکہ نجومیوں نے سعادت اور نحوست کو سبع سیاروں کی گردش پر موقوف کر رکھا ہے۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۲۶ رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ایک شخص کو مراقبہ اقربیت کی تلقین فرمائی جس میں آیۂ کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

[ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔] کے معنی کا لحاظ رکھنا مراد ہے۔

یوم اتوار، تاریخ ۲۷ رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ تم حضرت قبلۂ عالی سیر خواجہ محمد زبیرؒ کے تخت شریف کے لئے گئے تھے۔ ان کی نسبت کو معلوم کیا؟ میں نے عرض کیا کہ ان کی نسبت شریفہ تو اس قدر جلوہ گر ہوتی ہے کہ گویا مجھے آسمان پر لے جاتی ہے جہاں کا ہر سنگریزہ نار کی جگہ نور بن کر چمکتا ہے اور ہر درخت شجرۂ طور کا منظر پیش کرتا ہے۔ اس مکان کا ہر نخل (درخت) (پھل) بار کی جگہ محبت باری تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ اس خاک کا ذرّہ ذرّہ نور ہی نور ہے۔ حضرت والا نے فرمایا۔ "سبحان اللہ! کیا کہنا اور ان کی مدحت کے موتی کس طرح پروئے جائیں۔"

یوم پیر، تاریخ ۲۸ رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی اس محبوب سبحانی قیوم زمانی کے در دولت پر حاضر ہوا۔ حضرت والا نے صرف توجہ ڈال کر رخصت فرمایا۔

یوم منگل، تاریخ ۲۹ رجمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اکڑوں بیٹھتا ہے تو لفظ "محمد" کی شکل بن جاتی ہے۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام۔ اس ڈھنگ سے کہ سر "میم" کی صورت اور دونوں شانے "حا" اور کمر دوسری "میم" کے حلقہ کی طرح اور دونوں پنڈلیاں اور قدم "دال" کے مثل بن جاتے ہیں۔ (اس لئے) اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ اسی طرح بیٹھ کر کرتے ہیں، جس سے بڑا فیض وارد ہوتا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ذکرِ قلبی کے وقت خیال کرنا چاہیے کہ تجلی افعال کا جو فیض حضرت سیّد البشر علیہ صلوٰت اللہ الملک الاکبر کے قلب مبارک سے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کے قلب مبارک میں پہنچا ہے، میرے دل میں بھی آرہا ہے۔ اور لطیفۂ روح کے ذکر کے وقت تصور کرے کہ تجلی

صفات ثبوتیہٴ الٰہیہ کا جوفیض حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مبارک سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام (ہمارے نبی پر اوران دونوں پر صلوٰۃ وسلام ہو) کی روح مبارکہ میں پہنچا ہے۔ میرے لطیفہٴ ''روح'' میں بھی وارد ہو رہا ہے۔ لطیفہ ''سِر'' کے ذکر کے وقت خیال کرے کہ شیونات ذاتیہٴ الٰہیہ کا جوفیض کہ حضرت سید العالمین علیہ افضل صلوات المصلین (ان پر درود بھیجنے والوں کی بہتر درود نازل ہو) کے لطیفہٴ ''سِر'' مبارک سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ صلوۃ اللّٰہ کے ''سِر'' مبارک میں پہنچا ہے میرے لطیفہ ''سِر'' میں بھی آرہا ہے۔ لطیفہٴ ''خَفی'' کے ذکر کے وقت خیال کرے کہ تجلی صفات سلبیہٴ الٰہیہ کا جوفیض حضرت سرور ہر دوسرا علیہ صلوات اللہ الملک الاعلیٰ کے لطیفہٴ ''خَفی'' سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوات اتمہا و اکملہا کے لطیفہٴ ''خَفی'' میں پہنچا ہے میرے لطیفہٴ ''خَفی'' میں بھی وارد ہو رہا ہے اور ''اَخفیٰ'' کے ذکر میں اس بات کا لحاظ رہنا چاہئے کہ شان جامع الٰہی کا جوفیض حضرت خاتم پیغمبراں علیہ صَلَواتِ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْمَنَّان (ان پر اللّٰہ اَلْمَلِکُ الْمَنَّان کی رحمتیں ہوں) کے لطیفہٴ ''اَخفیٰ'' سے (براہِ راست) میرے لطیفہٴ ''اَخفیٰ'' میں وارد ہو رہا ہے۔ ان مراقبات سے نسبت میں بڑی ترقیاں نصیب ہوتی ہیں۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ لطائف میں سے جس لطیفہ کا ذکر کرے، تو اپنے مرشد اوران کے مرشد (اس طرح) جناب آنحضرت علیہ التحیات تک کے لطیفہ کو اپنے اس لطیفہ کے مقابل تصور کر کے حضرت سید البشر علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کے اسی لطیفہٴ شریفہ کے فیض کو ان (مذکورہ) آئینوں کے واسطہ سے اپنے لطیفہ میں اخذ کرے۔

اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو چاہئے کہ ہر گھڑی اور ہر لحہ اپنے مطلوب کے خیال میں ہی مگن رہے اوراس کے جلوہ کا انتظار کرتا رہے۔ پھر دلِ فیض منزل سے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ یہ اشعار درد آلود اور یہ آبیات غم آلود ہی ہم جیسے فراق یار کے مضطربوں اور اشتیاقِ نگار کے بے قراروں کے حسب حال ہیں۔

زگرمی ہائے دوشین تو اِمشب یاد می کَردَم
بِسپند آسازجا می جستم و فریاد می کَردم
فریب خویش میدادَم کہ اِینک یار می آید
بہرِ آواز پائے خاطر خود شاد میکردم

[کل کی تیری گرم جوشی کو آج رات میں یاد کر رہا تھا۔ کالے دانے کی طرح اپنی جگہ سے اچھل اچھل کر فریاد کر رہا تھا۔ میں خود کو فریب دے رہا تھا کہ یار "ابھی آیا جاتا ہے" ہر آہٹ پر اپنے دل کو خوش کرتا تھا کہ "وہی ہے"۔]

اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ نوع انسان میں جس قسم کے کمالات کا ہونا ممکن ہے وہ ان پر جلوہ ریز ہوئے۔ سوائے نبوت کے کہ وہ حضرت خاتم المرسلین علیہ من الصلوات اتمھا پر ہی ختم ہو گئی ہے۔ وہ (حضرت مجدد) جمالِ پیغمبر کے مطلع اور کمال سید البشر علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر (اللہ الملک الاکبر کی رحمت ان پر ہو) کے مظہر ہیں۔ ؎

ہر لطافت کہ نِہاں بُود پَسِ پَردۂ غیب
ہَمہ در صورتِ خوب تو عیاں ساختہ اَند
ہر چہ بر صَفحۂ اَندیشہ کَشَدُ کُلکِ خیال
شکلِ مطبوعِ تو زَیبا تُرا ازاں ساختہ اند

[جو لطافتیں کہ پردۂ غیب کے پیچھے پوشیدہ تھیں، تیری حسین صورت میں انہیں ظاہر کر دیا گیا ہے، خیال کا قلم وہم و اندیشہ کے صفحہ پر جتنی حسین تصویر بنا سکتا ہے، تیری صورت کو اس سے زیادہ دلکش بنایا گیا ہے]

یوم بدھ، تاریخ یکم رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا کو حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں (چند) مشائخ نے طلب کیا تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جہاں مجلس سماع اور وجد و تواجد ہوتا ہو ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے۔ خواہ بزرگانِ دین میں سے کسی بھی بزرگ کی فاتحہ ہو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: بارِ الٰہا! مجھ سے کیا خطا سرزد ہوگئی کہ صبح ہی صبح مجھے بدعت کی مجلس میں بلایا گیا ہے۔ البتہ اس خیال سے بہت خوش ہوں کہ مجھے مردِ فقیر سمجھ کر فقراء کی مجلس میں بلایا گیا ہے۔" اس کے بعد نسبتِ اویسی کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جس شخص کو پیغمبرِ خدا ﷺ یا کسی بزرگ کی نسبت اویسی طلب کرنا ہو اس کو چاہیے کہ ہر روز تخلیہ میں دوگانہ (یعنی دو رکعت نفل) ادا کرے پھر اس بزرگ کی فاتحہ کر کے ان بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔ چند روز میں یہ نسبت ظاہر ہونے لگے گی۔ یا نمازِ عشاء کے بعد عالمِ خیال میں حضرت سرورِ عالم ﷺ کے دستِ مبارک اپنے ہاتھوں میں لے کر بیعت کرے اور کہے۔ "اے اللہ کے رسول میں آپ کے دستِ مبارک پر پانچ باتوں کی بیعت کرتا ہوں:

ایک یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں،
دوسرے یہ کہ میں ہمیشہ نماز قائم رکھوں گا،
تیسرے یہ کہ میں برابر زکوٰۃ ادا کرتا رہوں گا،
چوتھے یہ کہ ہر رمضان کو پابندی سے روزے رکھوں گا، اور
پانچویں یہ کہ اگر مجھ میں استطاعت ہوئی تو ضرور حج بیت اللہ کا شرف حاصل کروں گا۔"
یہی عمل ہر رات کرتا رہے۔

یوم جمعرات تاریخ ۲ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام اس ہادیِ خاص و عام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو طالب

متوسط استعداد ہو مرشدِ کامل مکمل کی توجہ سے دس سال کے عرصہ میں اس طریقۂ شریفہ مجددیہ کا سلوک تمام کر لیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ خصائل رذیلہ کا (یعنی جو بُری عادتیں کہ انسان میں ہوتی ہیں) اچھی عادتوں میں بدل جانا ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو خصلتیں انسان کی جبلت (یعنی فطرت) میں پڑ جاتی ہیں۔ ان کا جانا بہت دشوار ہے اور ان کے علاوہ جب تک سالک اخلاقِ خداوندی سے متخلق نہ ہو جائے (یعنی ان پاکیزہ خصائل سے متصف نہ ہو جائے) پیرانِ طریقت کے زمرہ میں شمار نہیں ہوتا۔ اس کے بعد حضور میں نسبت کے پہچاننے کے بارے میں ذکر آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس بڑی شان والے پاک بے نیاز نے مجھے ایسا ادراک اور وجدان عطا فرمادیا ہے کہ پورا جسم گویا دل بن گیا ہے، کوئی شخص کسی جانب سے آئے خواہ سامنے سے یا دائیں سے یا بائیں سے، بہر حال اس کی باطنی نسبت کو معلوم کر لیتا ہوں اور فوراً دیکھ لیتا ہوں۔

یوم جمعہ، تاریخ ۳ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا مولوی شیر محمد و مولوی محمد عظیم سلّمہما اللہ تعالیٰ پر علاوہ عنصر خاک کے بقیہ تین عناصر پر توجہ ڈال رہے تھے۔ اور فرمایا کہ اس جگہ مُسمّائے اسم الباطن کا مراقبہ کیا جاتا ہے کہ مسمائے اسم الباطن ہی مبداء فیض اور عناصر ثلاثہ اُس کا مَورِدِ فیض ہیں (یعنی وہ ذات جس کا نام مبارک ''الباطن'' ہے اس ذات کا فیض عناصر ثلاثہ (آب، آتش اور باد) پر وارد ہوتا ہے) اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصطلاح میں اس مقام کو ولایت علیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ جس طرح مسمائے اسم الباطن کا مراقبہ کیا جاتا ہے اسی ڈھنگ سے اسم الظاہر کا مراقبہ لطائف سبعہ میں کرتے ہیں کہ اس مقام کا مبداء فیض مسمائے ''الظاہر'' ہے اور مَورِدِ فیض لطائف سبعہ ہیں۔ اگرچہ اسم الظاہر کے اس مراقبہ کی حضرت شہید (مرزا مظہر جانِ جاناں) نور اللہ مرقدہ المجید (اللہ ان کی برگزیدہ قبر کو منور فرمائے) نے مجھ کو

تلقین نہیں فرمائی ہے لیکن مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی ﷺ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ یہ مراقبہ کیا جاتا ہے اور میں بعض طالبوں کو تلقین کرتا ہوں۔ چنانچہ میاں ابوسعید صاحب اَسْعَدَہُ اللّٰہُ سبحانہ فی الدّارین (اللہ پاک انہیں دونوں جہاں میں سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے) کو میں نے تلقین کی تھی اور حضرت والا نے اس بندۂ لاشی کو بھی تلقین فرمایا تھا۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۴ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ نالائق پر اللہ کی جو بے شمار نعمتیں صادر ہوتی ہیں، ان عنایات کا کس زبان سے شکر ادا کروں۔ کہ لوگ بغداد و سمرقند و بخارا اور تاشقند وغیرہ سے حق جل وعلا کی طلب میں یہاں آتے ہیں اور نسبتِ نقشبندیہ مجددیہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر ایک فیض حاصل کر لیتا ہے۔ میں ہوں کیا؟ یہ تو سب حضرت ایزد رحمان کی عنایات جناب مرزا جان جاناں کی توجہات کے واسطے سے ہیں جو اس کمترینِ درویشاں کے حال پر ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ۔

گر بر تنِ مَنُ زباں شَوَدُ ہر موئے
یک شکرِ تو از ہزار نَتَوانم کرد

[اگر میرے جسم کے تمام بال زبان بن جائیں، تو بھی تیری ہزار ہا عنایتوں میں سے کسی ایک کا شکر میں ادا نہیں کر سکتا]

اس کے بعد فرمایا کہ میں اپنی کوتاہیوں پر اس قدر نگاہ رکھتا ہوں کہ اگر کوئی کتا میرے گھر آجاتا ہے، تو کہتا ہوں کہ "اے اللہ! میری یہ حیثیت نہیں کہ تیرے مقربوں کو اپنی نجات کا وسیلہ گردانوں، (البتہ تجھ سے التجا ہے کہ) اس کتے کے واسطہ سے جو تیری مخلوق ہے، میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر عنایت کی نظر فرما۔ (یعنی حضرت شاہ غلام علیؒ اپنے آپ کو اتنا حقیر خیال کرتے تھے کہ اللہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کو بھی اپنے سے بہتر تصور کرتے تھے) اسی دن سید احمد بغدادی جو

کہ حضرت غوث الاعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ وَاَرْضَاہُ عَنَّا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہواور ان کو ہم سے راضی فرمائے) کی اولاد سے ہیں بغداد شریف سے اپنی مسند مشیخت ترک کر کے حضرت شاہ صاحب کے دست مبارک پر بیعت کے ارادہ سے منازل قطع اور مراحل طے کرتے ہوئے (دہلی) پہنچے۔حضرت شاہ صاحب کے احوال انہوں نے (بغداد میں) حضرت کے بڑے خلفا میں سے مولانا خالد رومی مُدَّظِلُّھُمُ الْعَالِی کی زبانی سنے تھے۔وہ (مولانا خالدؒ) اس اقلیم (بغداد شریف) میں ہادیٔ عالم اور پیشوائے بنی آدم ہیں۔حضرت والا نے فرمایا یہ محض اس ساتر العیوب کی ستاری اور اس غافر الذنوب کی جرم بخشی ہے کہ اس معیوب کی پردہ پوشی فرمائے ہوئے ہے اور اس ناپاک مشتِ خاک پر ابرِ رحمت کی بارش اور سحاب مکرمت کی تَرَشُّح (ہلکی بوندیں ٹپکنا) اس قدر فرما رہا ہے کہ میرا ہر قطرہ فیاضی میں دریائے محیط سے خراج لینے والا ہے، ورنہ میرا حال تو اس شعر کے مطابق ہے۔

نہ تذروییم نہ طاؤس نہ آنیم چرا
جہد صَیّاد پے کندنِ بال و پرِ ماست

[نہ ہم چکور ہیں نہ مور اور نہ بلبل ہیں پھر کیوں صیاد کی کوشش ہمارے بال و پر نوچنے میں ہے]

اس کے بعد حلقہ میں تشریف فرما ہوئے اور نہایت ذوق وشوق کے ساتھ یہ شعر پڑھا ۔

وحشی از عشق تو جان داد تو باشی زندہ
زندگی بخش کسے، عمر کسے، جان کسے

[دیوانہ نے تیرے عشق میں جان دے دی، لیکن تو زندہ ہے کہ تو کسی کو زندگی بخشتا ہے کسی کو عمر اور کسی کو جان]

یوم اتوار، تاریخ ۵ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بات ہی کارآمد ہے کہ

چاروں طرف سے آئے ہوئے لوگوں کا ہجوم یہاں ٹھہرا ہوا ہے، جو تقریباً ایک سو چالیس نفوس پر مشتمل ہے جو راہِ خدا کے طالب ہیں اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ میرے دل میں یہ خطرہ (یعنی خیال) کبھی نہیں آتا کہ ان کے کھانے کے لئے روٹی اور ان کے پہننے کے لئے پوشاک درکار ہے (اور کہاں سے آئے گی) خدا کا شکر و احسان ہے کہ میرا دل دو جہاں کے تفکرات سے آزاد اور اس قسم کے خطرات سے پاک ہے۔ راقم کہتا ہے کہ ناصر علی کے اس شعر کے مصداق ہے کہ۔

جمعے کہ سر بسجدۂ وحدت فرو کنند
گر یادِ دوست سینہ بہ خارد وضو کنند

[جو جماعت کہ سجدۂ وحدت ادا کرتی ہے (ان کا حال یہ ہے کہ) اگر دوست کی یاد بھی دل میں آجائے تو (دوبارہ) وضو کرتے ہیں یعنی خیال وحدت میں کسی اور کی یاد آنا ان کے نزدیک نہایت برا ہے بلکہ ناقصِ وضو ہے]

کہاں یہ کہ بلند سیر کرنے والے کو غیر کا خطرہ ناممکن ہے۔ اسی درمیان اس آیہ کریمہ

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (سورۂ الدھر آیت نمبر ۳) (بے شک ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ ہم اسکو آزمائیں، پس ہم نے بنا دیا اس کو سننے والا، دیکھنے والا) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قدرتِ الٰہی کی مصوری اور کاریگری دیکھنے کے قابل ہے کہ کتنی اچھی صورتیں اور دلکش کاریگری فرمائی، گویا احسن تقویم کے قالب میں ڈھال دیا۔

ایک دن ایک ہندو لڑکا (جو) برہمن بچہ (تھا)، میری مجلس میں آیا۔ خوش رو و خوش پوش تھا۔ اس مجلس کے تمام لوگوں کی نظر اسی کی جانب ہوگئی میں نے اس کی ہدایت کے لئے خوب خوب دعائیں کیں، آخر کار دعا مقبول ہوئی اور اس برہمن بچہ نے جامۂ کفر کو پھاڑ کر ایمان کی خلعت پہن لی اور اپنی قیامت خیز قامت کو ایمان کے دلکش زیور سے آراستہ کر کے اور اپنے حسن کو نورِ اسلام سے جلا دے کر (یہاں سے) اٹھا۔

یوم پیر، تاریخ ۶ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ آج کا دن خواجۂ خواجگان پیر پیران خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس کا دن تھا۔ اس کے بعد حضرت والا حضرت خواجہ کے حالات بیان فرمانے لگے کہ (جب) حضرت خواجہ کی عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی تھی، ایک روز اپنے باغ میں جو میووں سے بھرا ہوا تھا اور اس میں پانی جاری تھا۔ تشریف فرما تھے اتفاقاً حضرت خواجہ کے سامنے ایک قلندر وارد ہوا اور پانی مانگا۔ حضرت اس کے لئے میووں سے بھرا ہوا ایک طبق اور میٹھے پانی کا ایک کوزہ لائے۔ اس درویش نے میوے کھائے اور پانی پی کر حضرت خواجہ کے حق میں دعا کی، اسی وقت حضرت خواجہ کا دل دنیا سے اکتا گیا اور جو کچھ ان کی ملکیت اور قبضہ میں تھا اسے نکال دیا۔ پہلے علم حاصل کیا پھر طلب حق جل وعلا میں مردانہ وار نکل آئے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً بیس سال ان کی خدمت مبارکہ میں فیوض و برکات حاصل کرتے رہے اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کر کے چھ ماہ ان کی خدمت میں رہے ہیں۔

اسی محفل میں یہ بھی فرمایا کہ مولانا بدرالدین سرہندی جو حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں، ایک عجیب روایت اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ میں زمانہ کے اتفاق سے حضرت دہلی پہنچا، دیکھا کہ ایک باغ انوار و برکات سے پُر، راستہ کے ایک طرف واقع ہے۔ اس باغ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ کا مزار پرانوار وہاں ہے۔ حضرت خواجہ کی جانب متوجہ ہو کر میں نے مراقبہ کیا۔ حضرت خواجہ نے میرے حال پر عنایت فرمائی، اپنی مخصوص نسبتیں عطا فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو گیا اور مراقب ہوا۔ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت باقی باللہ سے تمہیں جو نسبت ملی ہے وہ ہماری ہی نسبت ہے۔ اس کے بعد حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوا۔ حضرت

سلطان جی نے فرمایا کہ میری نسبت میں محبوبیت غالب ہے۔ اس کے بعد حسب اتفاق اجمیر شریف پہنچا اور خواجۂ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم کو خواجہ باقی اللہ سے جو نسبت ملی ہے وہ ہماری ہی نسبت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت خواجہ! کبھی خواجہ باقی باللہ نے تو یہ نہیں فرمایا تھا کہ مجھے حضرات چشت سے نسبت ملی ہے اور آنجناب ایسا فرماتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور ان کی خدمت سے جو نسبت حاصل کی ہے وہ نسبت مجھ سے خواجہ قطب الدین نے اخذ کی اور حضرت خواجہ قطب الدین سے خواجہ باقی باللہ کو پہنچی ہے پس وہ نسبت درحقیقت حضرات خواجگان نقشبندیہ کی ہے جو مجھ تک پہنچی ہے اور مجھ سے حضرت خواجہ باقی باللہ تک پہنچی۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت خواجۂ بزرگ ہی کے واسطہ سے ہندوستان میں (دین) اسلام نے رواج پکڑا۔ اور حضرت سے بڑی بڑی کرامات صادر ہوئیں اور آج کے دن تک صادر ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے بعد ایک حافظ سے ارشاد فرمایا کہ پانچ آیتیں پڑھ کر حضرت خواجہ کی فاتحہ پڑھیں۔ اور فرمایا کہ بزرگانِ نقشبند کے طریقہ میں متعدد نسبتوں کا ظہور رہا ہے۔ لیکن اصل نسبت حضرت خواجۂ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

اس کے بعد ایک لطیفہ ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نے کھانے کی ایک دیگ پکائی۔ حضرت مخدوم اعظم نے اس میں بہت نمک ڈال کر ان کی نسبت میں تیزی پیدا کر دی اور حضرت میر ابوالعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں لال مرچ ڈال کر اور بھی تیزی پیدا کر دی، پھر حضرت مجدد نے اس میں دہی ڈال کر کیفیت اور مزہ ہی دوسرا کر دیا کہ نسبتوں کی وہ تیزی اس طور پر باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے مشاہدہ میں دیکھا ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مکان میں رونق افروز ہو کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لئے زندہ ہو کر آئی ہوں۔ اس کے بعد حضور میں اصحاب پیغمبر علیہ و آلہ وصحبہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر کی فضیلت کا تذکرہ ہونے لگا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ تمام

امت میں سب سے افضل اور اہل ملت میں سب سے اشرف حضرات خلفائے راشدین مہدیین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں کہ انہیں چاروں کے ذریعہ دنیا کے چاروں طرف ہدایت کا آوازہ پہنچا ہے۔ اس کے بعد عشرۂ مبشرہ (یعنی وہ دس اصحاب کرام جن کو زندگی ہی میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت مرحمت فرمائی تھی) کا مرتبہ ہے کہ کسی نے ان کے کمالات کا عشر عشیر بھی نہ دیکھا نہ اس کے مثل کچھ سنا۔ ان کے بعد شہدائے بدر کا درجہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک آسمانِ شہادت کا بدرِ کامل اور چرخ ولایت کا مہتاب ہے۔ ان کے بعد بیعت الرضوان کے (حضرات) صحابہ کا درجہ ہے۔ جنہوں نے تحت الشجرہ (درخت کے نیچے) بیعت کر کے ایمان کی نہر سے سر سبز و شاداب ہوئے۔ اس کے بعد اصحابِ اُحُد ہیں کہ امت کے تمام اولیاء ان میں سے کسی ایک کے برابر نہیں پہنچ سکتے۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم وَاَرْضَاهُم عَنَّا اس کے بعد تمام صحابہ رضوان اللہ الملک الوهاب کا مرتبہ ہے اور جن حضرات نے آں سرورِ زمین و زماں علیہ صلوات اللہ الرحمن کو نظرِ ایمان سے دیکھا ہے۔ وہ انہیں اکابر (یعنی صحابہ) کے زمرہ میں شامل ہیں اور اس بشارت سے شاد و بامراد ہیں۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُومِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ.

[میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جن کی بھی پیروی کرو گے راہِ ہدایت پالو گے] (حدیث)

اور آیت کریمہ نے ان کو جنت کی بشارت دی ہے کہ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی (ہر ایک سے اللہ نے حسنیٰ (بھلائی) کا وعدہ کیا ہے)۔

یوم منگل، تاریخ ۷ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

یہ کمترین فقرا اس مرشد بے ریا کی بارگاہ میں باریاب ہوا۔ اس وقت حضرت امام ربانی، قیوم زمانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات قدسی آیات کا درس ہو رہا تھا اور دنیا و اہل دنیا کی مذمت کا اس میں تذکرہ درج تھا کہ جو شخص دنیا میں پھنس گیا ہو اس کو قیامت کے دن سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ کا

طلب کرنا دنیا ہے۔ نیز حضرت والا نے فرمایا کہ جو چیز بھی یادِ حق سے غافل کردے وہی دنیا ہے۔
اور یہ شعر پڑھا۔

چیست دنیا و لباسِ دینوی؟
اَز خُدا غافل شُدَن اے مولوی
چیست دنیا؟ ازخدا غافل شدن
نَے قماش و نُقرہ و فرزند و زن

[دنیا اور دنیا میں پھنسنا کیا ہے؟ اے مولوی! خدا سے غافل ہو جانا ہے۔ دنیا کیا ہے؟
خدا سے غافل ہو جانا۔ نہ کہ مال واسباب اور سونا چاندی اور اہل وعیال]

اور یہ بھی فرمایا کہ ایک دن حضرت پیغمبر علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر حضرت سیدۃ النساء قرۃ عین الرسول الزہراء البتول رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ دیکھا کہ حضرت سیّدہ پاک کے دستِ مبارک میں چاندی کی چوڑیاں (یا کنگن) ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تمہیں یہ کیا ہو گیا کہ تم دنیا میں پھنس گئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس آ گئے تو حضرت فاطمہؓ نے جو اپنے دوستداروں کو دوزخ سے باز رکھنے والی تھیں اپنے ایک ہاتھ کی چوڑیاں اتار کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیج دیں۔ حضرت امام الانبیاء علیہ وعلی آلہ صلوات اللہ الملک الاعلیٰ نے فقراء میں ان کو صدقہ کر دیا۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ اصحابِ صُفّہ میں سے ایک نے وفات پائی۔ ان کی جیب سے ایک درم نکلا۔ آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کَیٌّ مِنَ النَّارِ (آگ کا ایک داغ ہے)۔ اس کے بعد اصحاب صُفّہ میں سے ایک دوسرے صحابی کا انتقال ہوا اتفاقاً ان کے کپڑے میں سے دو درم نکلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیان من النار (دوزخ کی آگ کے دو داغ ہیں)

اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ میں سے بعض جیسے جامع القرآن

حضرت عثمان بن عفان اور صاحب رجاو خوف (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بڑی دولت رکھتے تھے اور اکثر اصحاب کو حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دینوی جاہ حشمت حاصل ہوئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے ان کے قربِ خداوندی میں کوئی فرق اور کوئی کمی نہیں ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ اصحاب صُفّہ کے حق میں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیٌّ من النار (دوزخ کے داغ) فرمایا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان حضرات نے ترک و تجرید (یعنی سب کچھ چھوڑ کر گوشہ آخرت اختیار کرنے) کا دعویٰ کیا تھا اور ان کے اس دعویٰ کی راہ میں (ان درہموں ہی کے برابر سہی) خلل واقع ہو گیا۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عفی عنہ کا کہنا یہ ہے کہ اسی بات سے پتہ چلا کہ صوفی کے لیے اصحابِ صُفّہ کی پیروی درکار ہے ورنہ وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگا۔ (یعنی پھر اس کا اعتبار باقی نہ رہے گا) اور قیامت کے دن ان کو بے حد حسرت و ندامت ہوگی۔ ہاں! جو محبوب کے حسن و جمال کا شیدائی و مائل ہے، دنیا اور اہل دنیا میں پھنسنا اس کے حق میں سمِ قاتل ہے۔ واقفِ اسرار حضرت فریدالدین عطار قدس سرہ نے ایک مقام پر کہا تھا اور کیا موتی نصیحت کے پروئے تھے۔ نظم ؎

زہر دارد از دروں دنیا چو مار
گرچہ ظاہر ہست پر نقش و نگار
می نماید خوب و زیبا در نظر
لیک از زہرش بود جانرا خطر
زہرِ ایں مارِ منقش قاتل است
باشد ازوے دور ہر کو عاقل است
ہمچو طفلاں منگر اندر سرخ و زرد
چوں زناں مغرور رنگ و بو مگرد
زالِ دنیا چوں عروس آراستہ
ہر دو روزے شوے دیگر خواستہ

لب بہ پیش شوے خنداں میکند

پس ہلاک از زخم دنداں میکند

مُقبِل آن مردے کہ شُدْ زیں جُفْت طاق

پُشْت بَرُوَے کَرْد داَدْش سہ طلاق

ترجمہ:

۱۔ دنیا اندر سے زہریلی ہے جیسے سانپ، اگرچہ اس کا ظاہر نقش ونگار سے آراستہ ہے۔

۲۔ نگاہوں کو تو وہ بہت حسین وجمیل دکھائی دیتی ہے، لیکن اس کا زہر جان لیوا ہے۔

۳۔ اس مُنقش سانپ (یعنی رنگین دنیا) کا زہر ہلاک کرنے والا ہے۔ جو عقل رکھتا ہے وہ اس نقش ونگار والے (سانپ) سے دور رہتا ہے۔

۴۔ بچوں کی طرح سرخ وزرد (یعنی رنگوں) پر فریفتہ نہ ہو، اور عورتوں کی طرح رنگ وبو کے دیوانے نہ بنو۔

۵۔ (یادرکھو کہ) بوڑھی دنیا دلہن کی طرح آراستہ ہے، یہ دونوں (یعنی دنیا اور رنگ وبو کی دیوانی عورت) ہر روز نئے شوہر کی متلاشی رہتی ہیں۔

۶۔ شوہر کے سامنے خندہ لبی سے (یعنی ہنستی مسکراتی) پیش آکر، انہیں دانتوں کے زخم سے ہلاک کردیتی ہے۔

۷۔ وہی مرد، جواں مرد ہے جو ایسے جوڑے سے اکیلا رہے۔ اس کی طرف سے منہ پھیر کر اسے تین طلاقیں دے دے۔

اور جن صحابہ کو مال ومنال اور جاہ وجلال ملا ہے انکو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ اپنے آئینۂ دل سے ایسا میل دھوڈالو، اس بات کو حضرت مولانا روم نے کیا ہی عمدہ طریقہ سے نظم فرمایا ہے ؎

کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر

گرچہ باشد در نِوشتن شَیر شِیر

[پاکیزہ لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو (یعنی اپنا جیسا نہ سمجھو) جیسا کہ شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) لکھنے میں یکساں ہیں (مگر معنی میں کتنا فرق ہے)]

یوم بدھ، تاریخ ۸ ررجب المرجب ۱۲۳۱ھ

غلام اس قبلۂ انام کی محفل میں حاضر ہوا۔ اس وقت جامع ترمذی شریف کا درس ہو رہا تھا۔ یہ حدیث پڑھی گئی کہ

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

[حضرت عائشہؓ کو عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید (یعنی شوربے میں پکائے ہوئے روٹی کے ٹکڑے) کو تمام کھانوں پر]

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس حدیث پاک سے تمام عورتوں پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت ثابت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کو جو فضیلت تمام عورتوں پر حاصل ہے وہ از روئے علم، اجتہاد اور فقیہ ہونے اور ترک و تجرید اور انکے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص محبت ہونے کی وجہ سے ہے۔ فرمایا ان کے ترک و تجرید کے باب میں روایت ہے کہ ایک روز ان کے پاس سترہ ہزار درہم و دینار (درہم چاندی کا اور دینار سونے کا سکہ ہوتا ہے) آئے۔ آپ نے ان سب کو اسی مجلس میں صدقہ کر دیا۔ ایک پھوٹی کوڑی بھی اپنے پاس نہ چھوڑی۔ اور جو فضیلت کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہے، وہ ان کے جگر گوشۂ رسول ﷺ ہونے کی بناء پر ہے اور حضرت مریم کو جو شرافت ملی وہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی ماں ہونے کی بنا پر ملی ہے اور حضرت آسیہ کو جو علوء مرتبت حاصل ہے وہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی پرورش کی بنا پر ہے اور اس بناء پر کہ ان کو فرعون کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اور مصائب جھیلنے پڑے تھے اور اس ظلمت کدہ میں جہاں ہر طرف سے کفر و ضلالت کی آندھیاں چل رہی تھیں مشعلِ ایمان اور چراغ نور عرفان کو بجھنے نہ دیا۔ اس لیے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اعلیٰ مراتب پر پہنچا دیا۔

یوم جمعرات، تاریخ ۹ ررجب المرجب ۱۲۳۱ھ

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مولانا روم قدس سرہ کی مثنوی

شریف کا درس ہو رہا تھا۔ حضرت والا نے اس سے فراغت پانے کے بعد زبان گوہر فشاں سے فرمایا کہ تمام امت میں تین کتابیں ہیں جو اپنی مثال نہیں رکھتیں۔ پہلی ان میں سے کلام اللہ المجید ہے (یعنی قرآن شریف ہے) اس کے بعد بخاری شریف، اس کے بعد مثنوی مولانا روم ہے۔ کلام اللہ المجید اور بخاری شریف کے علاوہ اور کوئی کتاب مثنوی شریف کی جیسی نہیں ہے۔ جو اس مثنوی شریف پر عمل کرلے پیر طریقت کی تعلیم کے بغیر بھی وہ اسرارِ معرفت سے کافی حصہ پالے گا اور واصلین حق جل وعلا کے زمرہ میں گردانا جائے گا۔ اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مجدد جو کمالات رکھتے ہیں امت میں بہت کم کسی کو نصیب ہیں اور حق یہ ہے کہ اگر آپ تمام صاحب وحدۃ الوجود اولیاء اللہ پر توجہ ڈال دیں تو انہیں وجود کی تنگ راہ سے شاہراہ شہود پر لے آئیں اور یقین ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ جو اس طبقہ وجودیہ کے مجتہد ہیں، حضرت مجدد کی توجہ سے اس تنگ مقام سے اعلیٰ مقام پر ترقی کر جائیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ پیرانِ طریقت و مرشدان حقیقت تین قسم کے ہیں:

ایک ارباب کشف (صاحب کشف) جیسے والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہٗ المجید

دوسرے، ارباب ادراک۔

تیسرے، ارباب جہل جو کشف کے مطابق نسبت کا ادراک نہیں کر سکتے۔

اور ان تینوں طبقوں کے کمال میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس کے بعد شیخ سعدی شیرازی کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان میں ولایت سہروردیہ کے انوار تھے اور سمجھدار آدمی تھے کہ دو شعروں میں تمام سلوک بیان فرمادیا ؎

مَرا پیر دانائے مُرشِد شہاب
دو اندر زفَرمود بَر رُوئے آب
یکے آن کہ بَرخویش خود بیں مَباش

دِگر آنکه بَر غیر بَدبیں مَباش

[مجھ کو میرے مرشد دانا حضرت شہاب الدین قدس سرہٗ نے ایک نہر کے کنارے دو نصیحتیں فرمائی ہیں۔ایک یہ کہ خود بینی یعنی اپنی خوبیاں دیکھنی چھوڑ دو اور دوسرے یہ کہ دوسروں میں برائیاں نہ تلاش کرو]

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ جو شخص ہم سے ملاقات رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ ہمارے جیسا لباس پہنا کرے۔اور ہمارے جیسا طور طریقہ اختیار کرے۔

یا مرو با یارِ اَزرق پیرہن
یا بکش بر خانماں انگشت نیل
یا مکن با پیلباناں دوستی
یا بنا کن خانہ در خورد پیل

[یا تو نیل پوش محبوب کے پیچھے نہ جاؤ یا گھر بھر کو نیلا رنگ دو، یا تو فیل بانوں سے دوستی نہ کرو، یا ہاتھی کے لائق گھر بناؤ۔(یعنی جس سے تعلق یا دوستی رکھو تو اسکے مزاج یا ضرورت کے مطابق اپنے آپ کو تیار رکھو]

یوم جمعہ، تاریخ ۱۰ ررجب المرجب ۱۲۳۱؁ھ

حضور میں حاضر ہوا۔ترک و تجرید کے بارے میں بات چل گئی۔حضرت والا نے یہ رباعی پڑھی۔

خاک نشینی ست سلیمانیم
ننگ بود افسرِ سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشَمش
کُہنہ نہ شُد خِلعَتِ عُریانیم

[خاک نشینی ہی میرے لئے تختِ سلیمانی ہے۔میرے لئے عار ہے افسر سلطانی ہونا۔ چالیس سال ہور ہے ہیں کہ میں اس (لباس) کو پہن رہا ہوں، میرا لباسِ عریانی اب تک پرانا نہیں ہوا ہے]

اس کے بعد مولانا جمالیؔ سہروردی کے اشعار کا ذکر آیا، جن میں تمام تر ترک و تجرید ہی کا بیان تھا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اتفاقاً مولانا جمالیؔ کی ملاقات مولانا عبدالرحمٰن جامی سے ہوگئی۔تعارف سے پہلے ہی مولانا جامی نے ان سے فرمایا کہ آپ کو مولانا جمالی کا کوئی شعر یاد ہے؟ چونکہ ان کے جسم پر اس وقت لباسِ عریانی کے سوا اور کوئی لباس نہ تھا انہوں نے اپنے حسب حال ایک شعر پڑھ دیا۔

مارا ز خاکِ کویت پیرہنست بر تن
آں ہم ز آبِ دیدہ صَدچاک تا بہ دامن

[میرے جسم پر تیرے کوچہ کی خاک کا لباس ہے اور اس میں بھی آنسوؤں سے دامن تک سینکڑوں چاک ہیں]

ان کے شعر پڑھتے ہی مولانا جامی نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ہی جمالی ہو۔اس کے بعد حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے جمالی کے اشعار پڑھے اور فرمایا کہ اس طور پر زندگی گزارنی چاہیے۔

لنگکے زیر لنگکے بالا نےؑ غمِ دُزد نے غمِ کالا
گزک بوریا و پوستکے دلکے پُر ز درد دوستکے
ایں قدر بس بود جمالیؔ را رند کے مست و لاوبالی را

[نیچے، اوپر مختصر تہہ بند ہے، اس کے لیے نہ کسی چور کا ڈر، نہ کسی ڈاکو کا خطرہ، چھوٹا بوریا اور کھال ہیں، دوست کے غم میں ڈوبا ہوا، دل۔ جمالی جیسے رند مست ولا اُبالی کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے]

اس کے بعد شیخ ابن یمین کبروی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھے اور فرمایا فقیروں کی زندگی اس طرح گزرتی ہے نظم۔

نانِ جَوِیں وخرقۂ پشمین و آبِ شور
سیپارۂ کلام و حدیثِ پیمبری

ہَم نسخۂ دوچار زعلمی کہ نافع است
دَر دیں نہ لَغوِ بوعلی وژاژِ عنصری

تاریک کَلبۂ کہ پۓ روشنی آں
بیہودہ مِنّتے نبرد شمعِ خاوری

با یک دو آشنا کہ نیرزَد بہ نیم جو
درپیشِ چشمِ ہمت شاں مُلکِ سَنجری

ایں آں سعادت است کہ حَسرت بُرد برد
جو یائے تاجِ قیصر و مُلکِ سِکَندری

ترجمہ:

۱۔ 'جو کی روٹی، کمبل کا لباس اور کھارا پانی، کلام اللہ کے پارے اور پیغمبر ﷺ کی حدیثیں۔

۲۔ اس کے ساتھ دو چار کتابیں ایسے علم کی جو نافع ہوں، نہ کہ بوعلی کی بکواس اور عنصری (شاعر) کی ہرزہ سرائی (یعنی شاعری)۔

۳۔ ایک اندھیرا گھر کہ جس کی روشنی کے لئے شمع خاوری یعنی آفتاب کا بے فائدہ احسان نہ اٹھانا پڑے۔

۴۔ اور دو ایک دوست اس کے مقابلہ میں ملک سنجری بھی ان کی ہمت کی آنکھوں کے آگے ایک رتی برابر بھی قیمت نہیں رکھتا۔

۵۔ یہ خوش بختی کا سامان ہے جس کی حسرت ان کو ہونی چاہئے جن کو قیصر کے تاج اور سکندر

کے ملک کی تلاش ہے۔

اس کے بعد محبت کا تذکرہ چھڑا، حضرت والا نے نورالعین واقفؔ کے یہ اشعار پڑھے

صبا با زلفِ یار من چہ کردی
زدی برہم قرار من چہ کردی

[اے صبا تو نے زلف یار کے ساتھ یہ کیا کیا؟ میرے سکون کو برباد کردیا، یہ تو نے کیا کردیا]

مکدّر گر نہ کردی با تو گویم
کہ بامُشتِ غُبارِ من چہ کردی

[اگر تو نے مکدر نہیں کیا تو میں تجھ سے کہتا ہوں، کہ میرے مشتِ غبار کے ساتھ یہ کیا کردیا]

بشُستی گرد کیں از خاطرِ یار
بگو اے گریہ کارِ من چہ کردی

[تو نے یار کے دل سے کینہ کا غبار دھودیا، اے گریہ! یہ بتا کہ تو نے میرا کام (کے بارے میں) کیا کیا]

فگندی خار واقفؔ را بہ بستر
بگو اے گُل عِزار من چہ کردی

[تو نے واقفؔ کے بستر پر کانٹے بچھادیئے، اے میرے محبوب بتا، یہ تو نے کیا کیا؟]

یوم ہفتہ، تاریخ ۱۱ر رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت والا حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ اچانک خاندان چشتیہ کے چند مشائخ حضرت سے ملنے کے لیے تشریف لے آئے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ چشتیہ بزرگوں کی گزک جو شرابِ محبت میں سرشار ہیں، سماع و سرود ہے کہ دل کو رنگ برنگے ذوق بخشتے ہیں اور یار کے چہرہ سے حجاب کے پردے پھاڑ دیتے ہیں اور ہم متوسلین نقشبندیہ کی گزک جو جامِ مودّت کے پینے والے ہیں حدیثیں اور درود پاک ہیں جو دل کے لیے

طرح طرح کے ذوق فراہم کرتے ہیں اور روئے نگار سے برقع وحجاب دور کردیتے ہیں۔

آں ایشانند من چنینم ہر دم

[وہ ایسے اور ہم ایسے ہی رہتے ہیں ہر دم]

اس کے بعد ایک آہ دل سے کھینچی اور فرمایا:

''واشوق المدینہ، واشوق المدینہ، واحسرۃ المدینہ'' (آہ مدینہ، ہائے مدینہ، اے حسرتِ مدینہ)

اس کے بعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آگیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کے ماں باپ اگرچہ غلاموں کے طبقہ سے تھے مگر جو فضیلت انہیں حاصل ہے وہ کسی کو نصیب نہیں کہ ایام رضاعت (یعنی دودھ پینے کے زمانہ) میں سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی ازواجِ مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا پستان ان کے منہ میں دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پستان سے دودھ نکلا اور انہوں نے پیا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ان کی عادت شریفہ تھی کہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے۔ صوفی علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ تسبیح افضل ہے یا کلمۂ طیبہ۔ متاخرین نے کلمۂ طیبہ کو افضل قرار دیا ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ صوفیا کے اکثر سلسلے اور طریقے آپ تک پہنچتے ہیں۔ آپ تمام بزرگوں کے مقتدا اور تمام صالحین کے پیشوا تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج کا دن حضرت شاہ ناصر الدین قادری کے وصال کا دن ہے، جن کا مزار پرانوار حضرت دہلی کے محلہ حبش پورہ میں واقع ہے۔ زیارت کا مقام اور برکتیں حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ وہ اس ذرّۂ بےمقدار کے والد بزرگوار کے مرشد تھے کہ اس دن کی گذری ہوئی رات میں اس سرائے فانی سے رخصت ہوئے تھے اور میں بھی اسی روز اپنے وطن سے آیا تھا۔ جب میں اس مکان میں جو حضرت دہلی میں ہے، پہنچا تو میرے والد بہت خوش ہوئے کہ مجھ کو اپنے پیر سے بیعت کرائیں گے۔ اتفاق کی بات کہ چند ہی

ساعت کے بعد ان کے مرشد کی رحلت ہوگئی۔اس کے بعد حضور میں پیران پیر حضرت غوث الاعظم کا ذکر آیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت غوث کے چار پیر تھے، پہلے (حضرت) حمّاد دباس، دوسرے شیخ ابوالوفا، تیسرے ان کے والد بزرگوار (حضرت) سیّد ابوصالح اور چوتھے شیخ ابوسعید مخزومی قدس اللہ اسرارہم۔

یوم اتوار، تاریخ ۱۲؍رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

یہ بندۂ نابکار اس مقبولِ درگاہِ پروردگار کے دربار میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ذکر اسم ذات (یعنی اللہ اللہ) اور نفی واثبات (یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) اس لیے کرتے ہیں کہ کل (قیامت کے دن) کے لیے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ آج ہی (یعنی اسی دنیا میں) حاصل ہوجائے۔ نہ اس لیے کہ دوزخ کا ڈر اور جنت کی ہوس ہے۔ جولوگ عشق کی آگ میں مبتلا ہیں انہوں نے بہشت کی آرزو چھوڑ دی ہے۔ پس دلِ فیض منزل سے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ وصل چاہیے قطع چاہیے (اپنی) خودی سے گذر جانا اور اس سے (خدا سے) جُڑنا درکار ہے۔اس کے بعد اولیاء اللہ کے انتقال کا ذکر آگیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ جب (موت کا) فرشتہ بعض اولیاء کی روح کو قبض کرتا ہے اور اس کو جنّت کے ریشمی کپڑوں میں لپیٹ کر چاہتا ہے کہ آسمان کی طرف پہنچائے تو فرشتہ کے لے جانے سے پہلے ہی وہ روح فرشتہ کے ہاتھ سے اچھل کر دربارِ خداوندی میں پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بعض پاک روحوں کو قبض کرنے کے لیے فرشتوں کو بھی دخل نہیں ہے، وہ پاک بے نیاز ہی اپنے دستِ قدرت سے قبض فرماتا ہے ۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا مَلَکُ الموت نگنجد ہرگز

[تیری گلی کے عُشّاق اس طرح جان دیتے ہیں کہ وہاں موت کا فرشتہ بھی نہیں سماتا]

❀❀❀❀❀

یوم پیر، تاریخ ۱۳؍ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

غلام قبلۂ انام کی محفل میں حاضر ہوا، اس وقت اس حدیث قدسی کا تذکرہ تھا کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ. حضرت والا نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ مجھ کو اپنے خیال یا وہم میں یاد کرتا ہے میں اس کے نزدیک ہوتا ہوں۔ چنانچہ بقیہ حدیث میں ہے۔ اِذَا حَرَّکَ شُفَتَیْہِ بِذِکْرِیْ فَاَنَا عِنْدَہٗ جب وہ (بندہ) میری یاد میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔) جو اُس حدیث پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے بعد حضور فیض گنجور میں ایک شخص آیا اور اپنی زبان سے شوقیہ کلمات ادا کرنے لگا۔ حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

مُرغانِ چمن بہر صباحے
خُوانند تُرا باصطلاحے

[ہر صبح چمن (باغات) کے پرندے اپنی اپنی بولیوں میں تیرا ہی نام لیتے ہیں]

نَدانم آن گُلِ خنداں چہ رنگ و بو دارَد
کہ مُرغِ ہر چمنے گفتگوئے اُو دارد

[میں نہیں جانتا اس کھلے ہوئے پھول میں کیسا رنگ اور کیسی خوشبو ہے کہ ہر چمن کا پرندہ اسی کا تذکرہ کرتا ہے]

اسی مجلس میں یہ شعر بھی پڑھا۔

یَکبار بِگُویَدَم نظیرے
مَشہور شَوَم بہ بے نظیرے

[اگر وہ مجھے ایک بار ''نظیر'' کہہ دے، تو میں بے نظیر مشہور ہو جاؤں]

اس کے بعد فرمایا کہ اس مضمون کا اصل حافظِ شیرازی کے کلام میں پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔

نامِ مَنْ رَفتست روزے برلبِ جاناں زَسہو
اہلِ دِل را بوے جاں می آید از نامَم ہنُوز

[ایک دِن جاناں کے لبوں پر بھولے سے میرا نام آ گیا۔اہلِ دل کو آج تک میری جان کی بو میرے نام سے ملتی ہے]

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا حافظ شیرازی کے اکثر اشعار موافق مضامین حدیث شریف کے ہوتے ہیں، چنانچہ یہ شعر پڑھا۔

ساقیا عِشرت اِمروز بِفَردا مَفگَن

یا ز دیوانِ قَضا خطِ امانی بِمَن آر

[اے ساقی! آج کی زندگی کو کل پر نہ ٹال، یا دیوانِ قضا سے مجھ کو امان کی تحریر لا دے]

اور فرمایا کہ اس حدیث شریف کا مضمون ہے کہ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَاتَنْظُرْ صَبَاحَکَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَاتَنْظُرْ مَسَاکَ [جب تم رات کرو یعنی رات تک زندہ رہو تو صبح کو نہ دیکھو یعنی یہ نہ سوچو کہ ہم صبح تک زندہ رہیں گے اور اگر صبح پا جاؤ تو یہ نہ سمجھو کہ ہمیں رات بھی مل جائے گی]

پھر فرمایا کہ جو فرصت ملے اسی کو غنیمت سمجھو اور آج کا کام کل پر نہ ٹالو۔اس کے بعد حضور میں ہیر و رانجھا کا ذکر آیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ ہیر حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی کا مرید تھا، ایک دن حضرت بہاؤالدین نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ہیر ان کے آگے سے نکل گیا۔نماز کے بعد اس سے فرمایا کہ تو نماز کے آگے سے نکل گیا؟ آئندہ ایسا کام ہرگز نہ کرنا کہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ہیر بولا، سبحان اللہ! میں ایک ادنیٰ بندی کے عشق میں اتنا بیخود ہوں کہ نہ آپ کا خیال آیا نہ آپ کی نماز کا اور آپ اپنے کو ''عاشقِ خدا'' فرماتے ہیں، عین محبوب کے سامنے (کھڑے ہو کر) بھی میرے گزرنے کا خیال کر لیا؟ آپ کو اسکے کلامِ پُر الزام سے بڑی شرمندگی ہوئی اور اپنا گریبان پھاڑ ڈالا۔اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میں تمہارے حق میں دعا گو ہوں کہ خدا تمہیں واصلینِ حق میں سے کرے۔ہیر نے کہا اگر آپ میں قدرت ہے تو مجھے میری رانجھا تک پہنچا دیجئے اور اس کی محبت کی طرف سے مجھے نہ ہٹائیے۔اس کے بعد حضور پُر نور (شاہ غلام علیؒ کی مجلس) میں ایک قلندر آیا، حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

قلندر قطرۂ دریائے عشق است
قلندر ذرۂ صحرائے عشق است

[قلندر عشق کے دریا کا ایک قطرہ اور محبت کے صحرا کا ایک ذرّہ ہے]

اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

صنما! رہِ قلندر سزاوار بمن نُمائی
کہ دراز و دور بینم رہ و رسم پارسائی

[اے صنم! مناسب یہی ہے کہ مجھے قلندری کی راہ دکھا دے، کیونکہ پارسائی کی راہ و رسم کو میں بہت دور دراز دیکھتا ہوں]

اس کے بعد حضور میں اولیاء کرام کے تصرّفات کا ذکر آ گیا کہ اس طبقۂ عالیہ کی امداد مخلصین کے شامل حال ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کے معاملات جان کر ان کی مدد کر دیں یا ان جانے میں ان کی مدد مل جائے، دونوں برابر ہیں۔ حضور والا نے فرمایا کہ اکثر اولیاء اللہ کے ذریعہ لوگوں کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور ان (بزرگ) کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد میاں الف شاہ نے عرض کیا کہ میں اپنے وطن ''اُچ'' سے آپ کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا ہوں درمیان راہ میں راستہ سے بھٹک گیا۔ اچانک میں نے حضرت والا کو دیکھا کہ تشریف لائے اور میری رہبری فرمائی ہے تو میں نے ان سے کہا آپ کون ہیں؟ اپنا نام و نشان تو بتا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں وہی ہوں جن سے بیعت کے لیے جا رہے ہو۔ اور یہ واقعہ دو بار مجھے پیش آیا۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ میاں محمد یار صاحب بھی کہہ رہے تھے کہ میں تجارت کی غرض سے جا رہا تھا یکایک میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور میری گاڑی کے پاس کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں کہ گاڑی اور تیز چلاؤ (بلکہ) دوڑاؤ اور اس قافلہ سے نکل جاؤ کیونکہ راستے کے ڈاکو آ رہے ہیں اور اس قافلہ کو لوٹ لیں گے۔ میں گاڑی دوڑا کر قافلہ سے جدا ہو گیا۔ بقضائے الٰہی ڈاکوؤں نے اس پورے قافلہ کو لوٹ لیا اور میں صحیح سلامت منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

یوم منگل، تاریخ ۱۴ ررجب المرجب ۱۴۳۱ھ

بندہ حضور میں حاضر ہوا۔ بزرگوں سے جو کشفِ کونی (یعنی آئندہ ہونے والی بات کے انکشاف) میں غلطی ہو جاتی ہے اس کا ذکر آ گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بعض اوقات بزرگوں کو کسی بات کی خبر ہو جاتی ہے لیکن اس کی تعبیر میں غلطی ہو جاتی ہے یہ کشف کی خطا نہیں ہے۔ وقائع کے تعبیر کے لیے بڑی باریک بینی کی ضرورت ہے۔ اسی درمیان ایک اجنبی شخص آ گیا، حضرت والا نے اس کا نام دریافت فرمایا اس نے کہا میرا نام داداخان ہے۔ حضرت والا نے یہ رباعی پڑھی۔

وا فریادا زَ عِشق وا فریادا　　　کارم بیکے طُرفہ نِگار اُفتادہ

گردادِ من شکستہ دادا دادا　　　ورنہ من و عشق ہرچہ بادا بادا

[دُہائی ہے! عشق سے دُہائی ہے۔ ایک عجیب وغریب معشوق سے میرا پالا پڑا ہے، اگر اس نے مجھ شکستہ حال کو داد دے دی، تو بہتر ہے، ورنہ میں ہوں اور عشق اس کے بعد جیسا بھی ہوگا ہوگا]

اس کے بعد تجلّیات کے وارد ہونے کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سالک پر رنگا رنگ تجلیات وارد ہوتی ہیں اور اس بیچارہ کو فنا کر دیتی ہیں اور یہ مصرع زبان مبارک پر جاری ہوا۔

برقے از مُحمِلِ لیلیٰ بَدرخشید سحر

[صبح کے وقت محمل لیلیٰ سے ایک بجلی چمکی]

کبھی تجلّی افعالی درخشاں ہو کر بندوں کے افعال کو سالک کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیتی ہے اور کبھی تجلّی صفاتی چمک کر مخلوق کی صفات کو سالک کی نظر سے چھپا دیتی ہے اور کبھی تجلّی ذات کا ظہور ہوتا ہے اور اضمحلال ذات عالم ذاتِ حق میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد حضور پُرنور میں عقل کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ عقل کی دو قسمیں ہیں:

ایک عقلِ نورانی　　　دوسری عقلِ مُظلم

عقلِ نورانی یہ ہے کہ ایک شخص خود بخود نواہی (وہ معاملات جن سے شریعت نے روکا

ہے) سے پرہیز اور اوامر (وہ معاملات جن کو شریعت نے کرنے کا حکم دیا ہے) پر استقامت اختیار کرے اور مظلم یہ کہ مرشد کی ہدایت سے ممنوعات (شرعیہ) سے پرہیز کرنے لگے۔ اس کے بعد یہ روایت بیان فرمائی کہ حضرت شاہ عبدالرحیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ اثناء راہ میں دیکھا کہ ایک کتے کا بچہ تالاب کے کنارے کیچڑ میں پڑا ہوا ہے اور اس میں سے نکل نہیں پاتا۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ اسے نکال دو لیکن کسی نے نہیں نکالا۔ انجام کار آپ نے خود ہی اس پلّے کو ہاتھ میں لے کر کیچڑ سے باہر نکال دیا اور اہلِ محلّہ سے فرمایا کہ کوئی اس کو پال لے۔ وہاں ایک باورچی رہتا تھا اس نے کہا کہ میں اس کو پال لوں گا۔ آپ نے وہ پلّہ اس باورچی کے حوالہ کر دیا اور تشریف لے گئے۔ چند دنوں کے بعد ایک مرتبہ آپ پھر اس گلی سے گزرے (گلی ایسی تھی) کہ صرف ایک آدمی نکل سکتا تھا باقی میں کیچڑ اور مٹی تھی۔ اور ایک کتا سامنے سے آ رہا تھا آپ اس کتے کو ہٹا کر خود اس راہ سے نکل گئے۔ کتے نے کہا کہ آپ نے مجھ پر ظلم کیا، راستہ تو ہمارے تمہارے درمیان مشترک ہے اور تم نے مجھے گزرنے سے روک دیا۔ آپ نے کہا کہ تو پانی سے تر تھا، میں نے اس خیال سے روک دیا کہ میرے کپڑے ناپاک ہو جاتے۔ کتے نے کہا کہ آپ کا کپڑا تو ایک پیالے پانی سے پاک ہو سکتا تھا حالانکہ آپ کے برتن (یعنی قلب) میں وہ ناپاکی لتھڑی ہوئی ہے جو سات دریا سے دھونے پر بھی پاک نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد کتے نے کہا کہ صوفی لوگ تو مذہب ایثار (اپنے پر دوسرے کو ترجیح دینا) اختیار کرتے ہیں اور آپ نے راہ صیاد اختیار کی ہے۔ آپ نے کہا کیسے؟ تو کتا بولا کہ مجھے روک کر آپ گزر گئے۔ پھر کتے نے کہا کہ حق تعالیٰ کو عقلِ نورانی کے ذریعہ سے ہی پہچانا جا سکتا ہے عقل ظلمانی سے نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ دونوں عقلوں کا مطلب بیان کرو۔ کتے نے کہا کہ عقلِ نورانی یہ ہے کہ آدمی بغیر ناصح کے نصیحت اور بغیر واعظ کے پند قبول کرے اور عقلِ ظلمانی یہ ہے کہ نصیحت کرنے سے بندہ کو نصیحت ملے۔

❀❀❀❀❀

یوم بدھ، تاریخ ۱۵ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ طریقۂ شریفۂ نقشبندیہ شیطانی وسوسوں سے مامون ومحفوظ ہے۔ اس لئے کہ اس طریق کے اکابر نے اپنے طریق کی بناء حضور، آگہی اور جمعیت پر رکھی ہے اور انوار کے ورود اور رویا کے ظہور کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کی بناء انوار و اسرار پر ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک تجلی وارد ہوئی اور عین اس روشنی میں ایک آواز گوش مبارک میں پہنچی کہ اے دوست! میں نے تم سے نماز اور روزہ معاف کر دیا اور تمہارے دل کو تمام کدورتوں سے پاک کر دیا۔ وہ متحیر ہوئے کہ جناب آں سرور علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر کو تو نماز و روزہ معاف نہیں ہوئے مجھ جیسے سے جو آنجناب کے متوسلین میں سے کمترین درجہ کا ہے یہ حکم کیسے اٹھا لیا گیا اور زبان پر کلمۂ تمجید کا ذکر کرنے لگے اور اس راندۂ درگاہ (یعنی شیطان) کے وسوسہ سے نجات پائی۔ ان کا ہادی و مددگار بڑا رحم والا مہربان تھا اس نے شیطان کے شر سے آپ کو بچا کر راہِ ہدایت دکھا دی۔ وہ شیطانی تجلی آپ سے دور ہوئی۔ شیطان نے پھر پکارا کہ میں نے بہت لوگوں کو اس مقامِ عالی سے گمراہی کی پستی میں ڈال دیا مگر تمہارا ہادی خدا ہے اور محمد مصطفیٰ علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاعلیٰ تمہارے تائید کرنے والے ہیں، اس لئے تم پر میرا فریب کارگر نہ ہوا۔

اس کے بعد حضور میں شغل باطنی کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو مشغول (یادالٰہی میں) ہے وہی مقبول ہے اور جو غافل ہے وہ کب مُقبل ہے؟ (وہ کیسے قبول کیا جا سکتا) راقم کہتا ہے کہ کسی نے کیا خوب شعر کہا ہے کہ۔

ہر آں کو غافل از حق یک زماں است
دراں دَم کافر است اِمّا نِہاں است

[جو شخص ایک ساعت کے لیے بھی خدا سے غافل ہوا، وہ اس وقت کافر ہے اگرچہ اس کا کفر پوشیدہ ہے]

ونیز محبوب رعنا کی یاد کے بارے میں کتنا خوبصورت شعر نظم ہوا ہے کہ ۔

پس اَز سی سال ایں معنی مُحقق شُد بخاقانی

کہ یکدم باخدا بُودن بہ از مُلکِ سلیمانی

[تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ بات روشن ہوئی کہ ایک لمحہ کے لیے خدا کے ساتھ ہونا (یعنی اللہ کے سوا ہر ایک کا خیال باطن سے دور ہو جانا) ملک سلیمانی سے بہتر ہے]

اس کے بعد حضور میں مرشد کی اتباع کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ پیر رہبر کی مرضی کے خلاف کام نسبتِ باطنی کو خراب وابتر کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص میری اجازت کے بغیر نواب صاحب کے حضور خربوزہ لے گیا، اس کا باطن سیاہ ہو گیا۔ اس نے جانا نہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے، اپنے گناہوں کے لئے توبہ استغفار کیا مگر اسکا جب کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تو اس نے کہا کہ شیخ کی مرضی کے بغیر خربوزہ لے جانے کا جرم مجھ سے سرزد ہوا ہے، میں اس جرم سے توبہ کرتا ہوں۔ اسی وقت انبساط پیدا ہوا اور اس کی باطنی نسبت بدستور سابق ظاہر ہو گئی۔

یوم جمعرات تاریخ ۱۶ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میرے احباب (یعنی مریدوں) میں سے جس نے صبر و توکل اور قناعت و تقویٰ کی راہ اختیار کر لی اور حضور و جمعیت اور انوار و کیفیات سے اس کا قلب سرشار ہے تو میری طرف سے اسے طالبین کو بیعت کر لینے کی اجازت ہے اور جس میں (ان صفات یعنی) صبر و توکل وغیرہ میں فتور ہے، اس کے لیے لوگوں کو مرید کرنا اور بیعت لینا قصور کی بات ہے۔ اگرچہ وہ میرے اجازت یافتہ لوگوں میں سے ہی کیوں نہ ہو در حقیقت وہ میرا مجاز نہیں ہے۔

❀❀❀❀❀

یوم جمعہ تاریخ ۱۷ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

فدوی حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سیر آفاقی کا مطلب اپنے سے باہر انوار کا مشاہدہ کرنا ہے۔

اور سیر انفسی کے معنی اپنے ہی سینہ کے اندر انوار کا دیکھنا ہے۔ اس کے بعد اندراج النہایہ فی البدایہ کا تذکرہ آیا' تو فرمایا کہ اگر چہ اس عبارت کے معنی وسیع ہیں لیکن میرے نزدیک ایسا کچھ مقرر ہے کہ جس وقت دل کو حضور و جمعیت حاصل ہو جائے اور کیفیات و جذبات و واردات کا صدور ہونے لگے تو یہ اندراج النہایہ (یعنی سلوک کی منزلِ مقصود ہے اور یہ بات طریقۂ عَلّیہ نقشبندیہ میں ابتدا ہی میں حاصل ہو جاتی ہے)۔ فرمایا کہ دوسرے طریقوں کے اکابر قدس اللہ اسرارہم مقامات عشرہ یعنی صبر و توکل وغیرہم کے حصول کے بعد ہی حضور و آگہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ان حضرات (نقشبندیہ) نور اللہ مرقدھم نے کام کی بنیاد ابتدا ہی میں حضور و آگاہی پر رکھی ہے۔

اس کے بعد حضور عالی میں ان حضرات کرام کی اصطلاحات پر بات چلنے لگی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان اصطلاحات میں سے ایک ''سفر در وطن'' ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بری عادتوں (یعنی گناہ کی باتوں مثلاً جھوٹ وغیرہ) کو چھوڑ کر اچھی عادتوں اور اخلاقِ حسنہ کو اختیار کیا جائے۔ یعنی بے صبری سے صبر کی طرف دوڑنا اور بے قناعتی چھوڑ کر قناعت اختیار کرنا اور بے توکلی سے توکل کی طرف متوجہ ہونا اور اخلاق کے سنوارنے ہی کو سیر و سلوک کا حاصل کہا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف مکارم اخلاق کے تحصیل کی تاکید کرتی ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ. اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِی لِتَمَامِ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَکَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ.

[''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ پاکیزہ خصائل اور اچھے افعال کی تکمیل کروں۔]

راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ جب سلسلۂ نقشبندیہ کی اصطلاحات کا ذکر اس مقام پر آیا ہے تو مناسب یہ ہے کہ چند کلمات اس کے بارے میں لکھ دیئے جائیں۔ اس لئے تحریر کرتا ہوں کہ حضرت والا ہمیشہ ان اصطلاحات پر عمل کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے اور یہ عبارت جو میں لکھ رہا ہوں وہ پیر پیراں حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات قدسی آیات سے ماخوذ ہیں۔

جاننا چاہئے کہ سلسلۂ عُلیہ نقشبندیہ میں جو کلمات (بطور اصطلاح) رائج و مشہور ہیں وہ کل بارہؓ کلمے ہیں۔ ان میں سے ایک ''سفر در وطن'' ہے جس کا مطلب ''سیر انفسی'' ہے اور اسی کو جذبہ بھی کہتے ہیں، یہ اکابر اسی سیر سے (سلوک کی) ابتدا کرتے ہیں اور سیر آفاقی جس کا دوسرا نام سلوک ہے اسی سیر کے ضمن میں قطع کرتے ہیں اور دوسرے طرق میں سیر آفاقی سے شروع کر کے سیر انفسی پر انتہا کرتے ہیں لیکن ابتدا سیر انفسی سے کرنا اس طریق کا خاصہ ہے اور یہی معنیٰ ہیں اندراج نہایت در بدایت کے کہ سیر انفسی جو دوسروں کے لئے انتہاء ہے وہی ان اکابر (نقشبندیہ) کی ابتدا ہے۔ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیر انفسی خود اپنے میں آنا اور اپنے دل کے گرد گھومنا ہے۔ اسی معنیٰ کو کسی نے کہا ہے۔

ہم چو نابینا مبَر ہر سوئے دَسْت
باتو دَر زِیرِ گِلیم است ہَرچِہْ ہست

[اندھوں کی طرح ہر طرف نہ ٹٹولو جو کچھ بھی ہے تمہارے ساتھ کملی کے اندر ہی ہے]

دوسری اصطلاح:۔ ''خلوت در انجمن'' ہے یعنی انجمن میں جو کہ تفرقہ کا مقام ہے باطن کی راہ سے مطلوب کے ساتھ خلوت اختیار کرنا ہے کہ بیرونی تفرقہ اندرونی حجرہ (یعنی دل) میں بار نہ پاسکے۔

از بروں درمیاں بازارم
وز دروں خِلو تیست بایارم

[ظاہری طور پر تو میں بازار میں ہوں لیکن اندر سے اپنے یار کے ساتھ خلوت میں ہوں]

شروع میں تو یہ کیفیت تکلف کے ساتھ میسر ہوتی ہے (یعنی خاص طور سے اس کی مشق کرنی پڑتی ہے) اور آخر میں بلاتکلف حاصل ہو جاتی ہے۔

اور اس طریق میں جب یہ کیفیت ابتدا میں حاصل ہوتی ہے، اور اس کے حصول کے لئے ایک راہ بنادی گئی، جو اس طریق کی خصوصیات میں سے ہوگئی ہے لیکن یہ بات دوسرے طریق کے منتہیوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اسی معنی کے لیے کہا گیا ہے۔

اَز دُروں شَو آشنا وَ اَز بُروں بیگانہ باش
ایں چُنیں زَیبا صِفت کم می بُوَد اندَر جہاں

[اندر سے آشنا رہو اور باہر سے بیگانگی اختیار کرلو یہ عمدہ صفت دنیا میں بہت کم ہے]

ان اصطلاحات میں سے (تیسری اصطلاح:) ''نظر برقدم'' ہے یعنی راہ چلتے نظریں قدم پر رہیں اور محسوس کی جانے والی رنگارنگیوں سے پراگندگی نہ ہو تاکہ جمعیت کی راہ آسان ہو کیونکہ ابتدا میں دل نظر کا تابع ہوتا ہے اور نظریں بھٹکنے سے دل پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

بَہ چہ مشغول کُنَم دِیدَہ و دل را کہ مُدام
دل تُرامی طَلَبَدْ دِیدہ تُرا می خُواہَد

[دل اور آنکھیں کس کام میں مشغول رکھوں، کہ ہمیشہ دل تجھی کو ڈھونڈتا ہے اور آنکھیں تیری منتظر رہتی ہیں]

دارَمْ ہَمَہ جا باہمہ کَس درہمہ حال
در دِل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ تمام احوال میں (اپنے) دل میں تیری آرزو اور آنکھوں میں تیرا تصور رکھتا ہوں]

ان اصطلاحات میں سے (چوتھی اصطلاح) ''ہوش دردم'' ہے یعنی ہمیشہ نفس کا محاسبہ کرتا رہے تاکہ غفلت نہ ہونے پائے۔

ندانم چہ فسوں کردۂ کہ می بینم
زماں زماں بتو مائل نفس نفس مشتاق

[میں نہیں سمجھ پاتا کہ تو نے کیا جادو کیا ہے کہ میں ہر گھڑی تیری طرف متوجہ ہوں اور ہر سانس تیری مشتاق ہے]

تیسرا کلمہ تفرقہ کو دفعہ کرتا ہے جو آفاق سے اٹھتے ہیں اور چوتھا کلمہ انفس کے تفرقوں کو زائل کرتا ہے۔

ان اصطلاحات میں سے (پانچویں اصطلاح) ''یادکرد اور (چھٹی) یادداشت ہے۔

سالک جب تک طریقت اور محنت میں ہے اور حقیقت و ملکۂ حضور میں نہیں پہنچا ہے تو وہ مقام ''یادکرد'' میں ہے یعنی وہ ذکر جو اس نے اپنے شیخ سے لیا ہے۔ اس کی تکرار میں بہ تکلف مشغول رہتا ہے۔ تاکہ مرتبۂ حضور کو پہنچ جائے۔

سر رشتۂ دولت اے برادر بکف آر
ویں عمر گرامی بخسارت مگذار
دائم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ کار
میدار نہفتہ چشمِ دل جانبِ یار

[اے برادر! قیمتی مقصد حاصل کر اور اس عزیز عمر کو خسارہ میں نہ گزار (جس کا طریقہ یہ ہے کہ) ہر جگہ، ہر ایک کے ساتھ، ہر مشغولیت میں اپنی چھپی ہوئی دل کی آنکھ کو یار ہی کی جانب رکھ]

جب حضوری کی کیفیت دائمی ہو جائے اور اسی میں لذت ملنے لگے اور تکلف سے ہٹ کر ملکہ بن جائے جو کسی مانع سے زائل نہ ہو تو اسی کو ''یادداشت'' کہا جاتا ہے۔

دارم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ حال
در دل زتو آرزو و در دیدہ خیال

[ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ اور ہر حال میں دل تجھی کو یاد کرتا ہے اور آنکھوں میں تو ہی بسا ہوا ہے]

اور یادداشت کے دوسرے مطلب بھی ہیں جو اس سے کہیں بلند ہیں کہ اس رسالہ میں اس کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت خواجۂ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ذکر کا مقصد یہ ہے کہ محبت و تعظیم کے جذبہ کے ساتھ دل ہمیشہ اللہ کے حضور حاضر رہے۔

ان اصطلاحات میں سے (ساتویں اصطلاح:) ''بازگشت'' ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ نفی واثبات کے ذکر کے بعد یوں کہے کہ اِلٰھِی اَنْتَ مَقْصُودِی وَرِضَاکَ مَطْلُوبِی ''اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے''۔یعنی اس ذکر سے (بازگشت سے) ہر قسم کے خیال کی نفی کرنا ہے (خیال) اچھا ہو یا برا، تا کہ خالص (اللہ کی یاد حاصل) ہو سکے اور دل ماسوا سے صاف ہو جائے۔اگر اس ذکر سے اس کے دل کو اخلاص نصیب نہیں ہوتا تو مرشد کی تقلید کرتے ہوئے اس کلمہ کی تکرار کرے، تا آنکہ مرشد کے فیض سے اسے یہ اخلاص نصیب ہو۔

ان اصطلاحات میں سے (آٹھویں اصطلاح) ''نگہداشت'' ہے جس کو مراقبۂ خواطر سے تعبیر کرتے ہیں۔یعنی کلمۂ طیبہ کی تکرار کے وقت اس بات کی کوشش کرے کہ غیر (اللہ کے سوا کسی) کا خیال دل میں نہ آنے پائے۔ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ سالک کے لئے یہ مراقبہ و مجاہدہ ضروری ہے۔

تُرا یک پَند بَسُ در ہَر دو عالم
زِجانت بَرنیاید جُز خدا دَم

[تیرے لئے دونوں عالم سے ایک یہی نصیحت کافی ہے کہ تیرے جسم سے اللہ کی یاد کے ساتھ سانس نکلے]

انہیں اصطلاحات میں سے (نویں اصطلاح) ''وقوفِ قلبی'' ہے جس کا مطلب ہے کہ دل کی بیداری اور قلب کا حضور حق سبحانہ کے ساتھ ہو، اس طور پر کہ کبھی دل غافل اور غیرِ حق تعالیٰ میں مشغول نہ ہونے پائے۔پس سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے دل کا نگران رہے ذکر کے وقت اور دل کو ذکر اور اس کے مفہوم سے غافل نہ چھوڑے۔حضرت خواجۂ نقشبند قدس سرہ حبسِ نفس (یعنی سانس روکنے) اور عدد کی رعایت کو ضروری نہیں فرماتے لیکن وقوفِ قلبی کو اثناءِ ذکر

ورابطہ وغیرہ میں لازمی قرار دیتے ہیں۔ پس ذکر کا مقصد وقوف قلبی اور غفلت کا ازالہ ہے اور مذکور (اللہ) کا حضور (یعنی یاد) محبت و تعظیم اور خشوع و خضوع کے ساتھ دائمی ہو جائے۔

مانندِ مُرغے باش ہاں بر بَیضۂ دل پاسباں
کَز بیضۂ دل زایدَت مستی و شور و قہقہہ

[پرندہ کی طرح دل کے انڈہ پر بیٹھا رہ، پاسبانی رکھ، کہ بیضۂ دل سے مستی اور شور و قہقہہ میں زیادتی ہو]

رو بَر دَرِ دل بِنشیں کاں دِلبَرِ چہ گاہے
وقت سحرے آید یا نیم شبے باشد

[جا! اور دل کے دروازہ پر بیٹھا رہ، کہیں ایسا نہ ہو کہ دلبر آدھی رات کو یا سحر کے وقت آجائے]

اور ایک قول کے مطابق وقوف قلبی یہ ہے کہ دل کا نگراں اور اس کے حال سے واقف رہے اور اس کی طرف آنکھیں لگائے اور توجہ کیے رہے، ذکر ہی کے وقت نہیں (بلکہ ہر وقت) تاکہ تفرقہ اس میں راہ نہ پائے۔ اور ماسوا کے نقوش سے منقش نہ ہونے پائے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ دل کبھی بیکار نہیں بیٹھتا یا تو محبوب کی یاد میں مست رہتا ہے یا ماسوا کے خیال میں مگن۔ جب تک آدمی بیدار رہتا ہے تو حواسِ ظاہرہ (خمسہ) جو ایک طرح سے جاسوس ہیں دل کو دنیا کی خبریں پہنچاتے رہتے ہیں اور اس کو تفرقہ میں مبتلا رکھتے ہیں اور جب اھلِ قلب اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے گویا دل کے گرد اس توجہ سے حصار قائم ہو جاتا ہے اور پھر دنیا کی خبریں اس میں پہنچنے نہیں پاتیں، تب اس گھڑی دل اعلیٰ مقصد حاصل کرنے میں لگتا ہے۔ اس لئے بیکار رہنا اس کے لئے (ایک طرح سے) ناممکن سا ہے۔ جب اس طرف سے (یعنی خیال ماسوا سے) رکاوٹ ہو جاتی ہے تو (اللہ کی طرف) توجہ کرنے کے علاوہ اس کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ذکر اور توجہ کی حاجت نہیں ہوتی۔

کہتے ہیں کہ دل کو دشمن (غیر خدا) سے باز رکھو تو دوست (کے خیال) کو لانے اور

بلانے کی حاجت نہیں۔ آئینہ کے زنگ کو دور کردو، تو نور اس میں جھلکنے ہی لگے گا۔ حضرت والا سے سنا ہے کہ جس کسی کا دل ذکر قلبی سے متاثر نہ ہوتو اس کو ذکر سے باز رکھ کر صرف وقوف قلبی کی ہدایت کرو اور اس پر توجہ ڈالو تا کہ ذکر کو قبول کر لے۔

ان اصطلاحات میں سے (دسویں اصطلاح) ''وقوفِ عددی'' ہے اور وہ یہ ہے کہ ذکر نفی و اثبات کے اعداد جس طور پر کہ اس طریق میں مقرر ہے ان سے واقف رہے، تا کہ ہر سانس میں عدد طاق رہیں جفت نہ ہونے پائیں۔ یہ ذکر جب ایک سانس میں معتبرہ شرائط کے ساتھ اکیس عدد تک پہنچ جائے تو اس پر نتائج مرتب ہونے لگتے ہیں یعنی نیستی اور فنا کا یقین وغیرہ اگر ایسا نہ ہو تو یہ اس عمل کے بے فائدہ ہونے پر دلیل ہے چاہیئے کہ از سرِ نو اس عمل کو کمال تقویٰ اور اخلاص سے کرے تا کہ فائدہ حاصل ہو۔

ان اصطلاحات میں سے (گیارھویں اصطلاح) ''وقوف زمانی'' ہے یعنی اپنے اوقات کا محاسبہ کرنا۔ اگر اعمال خیر میں گزرے ہوں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور اگر زندگی کے اوقات نامناسب کاموں میں صرف ہوئے ہیں تو استغفار کرے اپنے حال کے مطابق۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن (نیکوں کی اچھائیاں بھی مقربین کی برائیاں ہیں۔)

ان اصطلاحات میں سے (بارھویں اصطلاح) ''سلطان الذکر'' ہے وہ یہ ہے کہ تمام بدن سے ذکر ہو اور ہر عضو دل کی طرح ذاکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جائے۔

ہر دم بہوائے تُست دَم ساز
ہر موئے زگیسوم بہ پرواز

[اے دوست! میں ہر دم تیرے ساتھ ہوں، میرے گیسو کا ہر بال تیری طرف پرواز کرتا ہے]

یوم ہفتہ تاریخ ۱۸ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

غلام قبلۂ انام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو چاہئے کہ

جب وہ زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر کرے تو ان باتوں کا خاص طور سے لحاظ رکھے کہ الفاظ صحیح ادا ہوں ان کے معانی پیش نظر رہیں، دل بیدار رہے، خیالات ماسوا نہ آنے پائیں اور توجہ صرف اللہ کی طرف رہے۔ ورنہ طریقت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اسم ذات اور نفی و اثبات بھی لحاظ معنی وغیرہ کے ساتھ کرے اور اس پر مرتب ہونے والے فیوض و برکات کا انتظار کرے۔

یوم اتوار تاریخ ۱۹ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت والا نے لطائف کے رنگ بیان فرمائے اور فرمایا کہ لطیفۂ نفس کا نور صبح کے مثل ہوتا ہے۔

یوم پیر تاریخ ۲۰ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ (کا پہلا جزو یعنی) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قرآن پاک کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور (دوسرا جزو یعنی) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی کلام ربانی میں سے ایک کلمہ ہے، اگر اس کا ورد اس لحاظ سے کریں کہ یہ کلام ربانی کی آیات ہیں تو اس سے ایک قسم کا فیض حاصل ہوتا ہے اور اگر اس کو یہ خیال کریں کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کے پڑھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور یہ کہ ہم مامور ہیں پیغمبر علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر کی طرف سے اس کے زبان سے پڑھنے اور دل سے اس کے معنی کی تصدیق کرنے میں تو اس سے دوسری نوعیت کا فیض حاصل ہوتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ پہلے معنی کے لحاظ سے (یعنی قرآن کی آیت شریفہ کا لحاظ کرتے ہوئے) اس کا پڑھنا جنبی کے لئے (یعنی وہ ناپاک جس پر غسل فرض ہوتا ہے) حرام ہے لیکن دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ ہر حالت میں خواہ جنابت ہو یا حدث (یعنی وہ ناپاکی جس سے صرف وضو کرنا ضروری ہوتا ہے) جائز ہے۔

و نیز فرمایا کہ کلمہ طیبہ کے دوسرے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ذکر لسانی یا قلبی عالم امر کے

لطائف میں ترقیات بخشتا ہے اور پہلے معنی کے لحاظ سے حقائق وکمالات میں پورا فائدہ پہنچاتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ کلمہ کا پہلا جزو جو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے تجلی صفات سے ناشی (یعنی پیدا ہونے والا ہے) اور دوسرا جزو کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے اس کا مبداء تجلی ذات ہے پس پہلے جزو سے جو فیض نصیب ہوتا ہے اس کا مبداء تجلی صفات ہے اور جزو آخر سے جو فیض آتا ہے اس کا مبداء تجلی ذات ہے (ان) دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کے انوار اور اسرار و فیوض میں بڑا فرق اور بے حد تفاوت ہے جسے دیدۂ بینا (بصارت والی آنکھ) عطا ہو جاتی ہے وہی مشاہدہ کر پاتا ہے۔

ونیز فرمایا کہ طالب کو چاہئے کہ ایک لحہ کے لئے بھی یاد مطلوب سے غافل نہ رہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

ایں شربتِ عاشقی است خُسرو
بے خونِ جگر چشید نتواں

[اے خسرو! یہ شربتِ عاشقی ہے جگر کا خون کئے بغیر اسے چکھ نہیں سکتے]

اور یہ بھی فرمایا کہ تجرید اور تفرید میں یہ فرق ہے کہ تجرید ظاہری تعلقات کے توڑنے کا نام ہے اور تفرید باطنی علائق کے توڑنے کو کہتے ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اس عبارت اِقْرَاءُ وا الْقُرْاٰنَ بِالْحُزْنِ فَاِنَّهٗ اُنْزِلَ بِالْحُزْنِ (کا معنی یہ ہے کہ) جب کلام پاک میں فاسقوں کا ذکر آئے تو غمگین ہونا چاہے کہ کہیں ہمارا حال بھی ویسا ہی نہ ہو جائے۔ اور جب مؤمنین کا ذکر آئے تو ڈرے کہ میں ایسا نہیں ہوں اور جب اوامر و نواہی کا ذکر آئے غمگین ہو کہ جیسا حکم دیا گیا ویسا مجھ سے نہیں ہو پاتا، اسی پر مزید قیاس کرنا چاہئے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ (بموجب حدیث) حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ (دنیا کی محبت ہی تمام گناہوں کی جڑ ہے) اور گناہوں کی اصل کفر ہے پس دنیا کی محبت کفر ہے جیسا کہ مولانا (رومؒ) فرماتے ہیں۔

اہلِ دنیا کافراں مُطلق اند — روز وشب در بَق بَق وَدرزَق زَق اند

[اہلِ دنیا کافر مطلق ہیں کیونکہ دن رات دنیا کی خرافات اور بے کار باتوں میں مبتلا ہیں]

یوم منگل تاریخ ۲۱ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مذہب حنفی والے کو چاہئے کہ (کتاب) موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاس رکھے کہ اس کتاب میں عجب کام کیا ہے کہ اپنے مذہب کی تائید میں صریح اخبار اور صحیح آثار (یعنی مستند احادیث اور صحابہ کے اقوال) درج ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) میں چار خصوصیتیں ہیں جنہوں نے ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دیا ہے۔ مذہب حنفی کی خصوصیت کتاب ہدایہ ہے کہ دوسرے مذاہب میں ایسی کوئی کتاب نہیں ہے اور مذہب شافعی میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ کہ عجب محقق گزرے ہیں۔ مذہب حنبلی میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو مقربین بارگاہِ الٰہی کے سرغنہ ہیں اور مذہب مالکی میں خود حضرت امام مالک کی ذاتِ گرامی، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یوم بدھ تاریخ ۲۲ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ مولوی کرم اللہ صاحب نے تیسری بیعت کی تجدید کی۔ حضرت والا نے ان کے حال پر بڑی عنائتیں فرمائیں اور خرقہ وکلاہ تبرک انہیں مرحمت فرمائی۔ اور ان پر خوب توجہ ڈالی اس کے بعد حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ کی مثنوی شریف کا درس شروع ہوا۔ جس میں طوطی اور سوداگر کی حکایت پڑھی گئی جب یہ اشعار آئے۔

ایں رَوا باشد وَفا اے دوستاں
مَنْ دریں حَبْس و شُما دَرْ بوستاں
یاد آرید اے مَہاں زیں مُرغ زار
یک صُبوحے درمیانِ مَرْغزار

[اے دوستو! کیا یہ مناسب ہے کہ میں اس قید میں ہوں اور تم باغوں میں (آزاد) ہو۔ (وفا کا تقاضہ تو یہی ہے) اے پرندوں میں معزز، ایک صبح چمن زار میں ہم کو بھی یاد کر لیا کرو]

حضرت والا نے بلند معارف اور عجیب حقائق (اس انداز میں) بیان فرمائے کہ حضرت مولانا کی نسبت کا ظہور ہونے لگا۔ جس سے حضرت والا بھی خوش ہوئے اور حاضرین مجلس پر بھی عجیب تاثیر واقع ہوئی کہ گریہ وزاری میسر آئی۔

یوم جمعرات، تاریخ ۲۳ رجب المرجب ۱۲۳۱ ھ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ مثنوی شریف کا درس ہونے لگا۔ احوالِ ظاہری و باطنی جو مشائخ پر وارد ہوتے ہیں ان کا ذکر آیا، اس وقت مولانا کا یہ شعر پڑھا گیا تھا کہ ؎

کو یکے مُرغے ضعیفے بیگناہ

دَر درونش صَدْ سُلیماں باسپاہ

[اگرچہ وہ بظاہر ایک کمزور و بے گناہ پرندہ تھا مگر اس کے باطن میں سینکڑوں سلیمان (بادشاہ) اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تھے]

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ عارف پر جب احوال بروز (انشراح و کشادگی کے احوال) کا ورود ہوتا ہے تو وہ (اپنے کو) اتنا بڑا محسوس کرتا ہے کہ زمین و آسمان میں (اپنی) نہایت وسعت کی وجہ سے نہیں سما سکتا۔ بلکہ زمین و آسمان ہی نہیں عرش و مافیہا اس کے قلب کے ایک گوشہ میں سما جاتے ہیں۔ پس سلیمان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اس کے دل میں کیا وقعت رکھیں گے۔ اور جب احوالِ کموں (یعنی نسبتِ فنا) کا ورود ہوتا ہے تو عارف اپنے کو ذرہ سے بھی کمتر پاتا ہے بلکہ اپنے کو بالکل ہی محسوس نہیں کر پاتا۔ اس کے بعد احباب (یعنی مریدین) پر توجہ ڈالنے میں مشغول ہو گئے۔ اور ایک شخص کو ہدایت فرمائی کہ اہل حلقہ کو پنکھا جھلو۔ اور ارشاد فرمایا کہ حضرت والا شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''بطور کشف کے ایک شخص کو دیکھتا ہوں جو اہل حلقہ کو پنکھا جھل رہا تھا۔ کہ ہر ایک کو توجہ کا جو فیض ملتا ہے، اس میں وہ بھی شریک ہے، اس لئے کہ اس کی ذات سے ہر ایک کو آرام پہنچ رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت شہید نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن اپنے مرشد سید السادات حضرت سید نور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آں حضرت خوش بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے وجہ دریافت کی تو حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ آج بہت سے پنکھے فقراء کے لئے

تقسیم کیے ہیں دیکھتا ہوں کہ اس عمل کی قبولیت کی وجہ سے جناب الٰہی سے بارش کی طرح فیوض اور برکات کا نزول ہو رہا ہے۔''

اسی مجلس میں یہ اشعار بھی زبان مبارک سے ادا فرمائے کہ ۔

مارا بغمزہ کشت و قضارا بہانہ ساخت
خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

[مجھے اپنی اداؤں سے مار ڈالا اور قضا یعنی موت کو بہانہ بنا دیا، خود تو میری طرف نہ دیکھا اور حیا کا بہانہ کر دیا]

رفتم بہ مسجدے پئے نظارۂ رخش
دستے برخ کشید و دعارا بہانہ ساخت

[اس کے رخِ زیبا کے نظارہ کے لئے میں مسجد میں گیا تو ہاتھوں کو چہرہ کے سامنے کر کے دعا کا بہانہ کر دیا]

دستے بدوشِ غیر نہاد از رہِ کرم
مارا چو دید لغزشِ پا را بہانہ ساخت

[رقیب کے شانہ پر از راہِ کرم ہاتھ رکھا اور مجھے دیکھ کر لڑکھڑانے کا بہانہ کر دیا]

زاہد نداشت تابِ جمالِ پری رخاں
کنجے گرفت و ترسِ خدا را بہانہ ساخت

[زاہد کو پری چہرہ حسینوں کے حسن و جمال کی خود برداشت نہ ہوئی اور گوشہ نشین ہو کر خدا کے خوف کو بہانہ بنا لیا]

یوم جمعہ تاریخ ۲۴ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

غلام قبلۂ انام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حلقہ میں بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نوّر اللّٰہ مرقدہٗ (اللہ ان کی قبر کو انوار

سے روشن کرے) کے مزار پرانوار سے نور کی ایک چادر سی تمام حلقہ پر چھا گئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک دن عالمِ مشاہدہ میں دیکھا کہ قریب قریب دو مزار واقع ہیں۔ایک مزار پرانوار حضرت نظام الدین اولیا کا ہے اور دوسرا حضرت شہید عطر اللّٰہ ارواحھما (اللہ تعالیٰ ان دونوں (حضرات) کی ارواح طیبہ کو معطر فرمائے) کا ہے۔پس ایک لباس میرے سامنے لایا گیا تو میں نے سمجھا کہ یہ حضرت نظام الدین قدس سرہٗ کی طرف سے عطیہ ہے اور مجھ سے پوچھا گیا کہ تمہارے پیر نظام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے پیر مرزا مظہر ہیں۔پھر کہا گیا کہ تمہارے پیر نظام الدین ہیں۔میں نے عرض کیا کہ مرزا مظہر ہیں۔تیسری بار کہا گیا کہ تمہارے پیرِ صحبت حضرت نظام الدین ہیں۔تو میں خاموش ہوگیا (مطلب یہ تھا کہ) اگر میں ان کی پیری کا اقرار کرلیتا تو وہ لباس مجھے پہنا دیا جاتا۔

اس کے بعد اسی درمیان ایک مغربی آدمی حضرت کا نام نامی سن کر منزلیں طے کرتا ہوا بغداد کی راہ سے مولانا خالد رومی سلمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہوا حضور والا میں حاضر ہوا۔اور اس دیار میں حضرت والا کے رشد و ہدایت کے شہرہ کا تذکرہ کیا کہ تقریباً ایک لاکھ اشخاص نے طوقِ ارادت گردنِ اخلاص میں ڈالی ہے اور مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ایک ہزار تبحر عالِم داخل طریقہ ہوکر دست بستہ مولانا کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے یہ باتیں سن کر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی مسرت وخوشی نہیں ہوئی فخر کرنے کا کیا ذکر کہ مسرّت مقدم ہے افتخار پر (یعنی خوشی اس اعتبار سے نہیں ہوئی کہ اتنے ہزار ہا ہزار داخل سلسلہ ہوکر حضرت شاہ غلام علیؒ کا نام مشہور کرنے کا سبب ہوئے، ورنہ مطلقاً اہل طریقت کا کثیر تعداد میں وابستہ ہونے اور مرتبہ اخلاص کے حاصل کرنے سے شیخ کو کیوں نہ خوشی ہوگی کہ بندگان خدا اپنے رب کی یاد میں خلوص کے ساتھ مشغول ہیں)۔اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ رحمٰن کے بندے تو زمانہ میں بہت ہوتے ہیں لیکن عباداللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبادت گزار بندے) بہت کم ہیں، جن کی عبادت و بندگی محض (خالص) اللہ کی ذات کے لئے ہو، نہ اس لیے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ رزق دیتا ہے اور

پرورش فرماتا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں سے مشرف فرماتا ہے۔ برخلاف پہلے طبقہ کے (یعنی عباد الرحمٰن کا طبقہ) کہ وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی بوجہ اس کی صفاتِ کاملہ کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں چنانچہ عبداللہ و عباد الرحمٰن کے درمیان کتنا فرق ہے۔ پھر فرمایا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں عبداللہ ہوں حالانکہ ادہر کچھ عرصہ سے مجھ پر عبداللٰہیت کا ظہور ہو رہا ہے۔

یوم ہفتہ تاریخ ۲۵ رجب المرجب ۱۴۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ دنیا کے تمام فرقوں میں سے کوئی فرقہ ضلالت کی راہ پر نہیں پڑا بلکہ راہِ ہدایت ہی اختیار کیے ہوئے ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے اور اپنے اس قول کی تائید اس آیۂ کریمہ سے کی ہے کہ وَمَامِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔
(سورۂ ھود آیت: ۵۶)

[کوئی جاندار ایسا نہیں جسے اس نے پیشانی سے نہ پکڑ رکھا ہو، بیشک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے]

اور اسی معنی میں مولانا روم فرماتے ہیں کہ ؎

پس بَدی مُطلق نہ باشد دَر جہاں
بَد بہ نِسبت باشد ایں راہم بِداں

[دنیا میں برائی بالکل نہیں ہے، یہ بھی سمجھ لو کہ برائی کسی کی طرف نسبت دینے سے ہوتی ہے]

اور حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

پیرِ ما گفت خطا در قلم صُنع نہ رَفت
آفریں بر نظر پاک خطا پوشش باد

[ہمارے پیر نے کہا کہ صُنع (خدا کی کاریگری) میں خطا ہے ہی نہیں، تو عیبوں کو ڈھانپنے والی اس کی پاک نگاہ پر صد آفریں]

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جو کچھ ہم پر اور ہمارے پیروں پر منکشف ہوا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

یوم اتوار تاریخ ۲۶ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

فدوی محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے چند عنایت نامے ایک مولانا خالد رومی سلمہ اللہ سبحانہٗ کے لئے، دوسرا مرزا رحیم اللہ کے نام اور تیسرا حاجی عبدالرحمٰن کے نام ارقام فرمایا۔ پہلے والے خط کا مضمون یہ ہے کہ ''تمہارے علاقہ میں معاملۂ ارشاد کا سن کر دل کو مسرت ہوئی لیکن چاہئے کہ مریدوں کے آنے اور لوگوں کے جمع ہوتے رہنے پر فخر نہ کریں اور انکسار و نیستی کو ہر لمحہ و ہر لحظہ اپنے پیش نظر رکھیں، مخلوق کا رجوع اور رشد و ہدایت کی کثرت پیرانِ کبار کی توجہات اور ان کی امداد کا نتیجہ سمجھیں اور ہمیشہ پیروں کی جانب متوجہ اور ان کی عنایات کے امیدوار رہیں۔ والسلام۔''

دوسرے مکتوب کا مضمون جو مرزا رحیم اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام تحریر فرمایا یہ تھا کہ ضروری ہے کہ جو طالب سامنے آئے اور رجوع کرے اس کو تلقین کرتے رہیں۔ رشد و ہدایت میں کسی کی خصوصیت نہیں کرنی چاہئے، جتنے طالب ہیں وہ سب دوست ہیں خواہ مست ہوں یا ہوشیار والسلام۔

اور تیسرے مکتوب کا مضمون جو حاجی عبدالرحمٰن حسن سلمہٗ اللہ تعالیٰ کو تحریر فرمایا تھا یہ ہے کہ ''اپنی باطنی ترقیات اور طالبین کے رجوع اور ان کی ترقیات کے حالات برابر لکھتے رہا کریں۔ والسلام۔''

یوم پیر تاریخ ۲۷ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے جناب الٰہی میں گڑگڑاتے ہوئے خشوع و خضوع کے ساتھ ذوق و شوق کے غلبہ کے عالم میں یہ شعر پڑھا۔

قافلہ شُد واپسیٔ ما بہ بیں　　اے کسِ مابیکسی ما بہ بیں

[قافلہ واپس ہوگیا، میری بے حالی دیکھ، اے میرے دوست! میری بیکسی دیکھ]

اس کے بعد اولادِ آدم کے سردار، عالم کے تاجدار مسلمین کے لئے وجہِ افتخار، رب العالمین کے محبوب، گناہگاروں کے شفیع، خاتم النبیین علیہ افضل صلوٰۃ المُصَلّین (آپ پر درود بھیجنے والوں کی بہتر درود نازل ہو) کا پاک تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے بار بار قصیدۂ بردہ کا یہ شعر پڑھا۔

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

[وہ ایسا حبیب ہے جس کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے ہر پیش آنے والے ہولناک اور پُراضطراب لحات میں]

یوم منگل تاریخ ۲۸ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے میر قمر الدین سمرقندی سے ارشاد فرمایا کہ کوشش کرو کہ اس ذات کے اسرار جو مسجود خلائق ہے تم پر اتنے غالب ہو جائیں کہ خود کو مسجود خلائق دیکھنے لگو۔ اس کے بعد دام اللہ شیرازی سمرقندی سے فرمایا کہ جناب الٰہی میں اس قدر گڑگڑاؤ اور اتنی سعی و کوشش کرو کہ ''انا'' کی فنا حاصل ہو جائے اور عین و اثر زائل ہو جائے اور پھر زوال عین و اثر کے معنی بتائے کہ عین کا زوال یہ ہے کہ اپنے اوپر انا (یعنی میں) کا اطلاق دشوار سمجھیں یعنی یہ نہ کہہ سکیں کہ ''میں ہوں''۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ ''انا الحق'' کہنا آسان ہے اور انا کو توڑنا مشکل ہے اور زوالِ اثر کے معنی یہ ہیں کہ اپنی صفات میں سے کوئی صفت نہ دیکھے۔

یوم بدھ تاریخ ۲۹ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ علماء، عالم کے ساتھ حق سبحانہ کی معیت کو علمی کہتے اور صوفیاء نے معیتِ ذاتی قرار دی ہے۔ اور میں جب طالبین کو مراقبۂ معیت کی تلقین کرتا ہوں تو اس طور سے کہتا ہوں کہ یوں خیال کرو کہ ''ہم جہاں بھی ہوتے ہیں وہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔'' اس بڑی شان والے کی معیتِ ذاتی و علمی کے جھگڑے میں مت پڑو۔

اس کے بعد حضور میں کفرِ طریقت کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس مَشرب والے اربابِ توحید وجودی ہیں، جو دین و دنیا سے گزرے اور خودی سے چھٹکارا پائے اور جامِ وَحدت پئے ہوئے ہیں۔ انہیں کے سرگروہ حسین بن منصور حلاج قدس سرہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ
لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

[میں نے اللہ کے دین سے انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک ضروری ہے حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک بہت برا ہے]

اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

بَہر چہ از دوست وا مانی چہ کفراں حَرف چہ ایمان
بہر چہ اَزیار دور اُفتی چہ زَشت آں نقش چہ زیبا

[جس چیز کی وجہ سے دوست چھوٹ جائے وہ کفر ہو یا ایمان، سب برابر ہے اور جس نقش ونگار سے یار کو ناگواری ہو وہ برا ہو یا پسندیدہ، سب برابر ہے]

اور جو لوگ محفل میں حاضر تھے ان سے دریافت فرمایا کہ اس شعر کا مطلب بتاؤ۔ کفر کے سبب سے تو مطلوب کے حاصل کرنے سے رک سکتے ہیں یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اسلام کے سبب سے کیسے باز آسکتے ہیں؟ حاضرین مجلس خاموش رہے۔ تو حضرت والا نے فرمایا کہ بسبب ایمان کے مطلوب سے باز آنا اس طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ سالک کو ابتدائے احوال میں جب حضور مع اللہ حاصل ہوتا ہے تو نوافل و تلاوت سے بھی اس میں فطور اور خلل واقع ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ تلاوت اور ادائے نوافل ایمانیات میں سے ہیں۔ پس سالک کو چاہئے کہ اس وقت اس کیف حضور ہی میں مشغول رہے اور تلاوت و کثرت نوافل سے باز رہے جو مانع حضوری ہے اور حضرت والا نے اس وقت یہ شعر بھی پڑھا کہ۔

صَید تو بمِنقارِ وَفا برکَنَد از بال
ہر پَر کہ نہ آشیفتۂ دام تو باشد

[تیرا شکار وفا کی چونچ کے ذریعہ اپنے بازو سے ہر وہ بال و پر اکھاڑ پھینکتا ہے جو تیرے دام کے لائق نہیں ہوتا]

اس کے بعد حضور پر نور میں تکرار بیعت کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو متعدد شیوخ سے بیعت کرنا جائز ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیعت مصافحہ کی ہے اور ظاہر ہے کہ صحابہ نے خلفاء راشدین کے دست حق پرست پر جو بیعت کی ہے وہ آخرت کے بنانے وسنوارنے ہی کے لئے کی ہے دنیا کے لئے نہیں۔ بس اسی سے معلوم ہوگیا کہ طریقت میں تکرار بیعت جائز ہے۔

اس کے بعد حضور میں واردات کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وارادت کو دوسرے صوفیا، 'روح القدس' اور 'واردات حق' کہتے ہیں اور نقشبندیہ 'وجودِ عدم' سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کا مطلب فیضانِ الٰہی جل سلطانہ' کا ورود ہے اور حب سالک پر (فیض) وارد ہوتا ہے تو اس کو لاشی اور محو کردیتا ہے (یعنی مٹا دیتا ہے) اور جب واردات کی کثرت ہوتی ہے تو سالک ہر وارد پر فنا ہو جاتا ہے لیکن مراد یہ ہے کہ ان واردات کا ورود متواتر بلکہ پے در پے ہوتا ہو۔ چنانچہ اس طریقۂ عالیہ کے اکابر فرماتے ہیں کہ۔

وَصلِ اعدام گر توانی کَرد
کارِ مردانِ مَرد وانی کَرد

[اگر تو عدم سے وصل چاہتا ہے تو ہمت والے دلیر لوگوں جیسے کام کر]

اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن جناب سرورِ کائنات علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کو میں نے مشاہدہ میں دیکھا کہ تشریف فرما ہو کر مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرا نام عبداللہ ہے اور عبدالمؤمن بھی۔

یوم جمعرات تاریخ یکم شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

فِدَوِی قُطبِ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید نے فرمایا تھا کہ

جب شعبان المعظم کا مہینہ دیکھا جاتا ہے (یعنی مہینہ شروع ہوتا ہے) تو برکات رمضان المبارک کا ہلال طلوع ہونے لگتا ہے اور جب شعبان المعظم کا مہینہ نصف کو پہنچتا ہے تو وہ ہلال بدر کامل ہوجاتا ہے اور جب شعبان کا مہینہ اخیر کو پہنچتا ہے اور رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے، تو وہ برکتوں کا ہلال جو بدرِ کامل ہوا تھا۔ آفتاب کی طرح ضو پاشی کرنے لگتا ہے۔

اس کے بعد حضور میں ان صوفیائے زمانہ کا جو سماع و رقص میں مشغول رہتے ہیں اور توحید وجودی کو اپنا مذہب قرار دیا ہے، ان کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس زمانہ کے صوفیا جو لہو ولعب اور غنا ورقص میں مشغول رہتے ہیں اور توحیدِ خیالی کو اپنا وطیرہ بنایا ہے، خود کو اکابرین توحیدِ حالیہ (صحیح مشاہدات وحقیقی جذبات والے اکابرین کے مثل) سمجھتے ہیں اور بے تحاشہ ان کے کلمات بولتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کفر والحاد میں وہ گرفتار ہیں۔ میں ان کے مذہب سے بے زار ہوں، وہ لوگ مجھے علماء ظواہر میں شمار کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ صوفیا کا طریقہ (دراصل) اتباعِ سنتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا طریقہ ہے۔

آں ایشا نند من چنینم ہر دم

[وہ، وہ ہیں، میں ہمیشہ ہی ایسا ہوں]

یوم جمعہ تاریخ ۲ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا صوفی کو چاہئے کہ جلوت سے پرہیز کرے اور خلوت اختیار کرے۔

قعرِ چہ بگزید ہر کو عاقل است
زانکہ درخلوت صفا ہائے دل است

[جو کوئی عاقل وہوشیار ہوتا ہے وہ کنویں کی گہرائی تلاش کرتا ہے (یعنی گوشۂ تنہائی اختیار کرتا ہے) کہ دل کی صفائی خلوت میں میسر ہوتی ہے]

یوم ہفتہ تاریخ ۳ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا۔

دَر پَسِ آئنہ طوطی صِفَتم داشتہ اند
آنچہ اُستادِ اَزل گفت بِگو مِیگویم

[مجھے آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح بنا کر رکھا ہے۔ جو کچھ استادِ ازل کہتا ہے کہ کہو میں وہی کہتا ہوں]

اس کے بعد بلندتر معارف وحقائق بیان فرمائے۔

ایک شخص نے اپنا خواب عرض کیا کہ جناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات کو میں نے خواب میں دیکھا'' حضرت والا نے فرمایا کہ زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میسر ہونا خواب میں چند وجوہ سے ہے۔ ایک یہ کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا (یعنی اس طرح سنت پر عمل کیا کہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو) یا بدعت سے پرہیز کیا، یہی عمل مجسم بن کر خواب میں نظر آگیا یا۔ یہ کہ جو عبادت جناب الٰہی میں مقبول ہوگئی وہ حسینِ صورت میں متشکل (یعنی صورت پذیر) ہو کر خواب میں دکھائی دی اور اس زمین وآسمان کے سردار اور انس وجان کے تاجدار علیہ صلوات اللہ الملک الرحمان کا حلیۂ مبارک اور شمائل مقدس جو کتب احادیث میں لکھا ہوا ہے، اگر کوئی شخص اسی قدِ زیبا اور قامت دلربا اور چشم سرگیں اور جبین مبین اور ابرو خمدار، قوس وہلال دار، مژگانِ دراز اور جلوۂ ناز کا بعینہٖ مشاہدہ کرے اور اپنی اصل سعادتِ دارین کو دیکھے، تو گویا اس محبوب انس وجان کے نظارۂ جمال جہان آرا سے اپنے دریدہء دل کو فیضیاب کرلیا، حق ہے کہ واصلِ زمرۂ۔ ''من رَانِی فَقَدْ رَاَی الحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَتَمَثَّلُ بِی.'' (یعنی اس گروہ میں شامل ہوگیا جن کے لیئے ارشاد ہوا ہے کہ ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، بے شک شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔'')

یوم اتوار تاریخ ۴ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام اس قبلۂ انام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے مرشد ہادی حضرت شہید نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْدُ فرماتے تھے کہ ایک شب جناب محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْاَعْلٰی کو خواب میں دیکھا اور اس طرح پر آنحضور کی زیارت سے مشرف ہوا کہ خود کو آپ ہی کے بستر پر پایا، اس قرب کے ساتھ کہ درمیان میں کوئی فصل وحجاب نہیں تھا اور جو نوازشیں اس حقیر پر ہوئیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ اور اس کثیر البرکت صحبت کا اثر عرصہ تک اپنے میں پایا۔

یوم پیر تاریخ ۵ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

فدوی محفل پاک میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محی الدین ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے کلام میں تطبیق کی ہے اور توحید وجودی و توحید شہودی کو محض لفظی نزاع قرار دیا ہے۔ وہ (شاہ ولی اللہؒ) بڑے بزرگ شخص تھے اور انہوں نے نیا طریقہ نکالا ہے۔ لیکن اس مقام پر ان سے غلطی ہوگئی ہے (کیونکہ) حال کو قال سمجھ کر علمی گفتگو میں معارف کشفیہ کو لاکر مطابقت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان دونوں مقامات میں بڑا اور کھلا ہوا فرق ہے۔ جن حضرات کو حضرت مجدد کے معارف سے کچھ حصہ ملا ہے انہوں نے برملا دیکھا ہے کہ توحیدِ وجودی ابتداء احوال میں یعنی لطیفۂ قلب کی سیر میں ظاہر ہوتی ہے اور لطیفۂ نفس کی سیر میں توحید شہودی کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی کے معارف ان دونوں مقامات سے آگے ہیں (یوں سمجھنا چاہئے کہ) حضرت محی الدین ابن عربی کے معارف کی حیثیت اگر ایک قطرہ کی سی ہے تو حضرت مجدد کے معارف ایک سمندر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

چہ نسبت است بکُوہ آسمانِ عالی را

[پہاڑ کو بلند آسمان سے کیا نسبت]

اگر حضرت محی الدین ابن عربی حضرت مجدد کی حیات طیبہ میں بقید حیات ہوتے اور ان معارف کو سنتے تو سمجھتے اور ان سے مستفید ہوتے۔

حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ بے نہایت ہے حد نہیں رکھتا۔ اس لئے کسی کی مجال نہیں کہ اس پاک بے نیاز کی انتہا کو پہنچ سکے۔ وہ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے [یعنی جس بلند مرتبہ تک عقل بشری یا ادراک انسانی پہنچ سکے وہ پاک بے نیاز اس سے بھی آگے ہے]

اے اَوّلِ تو وَرائے اوّل

حَیراں زَ توانبیاءُ و مُرسَل

[اے وہ ذات جو سب سے پہلے ہے! تو حدِ اول سے بھی پہلے ہے۔ یعنی ہمارے فہم جس حد کو پہنچیں تو اس سے بھی قبل ہے، تیری شان کو سمجھنے میں انبیاء ورُسُل بھی حیران ہیں]

ہر شخص اپنے حوصلہ ومقدرت کے مطابق اس کی بارگاہ کی جانب لپکا ہے اور اپنی استعداد اور اپنی بساط بھر اس سے پایا ہے لیکن اس کی حقیقت تک کوئی پہنچ نہیں سکا۔

دور بینانِ بارگاہِ اَلَست

غیر ازیں پَیْ نَبُردہ اند کہ ہست

[بارگاہِ الست میں دور تک دیکھنے والے اس سے زیادہ نہ جا سکے کہ ''وہ ہے'']

یوم منگل تاریخ ۶ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ فقر چند اعمال کا نام ہے جن پر عمل کرنا سالک کے لئے ضروری ہے۔ نہ کہ فقر نام ہے علم سلوک ومراقبات کا جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہ وہ خزانہ ہے جسے سینہ میں رکھنا چاہئے وہ علم نہیں جسے سفینہ میں لکھا جائے۔

اس کے بعد حضور میں ولی کی ولایت کا ذکر آیا کہ اس جہانِ فانی سے انتقال کرنے کے بعد اس ولی کی ولایت باقی نہیں رہتی سوا چند مقامات کے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ولایت (واو

کے) زیر کے ساتھ جس کے معنی تصرف کے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ باقی رہتی ہے یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے اکابرین کی ولایت باقی رہتی ہے چنانچہ حضرت غوث الاعظم، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند، حضرت خواجہ معین الدین اور دوسرے بزرگان علیہم الرضوان کے تصرفات آج تک زمین و زمان میں جاری اور نمایاں ہیں۔

یوم بدھ تاریخ ۷ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

محفلِ فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس طریقۂ شریفہ نقشبندیہ میں مجاہدات و ریاضات اور چلہ کشیاں نہیں ہیں۔ اس طریقہ کے بڑوں نے اوراد و وظائف کچھ مقرر نہیں کئے ہیں۔ ان کا عمل بس سنت مصطفویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ و التحیہ پر ہے اور ناپسندیدہ بدعات سے بچنے پر ہے۔ لہٰذا ان کے طریقہ میں ذکر جہر و سماع اور وجد و تواجد اور آہ و نعرہ نہیں بلکہ خاموش بیٹھ کر قلب کی جانب متوجہ رہنا ہے اور ذکرِ خفی کی مداومت میں مشغول رہنا اور سانس کے شمار کے ساتھ نفی و اثبات کرنا ہے۔ نہ کہ حبس نفس (یعنی سانس روکنا) کیونکہ یہ ہنود کا طریقہ ہے جو کان اور ناک کو روئی سے بند کر کے حبسِ نفس دماغ میں کرتے ہیں۔

اور یہ حضرات سانس کو زیر ناف روک کر خیال ہی میں ناف کے نیچے سے کلمہ لَا کو کھینچ کر دماغ تک پہنچاتے ہیں اور کلمہ اِلٰہ کو دماغ سے دائیں شانہ تک لاتے ہیں اور کلمہ اِلَّا اللّٰہ کو دایں شانہ سے کھینچ کر قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔ اس طور سے وہ سب لطائف جو سینہ میں واقع ہیں اسی ضرب کے ضمن میں آجائیں اور جب سانس میں تنگی پیدا ہوتی ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں لیکن ہر سانس میں عددِ طاق کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور جب سانس کو ناک کے ذریعے چھوڑتے ہیں تو اسی سانس کے ساتھ کلمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ قلب کے مقابل اس طرح ملحوظ رکھتے ہیں کہ گویا یہ کلمۂ مبارک دل میں داخل ہو کر ہر رگ و پے میں سرایت کرتا ہے۔

❀❀❀❀❀

یوم جمعرات تاریخ ۸ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں طالب کو پہلے عالم امر کے پانچ لطیفوں پر الگ الگ توجہ ڈالتا ہوں اور جب ان کا تصفیہ ہو جاتا ہے تو لطیفۂ نفس پر القائے نسبت کرتا ہوں اور ان پانچوں لطائف کو بھی جن میں سے ہر ایک چراغ کی طرح روشن ہوتا ہے جمع کر کے ایک مشعل بنا کر اڑاتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا ۔

تا یار کرا خواہد و مَیلش بکہ باشد

[نہ جانے محبوب کس کو چاہے اور کس پر مائل ہو]

یوم جمعہ تاریخ ۹ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ السامی کا درس ہو رہا تھا۔ دو سو ساٹھواں مکتوب پڑھا گیا جو حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرضوان کو لکھا گیا تھا، جس میں اس طریق کا ذکر تھا جس میں انہیں ممتاز درجہ حاصل تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ جو معارف حضرت نے بیان فرمائے ہیں امت میں سے کسی ایک نے ایسا بیان نہیں کیا ہے اور جن اسرار کے موتیوں کو سلک تحریر میں پرو دیا ہے اصحاب معرفت میں سے کسی نے بھی معرفت کے ایسے موتی نہیں پروئے ہیں۔ ان کا کلام بمنزلۂ وحی آسمانی کے ہے اور ان کا بیان رموز ربانی کی تشریح ہے اور انہوں نے جو مقامات بیان فرمائے ہیں اور جن مکاشفات کی راہ طے فرمائی ہے ان پر ہزاروں طالبین کو چلایا ہے نہ یہ کہ دو ہی ایک لوگوں نے ان اسرار سے واقف ہو کر اس کی شہادت پر زبان کھولی ہو بلکہ ایک جہاں کو ان نئے نئے معارف سے سرفراز فرما کر اپنا ثنا خواں بنا دیا اور ایک عالم کو ان جدید مقامات سے واقف کر کے اپنا مداح کر دیا ہے ۔

نہ مَنْ براں گُل عارض غَزَل سرائم و بس

کہ عَنْدلیب تُوازْ ہر طرف ہزار انَدْ

[میں ہی ایک اکیلا اس گلِ عارض پر غزل سرا نہیں ہوں۔ بلکہ ہزاروں بلبل تجھ پر فریفتہ ہیں]

یوم ہفتہ تاریخ ۱۰ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس طریقۂ عالیہ میں پانچ چیزیں بطور بنیاد قرار دی گئی ہیں:

ایک، سالک کی توجہ دل کی جانب۔

دوسری، دل کی توجہ خالق آب و گل کی جانب۔

تیسری، غافل کرنے والے خیالات سے بچنا۔

چوتھی، ذکر میں ہمہ تن مشغولیت۔

پانچویں، اس بات کا دل میں جمانا کہ خداوندا! میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا، میرے وجود کو اپنی محبت و معرفت کا مرکز بنادے۔

پس جو شخص ان پانچ باتوں کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے ہو، اسے یہ پانچ باتیں حاصل ہوگئیں اور جسے یہ پانچ خوبیاں حاصل ہیں وہی مطلوب حقیقی کا واصل ہے۔ (وہ پانچ نتائج یہ ہیں):

پہلا، اس کے لطائف ذکر سے ذاکر ہوں گے۔

دوسرا، جمعیت اور بے خطرگی حاصل ہوگی۔

تیسرا، اس کا دل حضرت حق کی طرف مائل و متوجہ ہوگا۔

چوتھا، فوق کی طرف لطائف میں جذب و کشش پیدا ہوگی۔

پانچواں، واردات حق سبحانہ، اس کے دل پر وارد ہوتے رہیں گے۔ جسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔

تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

[دیکھیں کہ یار کس کو چاہتا ہے اور کس پر مائل ہوتا ہے]

❀❀❀❀❀

یوم اتوار تاریخ ۱۱ شعبان ۱۴۲۳ھ ہجری

حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کا درس ہو رہا تھا۔ حضرت والا نے ایسے ایسے اسرار و رموز بیان فرمائے کہ حاضرین مجلس پر حضرت والا کے بیان سے عجیب اضطراب و بے تابی پیدا ہوئی کہ سب پر گریہ وزاری طاری ہوگئی۔ حضرت والا قلبی وروحی فداہ نے کمال شوق الٰہی میں ایک آہ اپنے دلِ فیض منزل سے کھینچی اور فرمایا کہ آہ! اگر اپنے شوق کی کیفیت کا ایک شمہ بھی بیان کردوں تو سامعین کے ہوش اڑ جائیں اور ان پر بیہوشی کا غلبہ ہو جائے اور سننے والوں کے حواس بجواسی میں مُبدّل ہو جائیں۔ افسوس! افسوس! ہجر کے آنسوؤں کے دریا میں حسرت و آلام کا سیلاب آیا ہوا ہے اور اشک مفارقت کا گرداب حیرت و اوہام کے موجوں میں دلِ بیقرار کو سیماب وار بنائے ہوئے ہے۔ چونکہ وہ دیدار سے محروم ہے کیسے مسرور ہو اور وصل جویاں آنکھیں (وصل چاہنے والی آنکھیں) جو رنج و فراق میں اشکبار ہیں کس حال میں شاداں ہوں۔

بچہ مشغول کُنَم دیدۂ دل را کہ مُدام
دل تُرامی طَلَبَدْ دیدہ تُرامی خُواہَد

[دل کی آنکھوں کو کس طرف لگاؤں کہ ہمیشہ دل تجھے ڈھونڈتا ہے اور آنکھیں تیری منتظر رہتی ہیں]

اور جانِ حزیں جو غمِ فراق میں مبتلا ہے وہ کس طرح سے تسکین پائے، افسوس کہ صوری (ظاہری) ملاقات جو کہ ناممکن ہے، اس لئے دستِ تمنا اٹھا کر محض وصل کے خیال ہی سے دل کو تسلی دیتا ہوں (اور خیال ہی کے عالم میں) آنکھ کی پتلیوں کو پلکوں سے جدا کر کے اس نازنین کے پائے نازک پر رکھے ہوئے ہوں۔ اور انہیں ملتا ہوں اور روتا ہوں۔ مؤلف (شاہ رؤف احمدؒ) کہتا ہے۔

ملی ہے قیس تصوّر میں بھی جو لیلےٰ سے
ملی ہے مَرْدُمکِ چشم کو کفِ پا سے

کبھی (عالمِ خیال میں) اس قامتِ سراپا قیامت پر اپنے کو نچھاور کرتا ہوں اور کبھی اس صورت سراپا آفت کو خیال کے پردہ پر لا کر سینکڑوں عجز و نیاز کے ساتھ جان اس پر قربان کرتا ہوں۔

بہ دلِ تصور روزِ وِصال باندھ کے ہم
بلائیں لیتے ہیں کیا کیا خیال باندھ کے ہم

یوم پیر تاریخ ۱۲ شعبان ۱۴۳۱ھ ہجری

فدوی محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ عارف وہی ہے جسے جو بھی مرحلہ پیش آئے خواہ لطف و عطا کا ہو یا جور و جفا کا اسے فعلِ خداوندی ہی سمجھے۔ عارف اور متعرف کے درمیان یہی فرق ہے کہ عارف پر خواہ عطا کی بارش ہو یا زدوکوب کی یورش بلا تامل کرشمۂ خداوندی سمجھتا ہے۔ اور متعرف ان حالات کو غور اور فکر کے ساتھ خدا کا فعل سمجھتا ہے۔ ہر وہ شخص جو طرح طرح کے حالات اور واقعات میں جو خواہ یکساں ہوں یا مختلف ہوں (مثلاً ضرر و نفع، عطا و منع، قبض و بسط، ضار و نافع، معطی و مانع، قابض اور باسط (ان تمام حالات و واقعات میں) حق تعالیٰ ہی کو دیکھے اور جانے بلا توقف اور بغیر ارادہ کے اسی کو عارف کہیں گے اور اگر اول اول اس سے غافل ہوا اور پھر متوجہ ہو جائے یعنی بتکلف ایسا سمجھے اور وسائط و روابط کی صورتوں میں اسی فاعل مطلق جل ذکرہٗ کی کارفرمائی کا خیال کرے وہ متعرف کہلائے گا نہ کہ عارف۔ اور اگر بالکل ہی غافل ٹھہرے اور تاثیراتِ افعال کو واسطوں کا نتیجہ قرار دے (مثلاً بارش کو ابر کا نتیجہ سمجھے) اس کو ساہی (بھولنے والا) اور لاہی (غافل) اور مشرکِ خفی کہیں گے۔ جیسا کہ امامِ اجل حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

تو مباش اصلاً کمال اینست و بس
تو درو گم شو وِصال اینست و بس

[کمال یہی ہے کہ تو طبعتہً فنا ہو جائے، تو اس (ذات) میں گم ہو جائے تو یہی حقیقت میں وصال ہے]

یوم منگل تاریخ ۱۳ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام اس قبلۂ انام کے حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اندراج النہایہ فی البدایہ کے معنی یہ ہیں کہ سالک کو اگر بیخطر گی یا کم خطر گی حاصل ہوئی اور توجہ الی اللہ اس میں پیدا ہوگئی اور اسے جمعیتِ خاطر حاصل ہوگئی، تو اس خاندان عالیشان کا مبتدی قرار پائیگا کیونکہ یہی جمعیت و حضور دوسروں کی انتہا ہے پس ان کی بدایت (یعنی ابتدا) دوسروں کی نہایت (یعنی انتہا) ہوئی۔

سیرہا وارِد محبت چشم گرُ بینا شوَد

جادۂ راہِ فنا بسم اللہ دیوانِ ما

[اگر چشم بینا ہے تو راہِ محبت ایک گلشن ہے راہِ فنا کی منزل ہمارے دیوان کی بسم اللہ ہے]

اس کے بعد حضور میں باطنی کشودگی کے واسطوں کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ راہِ ولایت کی کشودگی کا پہلا واسطہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس واسطہ میں شریک ہیں۔ اس کے بعد بارہ ائمہ (اہل بیت) اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولایت کے اس بارِ امانت کے حامل ہیں، لیکن اس دوسرے ہزارہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی بھی اس امر میں شرکت رکھتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس دوسرے ہزارہ میں جو بھی ولایت کے درجہ میں پہنچے گا خواہ وہ کسی بھی خاندان سے متوسل ہو بغیر آپ کے واسطہ کے اس راہ کا اس پر کھلنا غیر ممکن ہے۔ آپ کی توجہ و امداد سے وہ مراحل طے کرے گا اگر چہ اَبدال، اقطاب و اَوتاد و اَغواث ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حضرت کی توجہ و امداد کی خبر رکھتے ہوں۔

یوم بدھ تاریخ ۱۴ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

میں حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ ایک شخص کی زبان پر شدتِ گرما کی شکایت کا لفظ آیا حضرت والا نے فرمایا کہ محبوب کی کارگزاریوں کی شکایت نہ کرنی چاہئے بلکہ ان کی عنایت کی بہ

نسبت مصیبت سے زیادہ محظوظ ہونا چاہئے۔ درد کی وجہ سے آہِ سرد نہیں کھینچتا ہوں اور مادہ ملال سے شربتِ زلال چکھتا ہوں۔ (ہر رنج سے شیریں کیفیت حاصل کرتا ہوں)۔

کہ ہر چہ ساقیِ ماریخت عَینُ اَلطاف است

[جو کچھ ہمارے ساقی نے دیا، وہ عین الطاف ہے]

یہ بھی فرمایا کہ ایک دن میں والاحضرت شہید نور الله مرقده المجید کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوا تھا اچانک حضرت غوث الاعظم کی جانب متوجہ ہو کر میں نے عرض کیا کہ میرے پیرومرشد سے میری سفارش فرمائیں۔ حضرت شہید عطر اللہ قبرہ المجید نے حلقہ سے فراغت کے بعد اس بندہ کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابھی اپنی سفارش کے لئے حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کا انتخاب کیا ہے۔

یوم جمعرات تاریخ ۱۵ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے اور تمام طاعات پر حاوی۔ آنسرور انبیاء علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاعلیٰ کو لیلۃ المعراج میں رویت کی جو دولت حاصل ہوئی تھی دنیا میں نازل ہونے کے بعد مقام اسریٰ کے وہی اسرار نماز میں ظاہر ہوئے جو اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنَ (نماز مومن کی معراج ہے)۔

اور اس خبر حدیث سے اس کی مزید تصدیق ہوتی ہے کہ

اَقْـرَبُ مَـا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِ فِی الصَّلٰوۃِ (بندہ کو اپنے رب کی قربت سب سے زیادہ نماز ہی میں حاصل ہوتی ہے)۔ اور اس سردار زمین وآسمان علیہ صلوات اللہ الملک المنان کے متبعین کو بھی آں سرور کی اتباع اور (آپ) افضل البشر علیہ وعلی آلہ صلوٰۃ الملک الاکبر سے اخلاص کی وجہ سے اس دولتِ عظمٰی سے حصہ ملا اور اس بڑے عطیہ

سے نصیب کامل عطا کیا گیا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے ہے عطا کرتا ہے۔)

یوم جمعہ تاریخ ۱۶ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام حضور والا میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے چند سکے حضور کے قدموں میں رکھ کر عرض کیا کہ یہ خانقاہ معلّٰی کے فقراء پر تقسیم فرما دیے جائیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک ایک تنکہ (رائج الوقت سکہ مثل پیسوں یا روپوں کے تھا) سب فقراء پر تقسیم کیا جائے اور اس وقت خانقاہ شریف میں ایک سو دس نفر صوفیا تھے جو گھر بار اور اپنے وطنوں کو چھوڑ کر اللہ پاک و برتر کی طلب میں یہاں قیام پذیر تھے، پس ایک ایک تنکہ ہر ایک کو تقسیم فرمایا اور فرمایا کہ میں بھی انہیں فقراء کے زمرہ میں ہوں ایک تنکہ اپنے حصہ کا ہم بھی لے رہے ہیں۔ اس کے بعد یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی کہ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو) (سورۂ محمد آیت ۳۸)

یوم ہفتہ تاریخ ۱۷ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور میں اس حدیث پاک کا تذکرہ تھا کہ

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ اَدَاءُ السَّلَامِ وَعِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ وَاِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَۃُ الدَّعْوَۃِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ.

(ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: ۱۔ سلام کرنا، ۲۔ مریض کی عیادت کرنا، ۳۔ جنازوں میں شرکت کرنا، ۴۔ دعوت قبول کرنا۔ ۵۔ چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ کہنا (یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔)

حضرت والا نے فرمایا کہ اگر مریض عزیز قریب ہو یا پڑوسی ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا خبر لینے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی عیادت اور خبر گیری اس پر فرض ہے، ورنہ صوفیا کا مریض کی عیادت کے جانے کے لیے چند شرائط ہیں کہ مریض فاسق اور بدعتی نہ ہو اور اس

کے ہم نشین خلاف طریقہ نہ ہوں اور راستہ میں بازار نہ پڑتی ہو تاکہ چلتے میں نگاہیں منتشر نہ ہوں۔ اسی طرح دعوت قبول کرنے کی بھی چند شرطیں ہیں:۔ مشتبہ کھانا نہ ہو (یعنی جس کمائی سے وہ کھانا تیار ہوا ہو، اس میں حرام کا پیسہ نہ شامل ہو) اور اس مجلس (دعوت) میں گانا بجانا نہ ہوتا ہو اور کوئی کھیل کود وہاں نہ ہو اور دعوت دینے والا ظالم، بدعتی، فاسق اور شری نہ ہو تو ایسی دعوت کا قبول کرنا واجب ہے ورنہ ممنوع و ناجائز۔ محیط میں ہے وَلا یُجِیبُ اِلٰی طَعَامٍ صُنِعَ رِیَآءً وَ سُمْعَةً. (اور نہ قبول کرے ایسے کھانے کو جو دکھاوے اور سنانے کے لیے تیار کیا گیا ہو)۔ مطالب المؤمنین میں ہے کہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جہاں کھیل کود اور گانا بجانا ہوتا ہو یا لوگ غیبتوں میں مصروف ہوں یا اس پر شراب پینے والے لوگ بھی بیٹھے ہوں۔ لَا یَنْبَغِی اَنْ یَّقْعُدَ عَلَی الْمَائِدَةِ اِذَا کَانَ عَلَیْهَا لَعِبٌ اَوْ غِنَاءٌ اَوْ قَومٌ یَغْتَابُوْنَ اَوْیَشْرِبُوْنَ الْخَمْرَ کَذَافِی مَطَالِبِ الْمُؤْمِنِیْنَ.

فدوی نے بھی اسی روز اپنے حالات و کیفیات پر مشتمل عرضی پیش کی۔ حضرت والا نے اپنے دستخطی چند سطور سے اس عرضی کو مزین فرما کر عنایت فرمایا اور وہ عبارت یہ ہے کہ الحمدللہ یہ حالات تشفی بخش ہیں۔ کوشش کریں کہ تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس میں کمال حاصل ہو۔ سیر قلبی میں افعال کی نسبت بندوں سے مسلوب ہو کر حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں، اسی طرح سیر لطیفۂ نفس میں صفات کو حق تعالیٰ سے منسوب سمجھتے ہیں، دونوں لطائف کے کمالات یہ ہیں اور دوسرے لطائف میں جدا جدا اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر وہ تمام اسرار پیدا و ظاہر ہوں تو بہتر ورنہ اللہ پاک کی بارگاہ میں ملتجی ہونا چاہئے کہ لطیفۂ قلب و نفس میں بغیر کسی وسوسہ کے توجہ تام نصیب ہو۔ لطیفۂ نفس پر جو ''انا'' کا مرکز ہے توجہ ڈالوں گا خداوند کریم فنائے قلبی و فنائے نفس نیز دوسرے لطائف میں فنا عطا فرمائے۔ فرمایا ہے کہ فنا محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے ان فناؤں کا حاصل، سالک کے باطن پر نیستی (اپنے وجود کے فنا ہونے کا احساس) کا ظہور ہے، جس وقت (سالک نے) افعال و صفات کو حق سبحانہ کے ساتھ منسوب پایا، اپنے کو نیست اور عدم پائے گا۔ رزائل کا ٹوٹنا اور ختم ہونا حاصل ہوگا۔

❀❀❀❀❀

یوم اتوار، تاریخ ۱۸ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

یہ کمترین درویشاں اس واقف رموز قرآن و کاشف حقائق فرقان کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا نے کلام خداوندی کے معانی و مطالب بیان فرمائے۔ اس کے بعد تمہید (الحمد للہ کہنا) اور تکبیر (اللہ اکبر کہنا) اور تہلیل (لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا) کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے ان کے معنی میں تطبیق بیان فرمائی۔ و نیز اس سے پہلے غلام نے جو عرضداشت حضور کی خدمت میں پیش کی تھی اس کے جواب سے سرفراز فرمایا اور وہ (جواب) یہ ہے کہ القاب و آداب میں مبالغہ شرع کی رو سے جائز نہیں اس لئے نہ کرنا چاہیے۔ کوشش کریں کہ عالم امر کے یہ لطائف اور ان کے احوال ان احوال کے برابر اور یکساں ہو جائیں جو لطیفۂ نفس کی سیر میں پیش آتے ہیں۔ اور فنا و نیستی اور اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھنا بلا تکلف حاصل ہو جائے۔ اور اخلاق رذیلہ میں شکستگی پیدا ہو (یعنی زائل ہو جائیں) اور اخلاق سنور جائیں اور پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم کی ارواحِ طیبہ کے واسطہ سے واہِبُ الْعَطِیَّات سُبْحَانَہٗ کی جناب میں (یعنی اس بڑے دینے والے کی بارگاہ میں) التجا کریں کہ اقربیت کا راز منکشف ہو۔ چنانچہ لطیفۂ قلب کی سَیر میں سِرِّ وَحْدت و توحید ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جتنی طاقت ہو اس کے مطابق اوراد و اعمال میں مداومت اختیار کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جہت فوق میں توجہ کی جائے گی لیکن اگر لطائف کے حالات اس لطیفہ کے احوال کے ساتھ متحد ہو جائیں اور نسبت میں وسعت پیدا ہو تو یہی منظور (ومقصود) ہے۔

یوم پیر تاریخ ۱۹ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ طالبین کی کوشش و سعی کا ذکر حضور میں آ گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہندوؤں میں ایک شخص چرن داس نامی تھا، جو اپنے مذہب کی رو سے زہد اور ترک و تجرید میں ثابت قدم تھا۔ ایک شخص اس کو تلاش کرتے ہوئے مہینوں کی مسافت طے کر کے آیا تھا۔ اس طرح کہ دراز قد لیٹ جاتا (پیٹ کے بل) پھر کھڑے ہو کر وہاں سے جہاں سر تھا قدم رکھ کر

پھراسی طرح دراز ہوجاتا۔اسی طرح اس (رشی) کے در پر حاضر ہوا۔میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا اور اس کے اس مجاہدہ سے متحیر رہ گیا۔اس کے بعد حضرت والا نے استغفار پڑھی اور فرمایا کہ ہندوؤں اور ان کے مجاہدات کا تذکرہ نہ کرنا چاہئے، پھر تین بار کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا اَغِثْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰه (یارسول اللہ! میری مدد فرمایئے) حضرت پیغمبر صلوات اللہ الملک الاکبر پر درود وسلام بھیجا۔پس ایک شخص نے عرض کیا کہ اہل حق میں سے بہت سے حضرات نے بھی مجاہدات کئے ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم بن اَدْہَم بَلخِی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر حجاز کے سلسلہ میں ہر ہر قدم پر دوگانہ (نفل کی دو رکعتیں) ادا فرمائی ہیں۔حضرت والا نے فرمایا کہ ہاں! پھر ارشاد ہوا کہ حضرت آدم بنوری نور اللہ مرقدہ نے بھی مسجد قبا سے مسجد نبوی تک اسی طرح ہر ہر قدم پر دوگانہ پڑھی ہے۔

یوم منگل تاریخ ۲۰ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے فرمایا کہ سیر وسلوک کا خلاصہ یہ ہے کہ بغیر خطرات کی مزاحمت کے حضور مع اللہ حاصل ہوجائے۔لطیفۂ قلب کی سیر میں،قلب میں توجہ الی اللہ پیدا ہو اور بے خطرگی ہاتھ آئے اور لطیفہ نفس میں اور عناصر (کی سیر) میں عناصر بھی متوجہ الی اللہ ہوجائیں اور مکشوفات اور انوار واسرار اسی حضور وآگہی سے متفرع ہیں۔اصل خزانہ یہی حضور مع اللہ ہے جیسا کسی شخص کے نزدیک ''درہم'' رأسُ المال ہے اور باقی کھانا کپڑا اور دوسری ضروریات واسباب سب اسی درہم میں ہیں،اگرچہ فی الحال موجود نہ ہو لیکن (اگر درہم ہو تو) جب چاہیں یہ سب چیزیں خریدی جاسکتی ہیں۔اسی طرح اس راہ میں راس المال (یعنی سرمایہ) ''حضور'' ہے اور باقی (انوار وبرکات) اسی کا نتیجہ ہیں بلکہ ہر مقام کے انوار لوگوں پر منکشف ہوتے ہیں لیکن اسرار بہت کم لوگوں پر کھلتے ہیں اور نیز انوار واسرار اس دنیا میں ساتھ ہیں اور قبر میں سواء حضور وآگاہی کے ان دونوں میں سے کوئی ساتھ نہیں جاتا۔اس لئے آگہی وحضور کی تلاش کرنی چاہئے اور دوسری چیزوں کی جستجو بیکار ہے۔ ؎

کار این است غیرِ ایں ہمہ ہیچ

[کام تو یہی ہے اس کے سوا سب بیکار ہے]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ لطیفہ قلب کے اسرار ''ہَمہ اُوست'' اور ''اَنَا الحق'' کہنا ہے اور لطیفہ نفس کار ''از انانیت'' کا خاتمہ ہے اور لطیفہ قالب کا راز کچھ نہ بتایا اور فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان نہیں فرمایا۔ اور کمالات ثلثہ اور دوسرے مقامات جدیدہ مثلاً حقائق سبعہ وغیرہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ بِسِرِّہِ السَّامِی کو ان سے سرفراز فرمایا ہے اور ان کے واسطہ سے ان کے متوسلین کو اس دولت عُظمیٰ اور بڑے تحفہ سے حصہ نصیب فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ جو بات بطور دلیل کے ہے کشفی ہو جائے (یعنی دلیل سے سمجھی ہوئی بات کشف سے واضح ہو جائے) اور نظری (یعنی خیالی) بدیہی (یعنی یقینی) ہو جائے اور طمانیت وصفا کا کمال اور بے کیف اتصال اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی اور حکم دی ہوئی باتوں کی پیروی اور بے رنگی و انتہائے لطافت باطنی حال بن جائے اور چونکہ ذات تعالت وتقدست کی تنزیہ کی وجہ سے تمام نسبتیں خواہ عینیت واتحاد کی ہوں یا ظلیت کی احاطہ ذاتی ہو یا علمی، غرض کہ تمام نسبتیں مسلوب (فنا) ہو جائیں۔

وَما لِلتُّرَاب وَرَبُّ الْاَرْبَابِ

[لوگوں کے رب کے سامنے خاک کی کیا حقیقت ہے]

اور اسی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ اس مقام پر ہوسکتا ہے کہ جو لوگ اقربین میں سے ہیں دوری کی تلاش کریں اور جو واصلین ہیں وہ راہ مہجوری کے طالب ہوں۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ جن کو والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید نے اپنا پیر بتایا ہے اگرچہ استفادہ باطن ان سے نہیں کیا لیکن ابتدا میں ان سے استفادہ کا ارادہ فرمایا تھا اور اسی ارادہ کی وجہ سے وہ ان کو اپنا پیر سمجھتے تھے اور انہوں نے (یعنی حضرت حاجی محمد افضلؒ) حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں دس سال گزارے ہیں، نیز اسی قدر زمانہ حضرت عبدالاحد قدس سرہٗ کی صحبت میں بسر فرمایا ہے اور ان دونوں بزرگوں سے انہوں نے تمام سلوک حاصل کیا تھا۔ ایک دن ان کی خدمت میں دو

شخص آئے جو مرشدِ عالی سیر حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ کے مریدین میں سے تھے اور ان کی (حاجی صاحب کی) نسبت بے کیف کا ادراک نہ کر سکے۔ آپس میں ایک نے کہا کہ جو کچھ مجھ میں ہے وہ تجھ میں ہے دوسرا بولا جو تجھ میں ہے وہ مجھ میں ہے۔ پھر ان دونوں نے کہا کہ ان میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ الحاصل ان مقامات عالیہ کی نسبتِ کمال بے کیف ہوتی ہے کہ دستِ ادراک اس دامن تک پہنچ نہیں سکتا۔ اس نسبت کا رکھنے والا خود بھی بجز جہالت (نادانستگی) و نکارت (بے خبری) کے اور کوئی بات اپنے اندر نہیں رکھتا چہ جائیکہ دوسرے لوگ اسے محسوس کر سکیں۔

اَوْلِیَائِی تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُوْنَهُمْ غَیْرِیْ

(میرے دوست میری قبا کے اندر ہیں جنہیں میرے سوا کوئی نہیں جان سکتا)۔

یوم بدھ تاریخ ۲۱ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضور میں نسبت کے معنی کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نسبت کے معنی حضور و جمعیت و آگاہی کے ہیں و نیز اسی وقت والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید کا مکتوب گرامی پڑھا گیا جس میں ہنود کے اصل مذہب کا بیان اور ان کی ان چار کتابوں کا جنہیں وہ مُنزّل (نازل کی گئی) قرار دیتے ہیں تحقیق فرمائی۔ اور تحریر فرمایا تھا کہ ان کی ایک کتاب میں معارف ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے کلام پر کچھ کلام کرنا انتہائے بے ادبی ہے لیکن میرے نزدیک ان کی کتابوں میں معارف ثابت نہیں ہیں۔

یوم جمعرات تاریخ ۲۲ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور والا میں حاضر ہو۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید طالبین کو دو سال کی مدت میں لطیفۂ قلبی کا پورا سلوک فرما دیا کرتے تھے اور ایک سال میں لطیفۂ نفس اور دو سال میں باقی تمام لطائف کا، تا آنکہ درجہ کمالات تک پہنچا

دیتے۔ پھر پانچ سال میں بقیہ نصف سلوک جو کمالات سے باقی رہتے تھے ان کا سلوک کرا دیتے تھے۔اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور کی خدمت میں تو ایک سال سے بھی کم مدّت میں لطیفۂ قلب کا سلوک ہو جاتا ہے۔اور دوسرے مقامات بھی اسی طرح جلدی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔حضرت والا نے فرمایا کہ میں بھی اس معاملہ میں حیران ہوں کہ یہاں معاملات میں طوالت نہیں ہوتی۔باری تعالیٰ کی عنایت وکرم فرمائی ہے کہ دور دراز کی مسافت کو میرے لئے نزدیک کر دیتے ہیں۔اس کے بعد فرمایا کہ اسی دس سال کی مدت مقررہ میں ہی تمام راہ طے ہوتی ہے، اگرچہ ہر مقام کے رنگ تھوڑے ہی دنوں میں کثرت توجہ اور بزرگوں کی عنایت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔پھر فرمایا کہ حضرت شیخ مولانا محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر لوگوں کو جلد تسلیک فرمادی تھی اتفاقاً نادر شاہی حادثہ واقع ہو گیا اور ان کا باطن مکدر ہو گیا گویا نسبت سے خالی ہو گئے اسی وجہ سے والا حضرت شہید نور الله مرقده المجید جب تک سالک کے ایک مقام پر طول وعرض میں سلوک تمام نہ ہوتا تھا، دوسرے مقام کے لئے توجہ نہیں ڈالتے تھے اور قطع سلوک کی مدت دس سال قرار دی تھی۔تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ. (یہ کامل دس ہیں)

یوم جمعہ تاریخ ۲۳ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔اس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدسنا الله تعالی بِأَسْرَارِهِ السَّامِیْ کے مکتوبات شریف کا درس ہو رہا تھا، وہ مکتوب جو بڑے صاجزادوں یعنی خواجہ خورد و خواجہ کلاں کو عقائد کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا پڑھا گیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ اس مکتوب میں عقائد کے باب میں بڑے فائدے ہیں، اسے علیحدہ لکھ کر لوگوں کو دینا چاہیے۔اس کے بعد فاتحہ پڑھی اور الرحمٰن اور الرحیم کے معانی بیان فرمائے کہ۔

الرحمٰن۔وہ ذات کہ جس سے مانگا جائے تو وہ عطا کرے

الرحیم۔وہ ذات کہ جس کسی نے اس سے نہ مانگا، تو وہ اس پر ناراض ہوا۔

یوم ہفتہ تاریخ ۲۴ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور عالی میں حاضر ہوا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے اشغال اور اذکار کا تذکرہ چھیڑا کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے اپنی زبان سے ایک ذکر مقرر فرمایا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی زبان سے اپنے محبوب کی یاد کرتا ہے اور اپنی بولی کے مطابق الفاظ چن لیتا ہے (چنانچہ) ہندیوں میں ہندی اصطلاحات، سندھیوں میں سندھی بولی جاتی ہے (یہاں تک کہ پرندے وغیرہ میں بھی یہ طریقہ رائج ہے کہ) بلبل جو اس گل رعنا کے رخ کی شیدا ہے اسکے عشق میں اپنی زبان میں نغمہ سرائی کرتی ہے اور قمری مبتلا اس سرو وشمشاد کے قامت زیبا کی محبت میں دل سے نعرے لگاتی ہے۔

مُرغانِ چَمَن ہَر صباحے خُوانَند تُرا بَاِصْطِلاحے

[چمن کے پرندے ہر صبح اپنی اپنی بولیوں میں تجھ کو پکارتے ہیں]

یوم اتوار، تاریخ ۲۵ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت خواجۂ خواجگان پیر پیراں خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ کے ساتھ کلام پاک اور درود مقدس پڑھتے نہ چلیں کہ بے ادبی کی بات ہے البتہ یہ قطعہ پڑھ سکتے ہیں۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیأُ لِلّٰہ از جمالِ روئے تو

دست بکُشا جانبِ زَنبیلِ ما آفرین بَردست وبَر بازوئے ما

[ہم مفلس لوگ تیری گلی میں آئے ہیں' اللہ کے واسطے اپنے جمال رخ کا کچھ صدقہ ادھر بھی عطا ہو۔ ہماری زنبیل کی طرف ہاتھ بڑھائے آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو]

اس کے بعد حضور میں ذکر خفی کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا جب دل کی جانب توجہ کی جائے گی تو دل ذاکر ہوگا اور انتظار پیدا ہوگا (یعنی دل کی نگاہ مذکور کی جانب ہو جائے گی)

اس کے بعد لطیفۂ روح کی طرف توجہ کی جائے تو اس میں ذکر جاری ہو جائے گا اور توجہ الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوگی۔ اسی طرح عالم امر کے ہر لطیفہ کی یہی کیفیت ہو جاتی ہے کہ توجہ و انتظار حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد انتظار کی کیفیت کم ہونے لگتی ہے تا آنکہ توجہ مستہلک و مضمحل ہو جاتی ہے۔ حقیقۃً انتظار و توجہ کی کیفیت فنا نہیں ہوتی بلکہ اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ اس راہ میں اسی کا ذکر خفی نام رکھتے ہیں۔ اس کے بعد نفس اور عناصر ثلثہ (باد، آب و آتش) کے لطائف میں پھر عنصر خاک کے لطیفہ میں پھر ہیئت وحدانی میں اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)

یوم پیر تاریخ ۲۶ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور کی مجلس عالی میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر جو معارف منکشف ہوئے ہیں وہ تین طرح کے ہیں۔ ایک قسم وہ جو آپ نے نہ کسی سے فرمایا ہے اور نہ ان (موتیوں) کو تحریر و تقریر کے دھاگے میں پرویا ہے۔ اور ایک قسم کو خاص اپنی اولاد امجاد سے بیان فرمادیا ہے۔ اور ایک قسم کو عام طور سے اپنے متوسلین اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا اور ان (معارف) کو تحریر بھی فرمادیا ہے۔ چنانچہ مکاتیب شریف کی تینوں جلدیں اور ساتوں رسالے ان سے بھرے ہوئے ہیں۔

ونیز حضرت والا نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت اور نسبت حاصل کرنے کے احوال ارشاد فرمائے کہ حضرت نے پہلے اپنے والد ماجد سے خاندان عالی شان چشتیہ میں بیعت کی۔ اور اس خاندان کی خلافت و اجازت پائی ہے۔ بلکہ اپنے والد بزرگوار سے دوسرے طریقوں مثلاً سہروردیہ، کبرویہ، قادریہ، شطاریہ اور مداریہ میں بھی اجازت پائی ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ فانی فی اللہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر طریقۂ شریفہ نقشبندیہ کے سلوک کو انجام تک پہنچایا اور خلافت پائی۔ ایک روز مسجد مبارک میں صبح کا حلقہ فرما رہے تھے کہ حضرت شاہ

سکندر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے جدِ بزرگوار عارف دکاشف اسرار جلی وخفی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے حکم سے جناب حضرت غوث الاعظم ﷺ کا خرقہ لاکر حضرت کے سر مبارک پر ڈال دیا تو حضرت عالی، نسبت قادریہ کے انوار کے سمندر میں غرق ہوگئے، اس وقت ان کے دل میں خیال گزرا کہ میں تو خاندان نقشبندیہ کا خلیفہ ہوں اب جبکہ نسبت قادریہ نے مجھ کو اپنے احاطہ میں لے لیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طریق کے بزرگوں کو یہ بات ناگوار لگے، اسی وقت مشاہدہ ہوا کہ حضرت غوث الاعظم معہ حضرت شاہ کمال کیتھلی وحضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند ودیگر اکابرین (نقشبندیہ) یہاں تک کہ حضرت خواجہ باقی باللہ وحضرت خواجہ معین الدین چشتی وحضرت شیخ شہاب الدین سہروردی وحضرت شیخ نجم الدین کبری یہ سب ہی تشریف لائے ہیں۔ حضرت خواجہ (نقشبندؒ) فرماتے تھے کہ یہ میرے خلیفہ ہیں اور حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ ان کو بچپن میں کمال کتھیلی نے اپنی زبان چٹائی ہے تو یہ مجھ سے ہیں اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا کہ ان کے آباؤ اجداد میرے ہی سلسلہ سے منسلک تھے۔ اسی طرح تمام بزرگواران ارشاد فرماتے تھے۔ آخر کار تمام اکابرین نے ان کو بالاتفاق مقبول قرار دیا اور ہر ایک نے اپنی نسبت پاک سے انہیں نوازا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ حضرت نے صبح سے لے کر ظہر تک اسی حلقہ میں یہ احوال مشاہدہ فرمائے اور اس دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوگئے۔ پس طریقہ مجددیہ میں ہر خاندان عالی کی نسبت جلوہ گر ہے، گویا چار دریا بے پایاں موج خیز ہیں (اس طرح کہ) دو دریا نسبتِ نقشبندیہ کے اور ایک دریا نسبت قادریہ کا اور ایک ایسا دریا ہے کہ نصف اس کا (نسبت) چشتیہ سے متعلق ہے اور بقیہ نصف میں (نسبت) سہروردیہ وکبردیہ ہے۔ نسبت نقشبندیہ تمام نسبتوں پر غالب ہے پھر اس کے بعد قادریہ پھر چشتیہ پھر سہروردیہ۔

یوم منگل تاریخ ۲۷ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اسوقت حضور میں کفر طریقت کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کفر طریقت یہ ہے کہ امتیاز اٹھ جائے اور غیریت نہ باقی رہے اور بجز ایک ذات تعالیٰ

وتقدس کے کچھ بھی نظر میں نہ آئے۔ منصور حلاج نے فرمایا ہے۔

کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللّٰہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ
لَدَیَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ

(میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور میرے نزدیک کفر واجب ہے حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک بہت برا ہے)۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ منصور حلاج طوق سلاسل (قید کی بیڑیاں) میں پانچ سو رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ فِی الْعِشْقِ رَکْعَتَانِ لَایَصِحُّ وُضُوْءُ ھُمَا اِلَّا بِالدَّمِ "[عشق کے دوگانہ (دو رکعت نماز) کے لئے وضو اس وقت تک کامل و صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ خون (دل) سے نہ کیا جائے]"

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرمایا کرتے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم مجھے حاصل ہوئے ہیں، ایک علم کو تو میں نے دنیا والوں پر ظاہر کر دیا لیکن دوسرے (علم) کو پوشیدہ رکھا ہے اگر اس میں کا ایک ذرہ بھی ظاہر کر دوں تو لوگ میری گردن ماردیں"۔ اکثر صوفیائے کرام نے اس دوسرے علم کو "علم وحدت الوجود" اور "اسرار ہمہ اوست" کہا ہے اور علماء کا خیال ہے کہ وہ منافقین کے حالات ہیں جنہیں آن سرور علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر نے بیان فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے فرمایا ہے کہ وہ دوسرے اسرار ہیں جو ان دونوں (یعنی وحدت الوجود و ہمہ اوست) کے علاوہ ہیں۔ اسکے بعد حضرت والا نے فرمایا ہے کہ توحید وجودی کے اسرار ہوں یا توحید شہودی کے معارف یا دیگر مقامات بہر حال جو کچھ حق سبحانہ عنایت فرمائے نعمت عظمیٰ ہے۔ پھر مولانا روم کا یہ شعر پڑھا

جانِ مَنْ وجانانِ مَنْ دینِ مَنْ وایمانِ مَنْ
سلطانِ من سلطانِ من چیزے بدہ درویش را

[اے میری جان اور اے مرے معشوق، اے میرا دین اور اے میرا ایمان، اے میرے

سلطان، اے میرے بادشاہ، اس درویش کو بھی کچھ عطا کریں]

اس کے بعد حضور میں حضرت نظام الدین فخر العارفین کا ذکر آیا، حضرت والا نے فرمایا کہ اہل چشت کہتے ہیں کہ امت میں ان کے جیسے ولی پیدا نہیں ہوئے اور ہر پیغمبر میں جو ایک خصوصیت عطا ہوئی ہے تو ان میں بھی وہ ہر ایک (خاصیت) ظاہر ہوئی تھی۔ اور اسی اثنا میں ہادی سالکین رہبر عارفین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار سے ایک شخص آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کاک (روغنی ٹکیہ یا کوئی خشک چیز) کی قسم میں سے آستانہ مبارک سے کوئی تبرک لائے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ "نہیں"۔ حضرت نے فرمایا تم نے یہ کیا خطا کردی کہ کوئی تبرک نہیں لائے، دوبارہ جاؤ اور کوئی چیز لاؤ کہ بزرگوں کے تبرک میں اسرار پنہاں اور بے حد فوائد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ روایت ہے کہ ایک شخص ان کے مزار مبارک سے کاک (روغنی ٹکیہ) لایا تھا، ایک چڑیا اس کے گھر کی مرگئی تھی، اس روٹی میں سے تھوڑا سا ٹکڑا پانی میں پیس کر اس چڑیا کے منہ میں ڈالا، اللہ کی قدرت سے وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔

یوم بدھ تاریخ ۲۸ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت ایمان کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایمان تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک عام لوگوں کا ایمان کہ غیب پر لائے یعنی انہوں نے اللہ پاک و برتر کو دیکھا نہیں مگر دل و جان سے مائل ہوگئے۔ دوسرا اولیاء اللہ کا ایمان جو اہل شہود لوگوں میں سے ہیں۔ ان کا ایمان شہودی (یعنی آنکھوں دیکھے جیسا) ہے کہ بے صبری، بے قناعتی اور بے توکلی وغیرہ حجاب ظلمانی کو پار کر کے حجاب نورانی میں پہنچے۔ جس کو صفات وشیونات واعتبارات ذاتیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسکو طے کر کے مرتبہ شہود میں پہنچتے ہیں۔ تیسری قسم ایمان اکابرین کی ہے کہ اس مرتبہ شہود سے (وہ لوگ) گزر چکے ہوتے ہیں اور وصال کے مرتبہ کمال پر پہنچ جاتے ہیں ان کا ایمان ایمان غیبی بن گیا کیونکہ کمال اتصال کے درجہ میں مشاہدہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جیسے

ایک شخص اگر اپنا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کرتا ہے تو یہ ''غیب'' ہے اور چہرہ کے سامنے لائے تو ''مشاہدہ'' کہلائے گا اور اگر اسے آنکھوں پر لگائے تو پھر (حالت) غیب ہوگا۔ پس مرتبہ وصل بے فصل میں بھی غیبت ثابت ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ اخص الخواص (یعنی خاص لوگوں میں بھی خاص) عوام کی طرح ہوتے ہیں جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اَنَا بَشَرٌ مِّ یعنی میں تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں)۔

اس کے بعد حضور میں اکابرین کی دعائیں قبول ہونے کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مقبول بارگاہِ ایزدی حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر نور اللہ مرقدہ الاطھر جب بیمار ہوئے تو حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ سے فرمایا کہ بابا نظام الدین دفع مرض اور ازالہ علت کے لئے میرے حق میں دعا کرو۔ انہوں نے دعا کی کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ انھوں نے حضور میں عرض کیا ہم جیسے پست ہمتوں کی دعا آن قبلۂ واصلاں کے آستانہ عالیہ تک رسائی نہیں کرتی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے تم سے دعا اس لئے کرائی ہے کہ تمہاری دعا قبول ہو۔ چنانچہ انہوں نے (یعنی حضرت نظام الدین نے) پھر دعا فرمائی جو قبول ہوگئی۔

یوم جمعرات تاریخ ۲۹ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے زبان گوھر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ میرا دل جلوت سے روکش ہوکر (یعنی منہ پھیر کر) خلوت میں مشغول ہے لیکن کنج (گوشہ تنہائی) میں بیٹھنا اور گوشہ عزلت میں آرام کرنا کیونکر میسر ہو کہ لوگ فائدہ حاصل کرنے کے لئے میرے پاس آتے رہتے ہیں جس کو میں اپنی سعادت سمجھتے ہوئے خلوت سے جلوت کی طرف رخ کرتا ہوں ورنہ میرا حال تو اس شعر کے مصداق ہے۔

جہانے تنگ می خُواہَم کہ دَرْوَے
ہمیں جائے مَنُ دجائے تو باشَدُ

[میں تو ایسی تنگ دنیا چاہتا ہوں کہ جس میں تیرے لئے جگہ ہو اور میرے لئے بھی]

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے میں بار بار دل پُر اَلم سے آہیں کھینچا کرتا تھا اور صبر وشکیبائی کا دامن پھاڑا کرتا تھا' اب آہیں گم ہوگئیں کبھی کبھی کوئی آہ نکل جاتی ہے تو مجھے بیخود بنا دیتی ہے۔

آہے چو گَردباد زجائے بُرد مَرا
از کوئے دوست آہ کُجا می بُرد مَرا

[میری آہ مجھے گردباد ﴿۱﴾ کی طرح اپنی جگہ سے اڑا لے جاتی ہے دوست کے کوچہ سے مجھکو "آہ" کہاں لے جاتی ہے]۔

اس کے بعد فرمایا کہ عشق درکار ہے۔ عشق کے بغیر راز کھلتا نہیں۔ یہ عشق ہی کبھی معشوق تک پہنچاتا ہے تو کبھی کوچہ و بازار میں تشہیر کے لئے دوڑاتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو خانماں (گھر کے اسباب وسامان) جدا کرتا ہے اور اپنوں اور بیگانوں میں رسوا کرتا ہے

چوں نیست تُرا عشق بہ تحقیق ز تقلید
چاکے بگریباں زَن و خاکے بسَر افگن

[اگر تجھے عشق حاصل نہیں تو عاشقوں کی تقلید میں گریبان پھاڑ ڈال اور سر پر خاک ڈال]

یوم جمعہ تاریخ ۳۰ شعبان ۱۲۳۱ھ ہجری

خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے حافظ شیرازی کے دیوان کا یہ مطلع پڑھا۔

اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِی اَدِرْ کَاْساً وَنَاوِلْھَا
کہ عشق آسان نمود اول ولے اُفْتَاد مُشْکِلْھَا

[اے ساقی! جام بھر اور گردش میں لا کہ عشق پہلے پہل تو آسان نظر آتا ہے لیکن آخر میں مشکلات بہت ہیں]

اور فرمایا کہ نسبت قلب کا ظہور رہا ہے پھر اسی غزل کا دوسرا شعر ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ گردباد۔ ہوا کا وہ جھکڑ جو چیزوں کو لپیٹتا ہوا اوپر اٹھالے جاتا ہے۔

بہ بوئے نافۂ کاخر صبا زاں طُرّہ بکُشاید
زتاب جعد مُشکینش چہ خوں اُفتاد در دِلہا

[اے صبا! اس طرہ کو (زلف کو) کھول دے کہ بوئے نافہ پھیل سکے، ورنہ اس کے گیسوئے جعد مشکیں (سیاہ گھنگریالے بال) کی تاب سے دل خون ہوا جا رہا ہے]

پھر دل فیض منزل سے ایسی آہ نکالی کہ حاضرین مجلس پر اس وقت عجیب حالت اور نادر کیفیت طاری ہوگئی۔

اس کے بعد نماز کا تذکرہ ہونے لگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب آدمی تکبیر افتتاح کہہ کے نماز شروع کرتا ہے اور قیام کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس کا بدن اور دل دونوں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہیں اور جب رکوع میں پہنچے (تو یہی خیال دل میں طاری رکھے کہ) میرا بدن اور دل حضور حق تعالیٰ میں جھکے ہوئے ہیں، اسی طرح جب سجدہ میں جائے تو سمجھے کہ میرا جسم و دل دربار کبریا میں سجدہ ریز ہے کہ سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ وَاٰمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ (میرے ظاہر و باطن نے تیرے لیے سجدہ کیا اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا)

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات (کا درس) شروع ہوا۔ اسکے درمیاں معارف بلند بیان فرماتے رہے اور جب ان الفاظ پر کہ قُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (تم لوگ کہہ دو کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بیشک ہم مسلمان ہیں) ختم ہوا تو حضرت والا نے فرمایا کہ بِهِدَايَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ بِهِدَايَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهِدَايَةِ هٰذَا الْكِتَابِ (یعنی اللہ پاک کی ھدایت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبری اور اس کتاب کی رہنمائی کے طفیل)

یوم ہفتہ تاریخ یکم رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت والا پر ضعف و ناتوانی کا غلبہ اور گرمی کی شدت کا بھی اثر تھا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ پنکھا جھلو۔ پھر فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ دنیا

والوں کا مخدوم بن جائے تو اس کو اپنے پیرومرشد کی خدمت اختیار کرنا چاہیے کہ

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

[جو دوسروں کی خدمت کرتا ہے وہ مخدوم ہوتا ہے۔(یعنی لوگ بھی اسکی خدمت کرتے ہیں]

یہ خدمت ہی کا طفیل ہے جو انسان کو ادنی درجہ سے اعلیٰ مقام پر پہنچاتی ہے اور ادب ہی وہ چیز ہے جو پستی خاک سے اٹھا کر فلک الافلاک کی بلندی تک پہنچاتا ہے

خدمت تُرا بَہ کنگُرہَ کبریا کَشَد

[خدمت (کا جذبہ) ہی تجھے عظمت کے محل کے کنگرہ تک پہنچائے گا]

اور اس کے بعد فرمایا کہ ان دنوں جبکہ عمر بڑھاپے کی حد میں پہنچ چکی ہے بدن میں ناتوانائی ہے اور دل بھی کمزور ہو چکا ہے (اس لئے) زہد وریاضات اور اذکار واشغال میں مجاہدات کم ہوگئے ہیں۔اس سے پہلے جب طاقت وتوانائی حاصل تھی تو جامع مسجد کے حوض کا پانی پی لیتا تھا اور دس پارے کلام پاک کے تلاوت کرتا تھا اور دس ہزار ذکر نفی واثبات کرتا تھا اور اسی مناسبت سے نسبت کا ظہور بھی ہوتا تھا۔(اس قدر کہ) جامع مسجد انوار سے معمور ہو جاتی تھی۔جس کوچہ سے گزرتا تھا انوار سے پر ہو جاتا تھا اور جس مزار پر پہنچتا تھا صاحب مزار کی نسبت کمزور پڑ جاتی اور میری نسبت غالب ہو جاتی تھی۔میں خود کو پست کر کے ان بزرگ کا ادب واحترام کرتا تھا۔

یوم اتوار تاریخ ۲ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے فرمایا کہ ذکر کرنا اور جدوجہد کرنا چاہیے کہ بغیر چلے ہوئے راہ طے نہیں ہوسکتی۔دنیز فرمایا کہ ماسوا سے پورے طور پر انقطاع اور کمینی دنیا سے بالکل منہ پھیر لینا ضروری ہے تا کہ فیض الٰہی کا دریا دل میں موج مارے اور انوار لاانتہا ہی کا سمندر جوش میں آئے۔مرشدنا واما منا حضرت والا شہید نور الله مرقده المجيد فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی میں گھر میں جاتا تھا اور اہل خانہ کی طرف سے ضرورت کام کیلئے کوئی چیز طلب کی جاتی

تو اللہ پاک اسے بھجوا دیتا تھا لیکن ایک دینار کے آنے پر باطنی معاملہ اپنے سابقہ نہج اور طریقہ پر نہیں رہتا تھا بلکہ نسبت میں کچھ فتور واقع ہو جایا کرتا تھا۔ اللہ کی قسم، اللہ کی قسم اور اللہ کی قسم۔ اس کے بعد حضور میں فنا کا ذکر آیا، حضرت والا نے فرمایا کہ جب دل بے شعور ماسوا اللہ سے منقطع ہو جائے تو اس وقت فنا حاصل ہوتی ہے اور جب اس بے شعوری کا شعور بھی باقی نہ رہے تو فناء الفنا میسر ہوتی ہے۔

ونیز فرمایا کہ عارف آگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَرْضَاہُ عَنَّا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو ہم سے راضی کرے) نے فرمایا ہے کہ بے شعوری تو خلق سے ہونی چاہیے لیکن حضرت حق سبحانہٗ سے شعور ہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس بات کے دوسرے معنی جو اس وقت میرے قلب میں القا ہوئے ہیں یہ ہیں کہ بے شعوری میں شعور بھی شامل ہو یعنی مخلوق سے جو نفع یا نقصان پہنچے تو اس کو خالق ہی کی طرف سے سمجھے، غیریت کا شعور بالکل اٹھ جائے، ضار و نافع حق تعالیٰ ہی کو سمجھے لیکن اس بے شعوری کے باوجود اتنا شعور ہونا چاہیے کہ اس شخص کا بھی شعور رہے کہ درمیان میں واسطہ ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص کسی سالک کو حلوا کھلائے یا طمانچہ مارے تو سالک سمجھتا ہے کہ اس فعل کا حقیقی فاعل تو اللہ پاک ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس شخص سے بطور واسطہ کے یہ فعل سرزد ہوا ہے۔

ونیز فرمایا کہ صوفیا کا کام دیکھنا ہے اور علماء کا کام سمجھنا ہے۔ فقرا حق (تعالیٰ) کی مدد سے دیکھتے ہیں اور علماء اسی پاک بے نیاز کے طفیل سمجھتے ہیں۔

یوم پیر تاریخ ۳ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نظر حضرت زہرہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عرس کا دن ہے' پھر اس کے بعد ان کی نیاز دینے کے لیے شیر برنج پکانے کا حکم ہوا۔ اس کے بعد حضور فیض گنجور میں ایک شخص نے عرض کیا کہ

ولایت افضل ہے یا امامت؟ اور دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ولایت عام ہے اور امامت خاص۔ ہر امام ولی ہے لیکن ہر ولی امامت کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔ اس لئے کہ ولایت کے معنی حضور مع اللہ کے ہیں اور امامت ایک ایسا منصب ہے جس پر ہر ایک کو سرفراز نہیں کیا بلکہ کاملین ہی کو یہ منصب عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ چاروں خلفاء اور بارہ ائمہ اور ان کے علاوہ دیگر (امامت کے درجہ پر فائز حضرات) سب کے سب اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں۔

اس کے بعد اس مجلس میں حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی جامعیت کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تمام کمالات ظاہری و باطنی بطور اجمال حضرت سید انبیا علیہ صلواۃ اللہ الملک الاعلی کو حاصل تھے۔ لیکن تمام کمالات کا تفصیلی ظہور زمانہ خاص اور شخص خاص پر موقوف تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُعْطِیتُ بِمَفَاتِیحَ کُنُوزِ الْاَرْضِ (زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔)

حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں اکثر ممالک فتح نہیں ہوئے بلکہ اکثر تو خلفاء کے زمانے میں فتح ہوئے اور بیشتر مقامات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بعد نامور سلاطین نے فتح کئے ہیں۔ چنانچہ محمود غزنوی نے ہندوستان فتح کیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ کمال انہیں پر موقوف تھا اور حضرت آں سرور علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر کو تمام علوم کیا علم توحید وجودی اور کیا علم کلام اور کیا مسائل فقہ کی جزئیات، غرض کہ سب مجملاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے لیکن بطور تفصیل علم توحید وجودی حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے وجود باوجود پر اور علم کلام ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی رحمتہ اللہ علیہما پر جزئیات مسائل فقہ کا علم امام اعظمؒ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم پر موقوف تھے۔

قصہ مختصر یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کمالات کہ امت کے افراد پر ظہور پذیر ہوئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کمالات تھے اور اس ظہور سے پیشتر بھی حضور کو حاصل تھے۔ صرف اجمال و تفصیل کا فرق تھا اور بس۔

یوم منگل تاریخ ۴ رمضان المبارک ۱۴۳۱ ہجری

بندہ حضور والا میں حاضر ہوا۔ اس وقت مجلس مبارک میں حضرت امام اعظم ﷫ کا ذکر تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ امام اعظمؒ نے مدینہ منورہ میں امام مالکؒ سے ملاقات فرمائی۔ امام مالک نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ کا وطن کہاں ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ''عراق۔'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عراق کے لوگ اہل نفاق ہوتے ہیں۔ آپ نے (یعنی امام اعظم نے) فرمایا درست ہے، اللہ پاک و برتر نے فرمایا ہے کہ وَمِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (اہل عراق میں سے بعض نفاق میں بڑھے ہوئے ہیں) اس پر حضرت امام مالک خاموش ہوگئے۔ جب یہ چلے گئے تو انہیں معلوم ہوا کے نعمان بن ثابت (یعنی امام اعظم) یہی تھے۔ تو پچھتائے کہ کیسی بات منہ سے نکل گئی۔ اور ان کی بڑی تعریف کی۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عفی عنہ کہتا ہے کہ قرآن میں مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (سورۂ توبہ آیت ۱۰۱) آیا ہے اور امام مالک اہل مدینہ میں سے تھے۔ پس امام اعظم نے بطریق الزام جواب دیا کہ صحیح ہے اہل عراق کی شان میں مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ آیا ہے یعنی حق سبحانہ نے تو بعض اہل مدینہ کو مَرَدُوْا علی النفاق کہا ہے اور آپ اہل عراق کو کہتے ہیں۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن حضرت امام شافعی آپ کے (حضرت امام اعظم کے) مزار پرانوار پر تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آیا تو انہیں کے طریق پر بلا رفع یدین کے نماز ادا فرمائی اور فرمایا کہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ ان کے حضور میں بڑائی ظاہر کر کے اپنے اجتہاد کا اظہار کروں۔

اس کے بعد حضور پر نور میں توحید وجودی کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ وہ کیفیت ہے جو لطیفہ قلبی کی سیر کے دوران منکشف ہوتی ہے لیکن جو لوگ ان مقامات عالیہ سے واقف نہیں ہیں جو حضرت مجدد﷫ نے بیان فرمائے ہیں تو اسی کو انتہائے قرب سمجھتے ہیں۔ اس طرح دائرہ ظلال سے نکل کر اصل میں قدم نہیں رکھتے اور مخلوق کو عین خالق اور ممکن کو عین واجب

سمجھ بیٹھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ

اے مَغرِبی آں یار کہ بے نام ونشاں بُود
از پَردۂ بروں آمد و بانام ونِشاں شُد

[اے مغربی! وہ یار جو بے نام ونشان تھا پردہ سے نکل کر نام ونشان والا ہو گیا]

یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بھی اسماء وصفات واجب جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ کے ظلال میں سے ہی ایک ظل کی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ اس ذات تعالے شانہ کا عین۔ جیسے کہ آئینہ میں جب آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے اور اس کی روشنی و چمک وحدت اور اس کے تمام خطوط بھی منعکس ہو جاتے ہیں مگر وہ عین آفتاب نہیں ہوتا بلکہ اس کا ظلّ (عکس) ہی ہے۔ یہ گروہ آفتاب کو نہ دیکھ کر اس کے عکس ہی کو عین آفتاب سمجھ بیٹھتا ہے اور اس چمک میں آئینہ بھی نظر نہیں آتا حالانکہ اس آئینہ کا جسم باقی ہوتا ہے کُل کا کُل آفتاب کا عکس بھی نہیں ہوتا البتہ اس کے کچھ حصہ میں آفتاب کا عکس ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں کہ

عکس روئے تو چو در آئینۂ جامِ اُفتاد
عارف از خَندۂ مے در طَمَعِ خام اُفتاد

[جب جام کے آئینہ میں تیرے رخ کا عکس پڑا تو عارف شراب کے خندہ ہونے یعنی چھلکنے سے طمع خام میں مبتلا ہو گیا]

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ اولیائے کرام میں سے جو شخص جس مقام پر پہنچ جاتا ہے سمجھ لیتا ہے کہ مقصود یہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں جیسے اندھوں کی ایک جماعت کو جب ہاتھی مل گیا اور کسی کا ہاتھ ہاتھی کے پیر پر پڑا تو وہ سمجھنے لگا کہ ہاتھی ستون کی طرح ہوتا ہے اور جس کا ہاتھ سونڈ پر پڑا تو اس نے سمجھا کہ ہاتھی مثل ڈنڈے کے ہوتا ہے اور جس کا ہاتھ اس کے دانتوں پر پڑا تو اسکو خشک شے کی مانند سمجھ بیٹھا غرض کہ جس کے ہاتھ میں ہاتھی کا جو عضو مثلاً کان یا پیٹھ یا پیٹ آیا اس نے ہاتھی کو اسی سے تعبیر کر دیا اور اس کے علاوہ چیزوں سے انکار کر دیا۔ یا مثلاً نابینوں کی ایک

جماعت ایک درخت کے پاس پہنچی اور کسی کے ہاتھ اس کے پتے آئے، کسی کے ہاتھ اس کی شاخیں اور کسی کو جڑ اور کسی کو پھل ہاتھ لگا اور ان چیزوں کو ان لوگوں نے چکھا، تو ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ مزہ اور جدا جدا کیفیات حاصل ہوئیں۔ جس نے پتیاں چبائی، اس نے پتیوں کا ذائقہ بیان کیا، جس نے پھل چکھا تو پھل کے مزہ کا اظہار کیا۔ علی ھذا القیاس ہر شخص نے اپنے چکھنے کے مطابق تفصیل بیان کی اور دوسرے اجزاء کا انکار کیا کہ جو میں نے چکھا ہے وہی شجر کا ذائقہ ہے نہ کہ وہ، جو تو بیان کرتا ہے۔ اور جناب حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام کے تمام مکشوفات مطلوب کا پتہ دیتے ہیں درست اور بجا ہیں۔ حال یہ ہے کہ اس پاک بے نیاز کی ذات اس سے وراء الوراء ہے، کیونکہ حق تعالی بے نہایت ہے جس کا کوئی سرا نہیں ہے، اور اسی طرح اس کی معرفت بھی بے پایاں ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے اور اس مقام کے بارے میں سید بشر علیہ وعلیٰ اٰلِہٖ صَلوٰاتُ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْاَکْبَرْ فرماتے ہیں کہ مَاعَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ (نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو جیسا کہ معرفت کا حق ہے) تو دوسرے کی کیا مجال جو نہایت تک پہنچنے کا دعوی کر سکے۔

ہر نقاب روے جاناں را نقاب دیگر است
ہر حجاب راکہ طے کردی حجاب دیگراست

[محبوب کے چہرہ پر ہر نقاب کے پیچھے دوسری نقاب ہے، ہر حجاب جو تو نے طے کیا ہے اسکے بعد اور حجاب ہے]

راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ ہر شخص نے اپنے حوصلہ اور استعداد کے مطابق معرفت سے حصہ پایا ہے، نہ یہ کہ معرفت الٰہی بتامہ (کُل کی کُل) حاصل کی ہو۔ کسی نے کیا خوب یہ معنی ہندی کے ایک دوہرہ میں منظوم کیا ہے۔

مصری کا پربت بھیو چیونٹی پہنچی آئے
ان مکھ اپنا بھر لیو پربت لیونہ جائے

[یعنی جہاں شکر کا ایک پہاڑ سا جمع ہو چیونٹی آ پہنچتی ہے وہ اپنا منہ تو بھر لیتی ہے لیکن اس پہاڑ میں کوئی کمی نہیں معلوم ہوتی]

اور فارسی کا یہ شعر بھی اسی مضمون کی تائید کرتا ہے۔

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حُسنِ تو بِسیار
گل چیں بہارِ تو زِداماں گِلہ دارَد

[تیرے حسن کے پھول تو بیحد ہیں لیکن نگاہوں کا دامن بہت تنگ ہے کہ تیری بہار کا گل چیں (پھول چننے والا) ہمیشہ تنگ دامانی کی شکایت کرتا ہے)۔ ونیز یہ عربی شعر بھی اسی مضمون کا حامل ہے]

وَاِنَّ قَمِیصًا خِیطَ مِنْ نَسْجِ تِسعَتِہ
وَتِسْعِیْنَ حَرْفاً عَنْ مَعالِیْہِ قَاصِرٌ

[قمیص جو عمدہ طریقہ پر بنائی گئی ہے اور اس عمدگی کا جو بیان ہوا ہے، اس میں سے اب بھی سو میں ننانوے خوبیاں بیان نہیں ہوسکیں]

یوم بدھ تاریخ ۵ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے حضرت والا سے مراقبات کی تفصیل دریافت کی۔ ارشاد فرمایا کہ میں پہلے مراقبۂ احدیت کی تلقین کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کے اسم مبارک اللہ کے مفہوم کا لحاظ ہو کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو بیچوں وبچگوں ہے (یعنی کیونکر اور کیسے کے بیان سے باہر ہے) اور تمام صفات کاملہ کا مرکز اور تمام کمی وخرابی سے پاک ہے۔ اس کے بعد مراقبہ معیت کی ہدایت کرتا ہوں جو عبارت ہے اس پاک وبرتر کی معیت کا لحاظ قلب و روح اور تمام لطائف اور تمام بدن بلکہ بدن کے ہر بال کے ساتھ بلکہ عالم کے ذرات کے ہر ذرے کے ساتھ ہے۔

اس کے بعد حضور میں جناب قبلہ گاہ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے قبلہ گاہ (حضرت کے والد ماجد) بڑے بزرگ تھے۔ کریلے جوش دے کر

کھاتے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر فرماتے تھے اور خاندان قادریہ میں بیعت رکھتے تھے۔ اور نسبت چشتیہ و شطاریہ بھی رکھتے تھے۔ چالیس روز برابر نہ سوتے تھے۔ اولیائے کبار کی ارواح مقدسہ کا اکثر مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد عارف آگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے استفادہ کرنے کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سخن میرے نزدیک ثابت نہیں ہے کیونکہ جناب حضرت مجدد ؒ نے لکھا ہے کہ عید کے دن حضرت خواجہ ؒ کی زیارت کو گیا۔ اور عرض کیا کہ آج کے دن بزرگ لوگ چھوٹوں کو عیدی دیتے ہیں، میں بھی اسی امید سے آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ نے توجہ فرمائی اور ایک نئی نسبت القا فرمائی کہ جو جدا ذوق اور علیحدہ اسرار و کیف رکھتی تھی۔ پس اس (بیان) سے معلوم ہوا کہ جب حضرت خواجہ نے آپ کو اپنی وفات کے بعد بھی ایک نئی نسبت عطا کی تو اپنی حیات میں حضرت مجدد سے کس طرح پر نسبت حاصل کی ہوگی۔

یوم جمعرات تاریخ ۶ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام اس قبلہ خاص و عام کی مجلس میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ، صوفیاء میں سے ایک صاحب نے اس دنیا سے کوچ کیا۔ ان پر عتاب خداوندی ہوا کہ تو وہ تھا کہ جس نے مجھ کو لیلیٰ کے برابر درجہ دے دیا یعنی ظاہری معشوق کی طرح خد و خال کو میرے ساتھ منسوب کرتا تھا۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ میں امراء سے ملنے اور دنیا طلب کرنے اور گانا بجانے سننے اور ہمہ اوست کہنے سے بیزار ہوں۔ اس لئے کہ ہمہ اوست وہ احوال ہیں کہ صوفیہ اس زمانہ میں کہتے ہیں اور حقیقت تک نہ پہنچ کر اس قول کے زبان پر لانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ اس طرح وہ الحاد و زندقہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ عن ذٰلک (ایسی باتوں سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔ ایک شخص نے میرے پاس آکر کہا کہ سب خدا ہی تو ہے غیر کہاں؟ میں نے اس کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔ و نیز ایک شخص تھا کہ جب گدھے کی آواز سنتا تو جلّ و علاً کہتا تھا۔

استغفر اللّٰہ عن ذٰلک (ایسی باتوں سے میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں)۔نعوذ باللّٰہ یہ کیسا کمال ہے جو سراسر کَلَامُ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْمُتَعَالِ کے خلاف ہے۔اگر یہ باتیں سچ ہوتیں تو حضرت پیغمبر صلوات اللہ الملک الاکبر کس پر معبوث ہوتے اور کس کی طرف سے پیغام (وحی) لاتے۔رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ. (اے رب ہمارے! ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم ڈھایا ہے اگر تو نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا، تو ہم بالکل خسارہ میں رہیں گے۔)

یوم جمعہ تاریخ ۷ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔اس وقت حضور میں رویت حق جل شانہ کا ذکر آیا۔حضرت والا نے فرمایا کہ واجبُ الْوُجُود تعالی شانہ کی رویت اس عالم امکان میں ناممکن ہے کہ جب معراج میں سرورکونین علیہ صلوٰۃ اللہ الملک المنان کے اس واقعہ (روایت الٰہی) کے بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے،اسکے باوجود کہ آں حضرت کا اس جہاں سے گزرنا اور لامکان کو پہنچنا اور مقام قاب قوسین اوادنیٰ سے مشرف ہونا (بیان ہوا ہے) تو اس معاملہ کی تصدیق کسی اور کے لیئے کرنا کیسے مناسب ہے۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا کہ باری تعالی وتقدس کا کلام جولحن وآواز سے مبرا اور صوت وحروف سے پاک ومنزہ، ہے میں نے تین بارسنا ہے اور اس کی سماعت سے مشرف ہوا ہوں ایک بار مدرسہ میں اور دوبار اسی مکان میں جس میں اب سکونت رکھتا ہوں۔

ونیز حضرت والا نے فرمایا ایک رات خواب میں دیکھا کہ مجھے عروسی جوڑا پہنایا گیا ہے اور زیوارت سے آراستہ کیا گیا ہے اور محبوبانہ باتیں مجھ سے سرزد ہورہی ہیں۔جب خواب سے بیدار ہوا تو میرے احوال دگرگوں ہوگئے اور مجھ سے وہ باتیں جو خواب میں جس طرح ہوئی تھیں جاگتے میں ظاہر ہوئیں۔

ونیز حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اکثر اوقات غیب سے آوازیں آتی ہیں کبھی فرشتہ کے ذریعہ الہام ہوتا ہے اور کبھی پیران کبار کی جانب سے ندا ہوتی ہے اور کبھی سید مختار علیہ وعلی آلہ صلوات اللہ الملک الغفار کی جانب سے صدا آتی ہے۔ ایک روز مکان کی وسعت کے لئے دعا کی آواز آئی کہ جب تمہارے بال بچے نہیں ہیں تو مکان کے وسیع ہونے کی تمہیں کیا ضرورت ہے تمہارے رہنے کے لئے یہی کافی ہے۔ ایک دن یہ بھی حق سبحانہ سے دعا کی کہ ہمسایہ کا مکان مجھے مل جائے الہام ہوا کہ تو ہمسایہ کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے اور اسے خانہ بدر کرنا چاہتا ہے۔

ونیز ایک روز حج کی نیت سے سفر کا قصد کیا تو آواز غیبی آئی کہ تم یہیں ٹھہرو کہ تم سے خلق کو نفع پہنچتا ہے۔

یوم ہفتہ تاریخ ۸ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص مرض رشتا (جس میں دانے پڑتے ہیں اور جن سے دھاگہ نما مواد نکلتا ہے) میں مبتلا ہو گیا تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ آیۃ اکثر پڑھا کرو یہاں تک کہ دو رکعت نماز میں قیام ورکوع وسجود میں بھی پڑھا کرو۔ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (الانبیاء ۸۳)

(اے رب مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے)

ونیز حضور میں شعر کا تذکرہ ہوا۔ تو حضرت والا نے یہ رباعی پڑھی۔

مارا نَبُوْد دِلے کہ کار آید اَزُو
جُزْ نالہ کہ دَر وَے ہزار آید ازو
چَنداں بِگریم کہ کوچہ ھا بِگُل گَردَدْ
نَے رُوَیَد ونالہ ھائے زار آید ازو

[میرے پاس ایک دل ہے مگر اس سے کوئی کام نہیں نکلتا (یعنی کسی کام میں مشغول نہیں

ہوتا) سوائے اس کے کہ ہر آن اس سے ہزاروں ہزار نالے (دردبھری آہیں) نکلتے ہیں، میں اتنا روتا ہوں کہ گلیوں میں کیچڑ ہو جاتی ہے اس سے نئے (بانسری) اگتی اور رنجیدہ نالے اس سے نکلتے ہیں]

یوم اتوار تاریخ ۹ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلہ انام کی محفل میں حاضر ہوا۔ حضور پر نور میں تراویح کا تذکرہ ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی بیس رکعت ثابت نہیں ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ عبداللہ ابن عبدالبر المالکی نے بیس رکعت تراویح کی روایت کا آں سرور علیہ صلوٰت اللہ الملک الاکبر سے ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مشکوٰۃ شریف طلب کی۔ اس کے حاشیہ پر یہ مسئلہ لکھا ہوا تھا۔ مجلس میں اس کی عبارت پڑھی گئی۔ اس کے بعد حضور پر نور میں وجود ممکنات کا ذکر آیا کہ یہ وہم ہے یا حقیقت میں وجود رکھتی ہیں تو حضرت والا نے خواجہ میر درد کی یہ رباعی پڑھی ؎

اے درد یہ تنگنا میں آکر دیکھا
عالم کے تئیں جو دل لگا کر دیکھا
مانند مژہ الٹ گئی صف کی صف
واللہ جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھا

[تنگنا۔ یعنی دنیا، مژہ۔ یعنی پلک]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ علم الٰہی کے صفحہ میں ممکنات کی شکلیں موجود تھیں جنہیں اعیان ثابتہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب اس پاک بے نیاز نے چاہا کہ ان علمی صورتوں کو میدان ظہور میں لائے اور ہر زمانہ میں جس صورت کو چاہا کہ اس وجود کے آثار واطوار اسپر مرتب فرمائے تو اپنے علم کے اس صفحہ کو جس میں اس صورت کی عین ثابتہ تھی عدم کے آئینہ کے سامنے کردیا۔ پس وہ عین ثابتہ اس آئینہ میں منعکس ہوگئی اور خارج میں ایک صورت پیدا ہوگئی اور اس کو وجود کے آثار واطوار سے مزین کردیا۔

اور نیز فرمایا کہ نطفہ (آب) سے لوتھڑا بننا اور اس لوتھڑے کا گوشت اور ہڈیوں میں

منتقل ہو کر جنین (نومولود بچہ) ہونا پھر جوان ہونا اسکے بعد بڑھاپے کو پہنچنا، یہ وجود کے اطوار ہیں۔اور ہنسا، رونا اور باتیں کرنا وغیرہ یہ سب وجود کے آثار ہیں۔

یوم پیر تاریخ ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صوفی کو چاہیے کہ اپنے اخلاق و اعمال اور پرہیز گاری کو جناب سرور کائنات علیہ صلوات اللّٰہِ الملکِ الْاَکْبَرْ کے اخلاق و اعمال و ترک کی شکل میں بنائے (مثلاً) حضرت انس بن مالک ﷺ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برابر دس سال تک رہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کبھی ''اُف'' نہ کہا۔جو آپ کے ساتھ برائی کرتا آپ اس سے اچھائی کے ساتھ پیش آتے (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی، تحمل اور خوش اخلاقی اتنی بلند تھی کہ اپنے خادم کو بھی کبھی برا اور سخت نہیں کہا۔) اور راتوں کو اس حد تک قیام کرتے (یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے) کہ آپ کے دونوں قدم مبارک پر ورم آجاتا۔ایک دن آپ کے پاس ستر ہزار دینار و درہم (سونے اور چاندی کے سکے) سرخ و سفید آئے۔آپ نے وہ تمام فقراء میں تقسیم فرما دیئے۔

یوم منگل تاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے فرمایا حلقہ کے وقت ذکر نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنے مرشد کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ مرشد کی طرف توجہ ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حلقہ میں ایک شخص پر (صحیح طور پر) توجہ کرنے سے تمام اہل حلقہ پر اثر پہنچتا ہے، لیکن توجہ مسہل (دست آور دوا) کے مثل ہے اور ساتھیوں کو جو تاثیر مترتب ہوتی ہے وہ یا قوتی (قوت پہنچانے والی دوا) کی طرح ہے کیونکہ مسہل کے بعد یا قوتی (مقویات) مفید ہوتی ہے۔

❀❀❀❀❀

یوم بدھ تاریخ ۱۲ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور عالی میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا اللہ جل سلطانہ کے وعدے ہی میرا خزانہ ہیں۔

خاک نشینی است سُلیمانیم   عار بُوَد اَفسرِ سُلطانیم

[میرے لئے خاک نشینی ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح وسیع مملکت کا سلطان ہونا ہے۔ بادشاہت جیسا بڑا رتبہ میرے لئے عار (شرمندگی) کا باعث ہے]

یوم جمعرات تاریخ ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وصیت کرتا ہوں کہ میرے جنازہ کے ساتھ ایک شخص اچھے لب ولہجہ اور دلکش آواز کے ساتھ یہ رباعی پڑھے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیأ للہ اَز جمال رُوئے تو
دست بکُشا جانبِ زَنبیلِ ما
آفریں بَرْدَست وَبَر بازوئے تو

[میں ایک مفلس تیری گلی میں آیا ہوں، اللہ واسطے اپنے جمال جہاں آرا کے صدقے میں کچھ مجھے بھی عطا کر۔ میری زنبیل کی طرف اپنا ہاتھ کشادہ فرما تیرے دست وبازو پر آفریں ہے)

اور فرمایا کہ خواجہ خواجگان پیر پیراں امام الطریقت دردمند دلوں کے ناسور کے لئے مرہم خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا (اللہ اُن سے راضی ہو اور اللہ اُن کو ہم سے راضی کردے) نے بھی اپنے جنازہ کے ہمراہ یہ رباعی پڑھنے کو فرمایا تھا۔

اس کے بعد حضور پرنور میں حیا کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حیا کی چند قسمیں ہیں، ایک یہ کہ کوئی شخص گناہ سے اس لئے پرہیز کرے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے حیا کرتا ہے کہ وہ

پوشیدہ وعلانیہ کو دیکھنے والا اور ظاہر وباطن کو جاننے والا ہے۔دوسری قسم معاصی (گناہ) سے پرہیز کرے کہ فرشتوں کی موجودگی سمجھ کر شرم آتی ہے۔تیسرے یہ کہ گناہ کرتے ہوئے اس لئے شرمائے کہ فرشتہ اعمال کی اطلاع جناب رسالت پناہ علیہ التحیات کی بارگاہ میں دیتے ہیں۔پس حیا جس قسم کی بھی ہو ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

اس کے بعد حضور پرنور میں عشق ومحبت کا تذکرہ چھڑا۔حضرت والا نے یہ اشعار پڑھے

دارَم دِلے اماچہ دل صدگونہ حرماں دَر بَغَل
چشمے وخوں در آستیں صد اشک وطوفاں دربغل
روزے قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ
مَنْ نِیز حاضر می شوم تصویرِ جاناں دربغل

[میرے پاس ایک دل ہے مگر کیسا دل! سینکڑوں محرومیاں جس کے بغل میں ہیں، آنکھ اور آستیں میں خون سینکڑوں آنسو اور طوفان بغل میں ہیں۔قیامت کے دن ہر شخص نامۂ اعمال ہاتھوں میں لئے ہوگا، میں بھی (اس حالت میں) حاضر ہوں گا کہ محبوب کی تصویر میرے بغل میں ہوگی]

یوم جمعہ تاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلۂ انام کے حضور حاضر ہوا۔اس وقت حضور میں مُدارا اور مُداہنت کے معنی کا تذکرہ ہوا۔حضرت والا نے فرمایا کہ مُدارا کے معنی یہ کہ دنیا کو دین کی غرض سے صرف کیا جائے اور مداہنت اسے کہتے ہیں کہ دین کو دنیا کے لئے برباد کریں۔عَیاذاً بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَنْ ذٰلِکَ (ایسی بات سے اللہ پاک سبحانہ کی پناہ لیتے ہیں۔)

اس کے بعد حضور پرنور میں حضرت سید البشر علیہ وعلی آلہ صلوات اللہ الملک الاکبر کا ذکر پاک ہوا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شفیع المذنبین خاتم المرسلین علیہ افضل الصلوۃ المصلین واز کی سلام المسلمین نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا مقبول

ہے کہ ایک مرتبہ جو کچھ حق جل وعلا سے مانگیں وہ ملے گا۔ چنانچہ جملہ پیغمبران نے اس دعا کو اسی دنیا کے امور میں سے کسی امر میں صرف کیا ہے لیکن میں نے اسکو اس دنیا میں نہ مانگ کر بڑی مشقتیں جھیلی ہیں اور زہر کے سے گھونٹ پیئے ہیں اور عقبیٰ میں شفاعت کبریٰ کے لئے چھوڑ رکھی ہے۔ و نیز آنحضرت علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ پاک و برتر نے مجھے ایک ایسی بشارت دی ہے کہ اگر اس کو ظاہر کردوں تو امت کے لوگ طاعت و بندگی چھوڑ بیٹھیں۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ آں حضور علیہ کا وجود (مقدس) تمام عالم کے لئے رحمت تھا کہ کافروں کے لئے ان کے کفر کی بدولت اور فاسقوں کے لئے ان کے فسق کی وجہ سے اس دنیا میں تعذیر موقوف کی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسخ و فسخ (یعنی صورت بگاڑ دینا اور برباد کردینے کا عذاب) نہیں ہے۔ اسی طرح شیطان کو فرشتہ ہر وقت منہ پر طمانچہ مارا کرتا تھا آنحضرت علیہ کے ظہور کے بعد سے یہ (سزا) موقوف ہوگئی۔ قارون کا خزانہ جو اس کے سر پر لا دیا گیا تھا، اب اس کے سر سے اوپر کردیا گیا ہے۔

اس کے بعد حضور میں **پیغمبر علیه صلوٰت الله الملک الاکبر** کی خواب میں رویت کا ذکر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خبر فیض اثر (یعنی حدیث شریف) میں ہے کہ

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ

[جس نے مجھے دیکھا اس نے واقعی دیکھ لیا کیونکہ شیطان میری صورت ہرگز نہیں اختیار کرسکتا]

کہ وہ صورتِ اصلی جس کے ساتھ آں حضرت علیہ مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں۔ اور دیگر صورتوں اور شکلوں میں آں حضرت صلی اللہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو وہ نیک اعمال کرنے یا کسی سنت کے زندہ کرنے (چھٹی ہوئی سنت پر عمل کرنے) یا بدعت کو ختم کرنے کی وجہ سے خواب میں ظاہر ہوتی ہیں۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی شخص آنحضرت علیہ کو خواب میں اصل صورت میں دیکھتا ہے تو شیطان کا وہاں دخل نہیں ہوتا، اس لئے (وہ یہ سمجھ لے کہ) واقعی دیکھا

ہے۔لیکن خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرمائیں تو اس کو آپ کی حیات کے فرمانوں کے موافق پر کھے۔اگر موافق ہے تو اسے عمل میں لانا چاہیئے ۔لیکن اگر موافق نہیں ہے تو پرہیز لازم ہے کہ اس کلام میں شیطان کے دخل کا اندیشہ ہے نہ کہ صورت دیکھنے میں ۔جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حینِ حیات میں ایک دن شیطان نے چند کلمے بتوں کی تعریف میں کہہ کر حضور کے کلام میں شامل کر دیے تھے جس کو سُن کر صحابہ کرام متحیّر ہوئے اور کفار خوش ہوئے کہ پیغمبر بھی ہمارے دین کی تائید کرتے ہیں۔اس واقعہ کے بعد آں حضور ﷺ کو بہت رنج ہوا،چنانچہ ربّ العالمین کی طرف سے حضرت جبرئیل امین یہ پیغام لائے کہ ہر پیغمبر کے کلام میں شیطان دخل کرتا ہے لیکن حق سبحانہ اس کے بعد آگاہ فرما دیتا ہے۔اور یہ کلام شیطانی تھا جو آپ کے کلام میں ملا کر کفار کی مدح میں چند کلمات کہہ دیئے تھے۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اُس (فلاں) مقام پر خزانہ کی ایک دیگ پوشیدہ ہے۔اس کو نکال لو،اس کا پانچواں حصّہ تجھ پر معاف ہے،جب وہ بیدار ہوا اور اُس جگہ کھودا تو خزانہ کی دیگ نکل آئی،اُس نے قاضی سے خُمس (پانچویں حصہ) کے معاف ہونے کا فتویٰ طلب کیا،تو قاضی نے جواب دیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا دیکھنا تو صحیح ہے لیکن خمس کا معاف ہونا صحیح نہیں ہے،اس لئے کہ ظاہری جسم کے ساتھ بیداری میں جو حکم حضور ﷺ نے صحابہ کی جماعت کو دیا ہے۔وہ اب بھی جاری ہے کیونکہ اس جہاں سے انتقال کے بعد خواب میں روح کے فرمانے سے بیداری کا حکم منسوخ نہیں ہوگا۔

یوم ہفتہ تاریخ ۱۵ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جب میں اپنے اندر دیکھتا ہوں کہ مجھ میں کیا کمال ہے کہ عالم میری طرف رجوع کرتا ہے،تو اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا۔جب عبادت و طاعت پر نظر ڈالتا ہوں تو کوئی روزہ اور نماز وغیرہ بارگاہ الٰہی جل سلطانہ، میں

قبول ہونے کے لائق نہیں دیکھتا۔ اور جب خود اپنی جانب نگاہ ڈالتا ہوں تو اپنے آپ کو خالی بانسری کی طرح پاتا ہوں۔

میں تو خود کچھ بھی نہیں ہوں، مجھ میں جو کچھ بھی ہے سب اس کی طرف سے ہے ۔

اُو بجُز نائی و ما جز نے نیم
او دَمے بے ما و مابے وَے نیم
نَے کہ ہر دَم نغمہ آرائی کند
فی الحقیقت اَز دَمِ نائی کُنَد

[وہ نَے نواز یعنی بانسری بجانے والا ہے اور میں بجز بانسری کے کچھ نہیں ہوں۔ اس کا وجود میرے بغیر بھی ہے اور میں اس کے بغیر کچھ نہیں ہوں، بانسری سے جو نغمے ہر وقت نکلتے رہتے ہیں وہ حقیقۃً نَے نواز کے دم سے ہیں]

یوم اتوار تاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے پیغمبر علیہ وعلی آلہ صلوات اللہ الملک الاکبر کی انکساری کا اظہار فرمایا کہ آنحضرت ﷺ مجلس میں صف کے کنارے کھڑے ہوتے تھے اور دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے اور سلام میں آپ ابتداء فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت والا نے درود پاک پڑھا اور نہایت شوق سے دونوں ہاتھ کھول کر اپنے سینۂ بے کینہ سے ملا لیے جیسے کہ معانقہ فرما رہے ہوں۔

راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ آشفتہ حالوں کے ضمیر پر پیغمبر (ﷺ) کی صورت پاک اور (آپ کے فراق میں) بیمار لوگوں کے دل پر آنحضرت علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کی شکل مبارک واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت والا حضور محبوب رب العالمین کے نام مبارک کے عاشق اور حضرت امام المرسلین کی ذات پاک پر فریفتہ تھے۔ جس وقت بھی حضرت ﷺ کا ذکر مقدس آتا

آپ بے چین ہو جایا کرتے اور بار بار درود پڑھا کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو زمین وزماں کے سردار کے نامِ پاک سے شاداں وفرحاں کرتے تھے۔ اور اگرچہ اس زمانہ میں جبکہ عمر شریف پچھتر سال کی ہوگئی تھی بسبب تقاضائے عمر کے بیحد ضعف طاری ہوگیا تھا اس کے علاوہ غذا میں بھی بہت کمی ہوگئی تھی کہ دن ورات میں پاؤ بھر سے کم غذا استعمال فرماتے تھے، تو طاقت کہاں سے آتی لیکن اس قسم کے تذکرہ کے وقت بدن مبارک میں بڑی طاقت آجاتی تھی اور پھر یہ شعر پڑھتے اور لوگوں کی طرف توجہ فرماتے تھے۔

ہَرْ چند کہ پِیر خَستہ دِل وناتُواں شُدَم
ہَرْ گہ کہ یاد روئے تو آمد جَواں شُدَم

[ہر چند کہ بوڑھا خستہ دل اور کمزور ہوگیا ہوں لیکن جب بھی تیرا چہرہ یاد آتا ہے میں جوان ہو جاتا ہوں]

یوم پیر تاریخ ۱۷ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ فیض طلب خاں نے خانقاہ کے خرچ کے لئے غلّہ بھیجا تھا۔ حضرت والا ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بیٹھے ہیں ہمیں امراء سے کیا سروکار۔ اس کے بعد ایک طوائف کے گھر سے کھانا آیا اور پھر کسی امیر کے گھر سے بھی کچھ کھانا آیا۔ حضرت والا نے محتاجوں میں تقسیم فرمادیا اور خود اس میں سے ایک لقمہ بھی نہیں لیا۔ حضرت والا کی یہ عادت شریفہ تھی کہ کسی کے گھر کا کھانا کبھی نہیں کھاتے تھے جو کچھ کہ گھر میں پکتا وہی تناول فرمالیتے اور (اس قسم کا مشکوک کھانا) صوفیاء کو بھی نہیں کھلاتے تھے۔

یوم منگل، تاریخ ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا آج کا دن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت شیخ الشیوخ مولانا شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کے وفات

شریف کا دِن ہے اور اسی دنِ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے تھے اس کے بعد ان حضرات کی فاتحہ کے لئے کھانا پکانے کا حکم فرمایا۔

یوم بدھ تاریخ ۱۹ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں بڑا فیض وارد ہوتا ہے اور کثیر برکات ظاہر ہوتی ہیں اس مہینہ میں عبادت وطاعت میں بڑی جدوجہد کرنی چاہیے۔ دومتبرک عشرے گزر چکے ہیں۔ عشرۂ آخیرہ باقی ہے۔ خانقاہ کے لوگوں کو چاہیے کہ اعتکاف کریں کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے اس عمل پر مداومت فرمائی ہے اور کبھی ترک نہیں کیا۔ ایک مرتبہ ترک ہوگیا تھا تو اس کی قضا فرمائی تھی۔ اگر کسی کو اعتکاف میسر نہ ہو تو خلوت کرے اور ذکرِ قلبی کی کثرت اور وقوف قلبی، نگہداشت خواطر، نفی واثبات اور ذکر تہلیل لسانی کا خوب اہتمام کرے کہ اس طریقۂ شریفہ میں دیگر اوراد و وظائف نہیں ہیں۔ اس کے بعد اس فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مجدد الف ثانی کے وہ معنی جس پر کسی معترض کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا.

[اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو ظاہر فرماتا ہے جو اس کے لئے اس کے دِین کی تجدید کرتا ہے]

پس ہر صدی کے شروع میں مجدد پیدا ہوئے، جیسا کہ حضرت جنید بغدادی وغوث الاعظم وغیرہ رضی اللہ عنہم کہ ہر ایک مجدد ہوئے کہ انھوں نے دِین کی تجدید فرمائی (یعنی اس میں سے بدعات اور غلط رسومات کو خارج کرکے پھر دین کو اپنی اصلی شکل میں پیش کردیا)، اور مجدد اور محی الدین کے معنی ایک ہی ہیں۔ چنانچہ گیارہویں صدی میں حق سبحانہ نے ان کو بھیجا تاکہ گیارہویں صدی میں دین کی تجدید فرمائیں اور یہ کہ ان کے اور ان کے مریدین وتابعین کے نزدیک مجدد الف ثانی کا معنی یہ ہے کہ اس دوسرے ہزار میں فیض ولایت کا واسطہ ان کا (یعنی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ

کا) وجودِ مبارک ہے چنانچہ وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھ پر منکشف کیا گیا ہے کہ امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابنِ ابی طالب وسیدۃ النساء فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مُطلقاً فیوضِ وِلایت کے لئے واسطہ ہیں اگر چہ امم سابقہ (اگلی امتوں) کے اولیاء ہی کیوں نہ ہوں اور ان دونوں حضرات کے بعد سے آئمہ اثنا عشر تک یہی منصب قائم ہے۔ پس حضرت محی الدین (عبدالقادر) جیلانی قدس سرہ بھی اس دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے ہیں اور ان کے بعد دوسرے ہزارہ کی ابتدا میں حق سبحانہ نے مجھے بھی اس منصب میں ان کا نائب مقرر فرمایا اور اس خلعت سے سرفراز فرمایا ہے لہٰذا دوسرے ہزار میں جو بھی ولایت کے درجہ تک پہنچتا ہے (یا پہنچے گا) اس کے فیض کا واسطہ میں ہوں گا۔ بغیر میرے وسلیہ کے کوئی ولی ولایت تک نہ پہنچ سکے گا۔ چنانچہ ان کے وسیلہ کے بغیر نہیں پہنچتا۔ اس (دوسرے ہزارہ) میں، میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں۔"

یوم جمعرات تاریخ ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آج صبح ہی سے اکیسویں شب کی برکتیں ظاہر ہو رہی ہیں شب قدر کا امکان ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اس آخری عشرہ مبارک میں شب قدر مختلف طاق تاریخوں میں ضروری ہوتی ہے اور اس عشرہ کی ہر طاق رات مثلاً اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں رات فیوض وبرکات سے بھری ہوتی ہے اور جفت راتیں (یعنی بائیسویں، چوبیسویں، چھبیسویں، اٹھائیسوں، اور تیسویں) طاق راتوں سے فیض حاصل کرتی ہیں۔ اور دونوں طرف سے برکات لیتی ہیں (یعنی جُفت رات سے پہلی طاق رات اور بعد والی طاق رات سے) اس طور پر عشرہ کی تمام راتیں متبرک ہوتی ہیں۔ جنہیں زندہ رکھنا ضروری ہے (شب بیداری وعبادت کے ذریعہ)

یوم جمعہ تاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

کمترین اس قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ علم الیقین کا مطلب یہ ہے ک دل میں یقین پیدا ہو جائے اور عین الیقین یہ کہ دِل کو توجہ الی اللہ حاصل ہو اور

حق الیقین یہ کہ اس توجہ سے سالک کو اضمحلال و استہلاک نصیب ہو۔فقیر کے نزدیک صوفیا کے مقامات ثلثہ کا بیان یہی ہے۔

یوم ہفتہ تاریخ ۲۲ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان کس زبان سے بیان کروں، جس طرف توجہ کرتا ہوں اس مقام کا اثر دکھائی دیتا ہے۔اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

دو زباں داریم گویا ہمچو نَے

یک زباں پنہان است دَر لبہائے وَے

[میں بانسری کی طرح دو زبانیں رکھتا ہوں کہ ایک زبان اس کے لبوں کے درمیان پوشیدہ ہے]

اسی مجلس میں یہ شعر بھی فرمایا۔

مانند مرغان باش ہاں بر بیضۂ دل پاسباں

کز بیضۂ دل زایدت مستی وشور و قہقہہ

[مرغ کی طرح دل کے انڈے پر پاسباں رہ تا کہ بیضۂ دل سے مستی وشور اور قہقہہ میں زیادتی ہو]

یوم اتوار تاریخ ۲۳ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ایک شخص نے حدیث اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ (پانی پاک ہوتا ہے کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کرسکتی)، کا ذکر کیا۔حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہے۔مگر شرط یہ ہے کہ اوصاف ثلثہ (یعنی رنگ، بو اور ذائقہ) بدلنے نہ پائیں، دوسری حدیث قُلَّتَین کی ہے جو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔اس شخص نے عرض کیا کہ کیا اوصاف ثلثہ کے تغیّر کی شرط حدیث سے ثابت ہے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ علماء نے جو کچھ فرمایا ہے وہ قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں فرمایا ہے اپنے دل سے کچھ نہیں کہا ہے۔

یوم پیر تاریخ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت شیخ الشیوخ جناب شیخ محمد عابد ﷫ کا رمضان شریف میں یہ معمول تھا کہ اس کام کے لائق لوگوں کو تعلیم طریقہ کی اجازت عطا فرمادیتے تھے۔ میں نے بھی یہی معمول اپنا بنالیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مہینہ کی ستائیسویں تاریخ کو چند لوگوں کو اجازت دیدونگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ چند ٹوپیاں تیار کرلی جائیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی شخص بھی اس وقت قابل اجازت ہوتا ہے جب اس نے دل کو آرزوں وخیالات سے پاک اور نفس کا تزکیہ برے اخلاق سے کرلیا ہو، لیکن اس باب میں اور بھی چند قیود (پابندیاں) ہیں کہ وہ شخص بازاری نہ ہو۔ تیجے وچالیسویں میں نہ جاتا ہو اور امراء اور طریقہ کے مخالفین کے پاس نہ جاتا ہو۔ اور اسے صوفیاء کے مقامات عشرہ حاصل ہوں یعنی صبر وتوکل اور قناعت وغیرہ۔

خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ نسبت اس کی اتنی قوی ہو کہ پاس بیٹھنے والوں پر بھی اس کا اثر پڑے۔ ایسا شخص قابل اجازت ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضور پرنور میں سماع واہل سماع کا تذکرہ آیا کہ طریقہ چشتیہ سہروردیہ کے درمیاں باہم ارتباط اور اتحاد ہے۔ لیکن چشتیہ خاندان والے کہتے ہیں کہ سہروردیہ میں توسل وتقرب الٰہی کے تمام اسباب ہیں سوائے سماع کے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت بہاالدین زکریا ملتانی غزلیں سنتے تھے چنانچہ ایک دن اس شعر پر وجد میں آگئے۔ ؎

مَست آنچہ شراب ناب خوردَ ند
از پہلوئے دل کباب خوردَ ند

[مست لوگ شراب ناب (خالص شراب) سے شغل کرتے اور دل کے کباب کھاتے ہیں]

اوراس حالت میں ایسا معلوم ہوتا تھا گویا جسد مبارک ہے ہی نہیں صرف کپڑے ہیں جو لوٹ پوٹ ہورہے ہوں قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی۔

یوم منگل تاریخ ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضور فیض گنجور میں مقامات ثلثہ یعنی علم الیقین، عین الیقین وحق الیقین کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ علم الیقین یہ ہے کہ سالک کے دل پر انوار واسرار کا انکشاف ہو جائے۔ اور عین الیقین یہ کہ دل میں حضوری کی کیفیت اور اسم مبارک ''اللہ'' مُسَمّیٰ کی جانب نگرانی وتوجہ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ دونوں آنکھیں جو سَر میں ہیں اسی طرح دل میں ایک چشم بینا پیدا ہو جائے اور مقام کَاَنَّکَ تَرَاہُ سے کچھ ذائقہ چکھ لے اور حق الیقین اسے کہتے ہیں کہ اس حضوری میں غرق ہو جائے اور اسم مبارک اللہ کے مفہوم میں فنا اور صفات باری تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ متصف ہو جائے۔

یوم بدھ تاریخ ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

میں حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کہ طلب حق جل وعلا میں یہاں تک آتے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ دوام ذکر کے ساتھ نگہداشت خواطر و وقوف قلبی میں مشغول رہیں اور توجہ الی اللہ سے ایک لحہ اور ایک آن کے لئے بھی غافل نہ ہوں۔ اپنے دن رات کے اوقات میں مصروف رہیں اور ہر روز دو پارے قرآن کریم کے پڑھیں اور صبح وشام سو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللہ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ پڑھیں اور سُبْحَانَ اللّٰہِ سو بار اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سو بار اور کلمہ تہلیل (لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) سو بار پڑھا کریں۔ سوتے وقت ایک ہزار مرتبہ حضرت پیغمبر خدا علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوۃ والسلام پر درود پاک بھیجا کریں۔ اور صبح شام پیران کبار کی ارواح پر فاتحہ پڑھا کریں اور حق سبحانہ تعالیٰ سے تضرّع کریں (آہ وزاری کریں) کہ اے اللہ! سورہ فاتحہ کی برکت اور پیران شجرہ کے طفیل ان حضرات کو جو

عنایت فرمایا ہے وہ مجھکو بھی عطا کر۔

اس فقیر نے بھی اپنے حالات حضور کی خدمت میں عرض کیے تھے، حضور پرنور نے اس عرضی کی پشت پر اپنے دست خاص سے تحریر فرمادیا تھا، اس کو تبرک کے طور پر تحریر کرتا ہوں:

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''

حضرت سلامت! بندہ ناچیز اس لائق تو نہیں کہ کوئی شخص طلب طریقہ کے لئے تشریف فرما ہو، یہ محض حضرت ستار سبحانہ کی ستاری اور عزیزوں (یعنی مریدین ومعتقدین) کی عیب پوشی ہے کہ اس ناشائستہ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ کوئے مجددیہ کے کتوں میں سب سے کمترین چاہتا ہے کہ صاجزادے اس نسبت بے رنگ و بے کیف کی طلب میں نہ آئیں۔ آنجناب کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھتا ہوں لیکن کام تو آہستہ آہستہ ہی ہوگا، اس لئے معذور سمجھیں اور کام میں مشغول رہیں اور حضرت وَاہِبُ الْعَطایا سے تمام طریقہ کی نسبت کی طلب فرماتے رہیں۔

یوم جمعرات تاریخ ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ بیرنگ (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ) قدس سرہ العزیز نے خواجہ حسام الدین کو تعلیم طریقہ کی اجازت دی مگر انہوں نے قبول نہ کی اور کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا کیا۔ خواجہ حسام الدین کی سمجھ بہت تھی کہ انہوں نے یہ بار قبول نہ کیا اس لئے ایسا شخص خلوت وترک سے محروم رہتا ہے اور اسے روز وشب مخلوق ہی میں مشغول رہنا پڑتا ہے۔

یوم جمعہ تاریخ ۲۸ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے دوستوں پر توجہ فرمائی اور پھر درس کلام

پاک، ومثنوی مولانا رومی (رحمۃ اللہ علیہ) فرمانے لگے۔ درس کے دوران بلند حقائق ونادر معارف زبان گوہر فشاں سے جاری رہے اور سامعین کو اس نسبت پاک کے دریا میں غوطہ زنی کراتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت والا کا وجود باوجود آیات الٰہیہ میں سے ایک آیہ اور حضرت رسالت پناہی عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلواتُ والتَّسْلِيماتُ اَتَمُّهَا واَكْمَلُهَا کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔ حضرت والا کی ذات مبارک تیرہویں صدی کے لیے مجدد کی حیثیت رکھتی ہے۔ نیز حضرت کو قیومیت کا منصب غیب سے عطا ہوا ہے اور آپ کے خلفاء اکثر ملکوں میں پہنچ چکے ہیں، عالم آپکے فیض اور نسبت شریفہ سے بھر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک انکے ارشاد کو باقی رکھے۔

یوم ہفتہ تاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت والا (طریقہ) مجددیہ کے بلند معارف بیان فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ امت میں سے کسی نے ان مقامات کو بیان نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ انکا اسرار ومقامات میں اور گزرے ہوئے اکابرین کا مکشوفات ومقامات میں اختلاف مثل تخلفی ہے کہ جو اس ترکیب میں واقع ہے "خَالَفَ سِيبَوَيهِ الْاَخْفَش یعنی اس عربی جملہ کا ایک مفہوم ہوگا کہ سیبویہ (فن نحو کے ایک امام) نے الاخفش (فن نحو کے ایک اور بڑے عالم) سے بعض نکات میں اختلاف کیا اور دوسرا معنی ہوگا کہ سیبویہ اخفش کے بعد ہیں یعنی ایک ہی حقیقت کو الگ الگ طریقہ پر سمجھا گیا اور بیان کیا گیا۔

یوم اتوار، عید الفطر، یکم شوال المکرّم ۱۲۳۱ھ ہجری

دوگانہ عید الفطر کے بعد یہ غلام حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے جو درویشوں کے قبلہ ہیں، ان پر میرا قلب وروح فدا ہو۔ اس راقم سطور اور نالائق کو کلاہ عطا فرما کر تعلیم طریقہ کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔ پہلے پیران نقشبندیہ قدسنا اللہ باسرارہم کی ارواح مقدسہ پر فاتحہ پڑھی پھر اکابرین قادریہ نور اللہ مرقدھم کی ارواح طیبہ پر فاتحہ پڑھی پھر مرشدین چشتیہ کی ارواح پر

فاتحہ پڑھی اور تینوں طریقوں کی اجازت مرحمت فرمائی اور بہت دعائیں دیں اور ارشاد فرمایا کہ صبح وشام طریقہ ابیقہ نقشبندیہ کے پیران عظام رضوان اللّٰہ علیھم اجمعین کی ارواح پر فاتحہ پڑھتے رہا کریں اوران سے مدد طلب کریں اور جو شخص بھی طریقہ کی طلب میں آئے اور جس طریقہ میں تعلیم چاہے اسکو اسی طریقہ کی تعلیم دیتے رہیں۔البتہ طریق نقشبندیہ کے طالب کو اسم ذات ونفی واثبات اور وقوف قلبی کی تلقین کریں اور طریق قادریہ وچشتیہ کے طالبین کو درمیانہ جہر کے ساتھ ذکر کی بھی تعلیم کریں تا کہ ان میں ذوق وشوق پیدا ہو۔اگر چہ ذکر جہر طریقہ میں احداث ہے لیکن حضرت والاشہید نور اللّٰہ مرقدہ المجید کے ذکر لسانی تعلیم کرنے سے میں نے استنباط کیا ہے اور سالک کے قلب پر توجہ وہمت صرف کریں۔پہلے توجہ حصول ذکر کے لئے اس کے بعد حضور اور جذبات واردات کے لئے کریں۔اس کے بعد جامع منقول ومعقول حاوی فروع واصول مولوی عظیم صاحب کو کلاہ اجازت طریقہ سے مشرف فرمایا پھر شیر غازی سمرقندی،اور خوجل قل سمرقندی کو اجازت سے بہرہ ور فرمایا اوران حضرات کے حق میں بہت بہت دعائیں فرمائیں۔

❀❀❀❀❀

خاتمۂ کتاب

حضرت والا کے کلام فیض نظام کا بیان جن کو تاریخ اور دن سے مقید نہیں کیا گیا تحریر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی اسکو پوری طرح بیان کرنے کی توفیق بخشے اور انہیں نافع بنائے۔

ایک دن حضرت والا مولانا روم کے یہ اشعار پڑھنے لگے ۔

بادہ از ماست شدنی ما ازو
قالب از ماہست شدنی ما ازو

ماچو زنبوریم قالب ھا چو موم
خانہ خانہ کرد قالب را چو موم

بادہ در جوشش گدائے جوش ما
چرخ در گردش گدائے ہوش ما

ترجمہ

۱ شراب کا وجود ہم سے ہے اور ہم اس سے، جسم ہم سے ہے اور ہم اس سے ہیں۔
۲ ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کے مثل۔ گھر گھر موم کی طرح بنا ہوا ہے۔
۳ شراب اپنے جوش کے لئے ہمارے جوش کی محتاج ہے اور آسمان اپنی گردش کے لئے ہمارے ہوش کا محتاج ہے۔)

(۱) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ خاندان قادریہ میں مجھے بیعت حاصل ہے مگر ذکر و شغل طریق نقشبندیہ میں کرتا ہوں۔ اور طالبین کو بھی اسی طریقہ شریفہ میں سلوک طے کراتا ہوں اور نقشبندی مجددی ہوں اور اکابرین چشتیہ بھی میرے پیر ہیں۔ ہر طریق کے اکابرین قبول فرمالیں۔ تو اسکے بعد یہ (باعث) فخر اور عظیم نعمت ہوگی۔ لیکن جس خاندان کی نسبت حاصل ہو اسی کا نام لینا چاہئے۔

(۲) ونیز ایک شخص خاندان قادریہ سے (آپ کے) حضور میں طریقہ ایقہ ،نقشبندیہ کی طلب میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خواجہ خوجگان پیر پیراں مرہم ناسور دلہائے دردمنداں حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میرے طریقہ میں سماع نہیں اور میرے طریقہ میں جہر نہیں ہے اور میرے طریقہ میں وجد نہیں ہے میرے طریقہ میں تواجد نہیں ہے اور میرے طریقہ میں آہ و نعرہ نہیں ہے۔ میرا طریقہ حضور، یادداشت اور بے خطرگی ہے۔ حضر کا مطلب اسم مبارک اللہ کے مفہوم کی جانب نگراں رہنا۔ چنانچہ جیسے سر میں دو آنکھیں ہیں (اسی طرح) دل میں ایک آنکھ پیدا ہو جائے جو محبوب حقیقی کے جمال کے نظارہ میں حیران ہو جائے۔ اس کے بعد اس شخص نے جناب مرشد آگاہ، مجاھد فی سبیل اللہ، فانی فی اللہ، محبوب الہٰی حضرت مولانا شاہ درگاہی رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ کیا۔ حضرت والا نے فرمایا وہ انکے پیر مرشد تھے اور اپنے دست مبارک سے میری طرف اشارہ کیا۔ پھر اس سے فرمایا کہ میں رام پور گیا تھا لیکن ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ ان کے مرشد جو اولیائے حقانی میں سے تھے، گرمی کے موسم میں ان کی خدمت میں گیا تھا، انہوں نے مجھے تربوز عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس محبت کی گرمی اور مودّت کی حرارت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ راقم کہتا ہے کہ اس مقام پر اپنی بیعت کا (یعنی حضرت شاہ درگاہی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کا) کچھ حال بیان کر دینا مناسب ہوگا۔ اور وہ بطور اختصار یہ ہے کہ یہ کمترین صغرسنی (کم عمری) میں قریب بلوغ تھا آپ کے دامن پکڑنے کے ارادہ سے اعتقاد و کمال محبت کے ساتھ خاندان قادریہ مجددیہ میں حضرت والا کے دست مبارک پر بیعت کی اور کمرہمت باندھ کر کم و بیش بارہ سال تک حضور فیض گنجور میں عمر گزاری اور حضرت جنید بغدادیؒ کی طرح بقدر طاقت و امکان ریاضت و مجاہدے کئے، جو حضرت کے خانقاہ کے معمولات میں سے تھے اور حضرت کی توجہات سے ذوق و شوق، استغراق و بیخودی، آہ و نعرے، اسرار و توحید وجودی اور ولایت قلبی کے دیگر حالات حاصل ہوئے اور تعلیم طریقہ قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ و سہروردیہ و کبرویہ و مداریہ کی اجازت و خرقہ سے مشرف ہوا۔ اور ان طریقوں میں چند لوگوں کو داخل

بھی کیا۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد شعلہ طلب بھڑکا اور عشق کی آگ دو بالا ہوگئی اور یہ احوال جو مجھکو حاصل ہوئے وہ لطیفہ قلب کے احوال ہیں۔ جس طرح خدا بے نہایت ہے اسی طرح اسکی راہ (معرفت) کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ایسا شخص درکار تھا جس کی توجہ سے ترقی ہو اس کی تلاش ضروری تھی، پس میں نے چاہا کہ طریقہ مجددیہ میں سے ایسا خلیفہ جو طریقہ مجددیہ کی تمام نسبت رکھتا ہو اُس کی خدمت سے بہرہ ور ہوکر اس نسبت شریف کی تکمیل کرنی چاہئیے۔ آخرکار بہ عنایت الٰہی جو کچھ میں چاہتا تھا مجھے مل گیا بلکہ بمصداق شعر حضرت شہید نور اللہ مرقدہ۔

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم
سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

[سجدۂ عشق کے لئے مجھے آستانہ مل گیا۔ سرزمین مطلوب تھی آسمان مل گیا]

ہادی توفیق (تعالیٰ شانہ) نے حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) کے آستانہ پر پہنچا دیا اور دل میں جو مراد تھی اللہ پاک نے حضرت والا کے واسطہ سے عطا فرمادی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وجود باوجود کو ہدایت خلق کے لئے باقی رکھے۔ (آمین)

(۳) پھر حضرت والا نے مراقبۂ احدیت صرفہ سے سلوک کی ابتداء فرمائی اور نیز حضرت والا سے خاندان نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اسم ذات سے جذب پیدا ہوتا ہے اور نفی واثبات سے سلوک جو تہذیب اخلاق سے تعبیر ہے میسر ہوتا ہے اور مراقبات سے نسبت باطنیہ میں قوت پیدا ہوتی ہے اور کلام مجید کی تلاوت سے انوار کی کثرت ہوتی ہے اور درود خوانی سے سالک کو منامات وواقعات (پاکیزہ خواب اور ایمان افزا واقعات) حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کے ذکر واذکار میں لگنا اور مراقبات کرنا مقربین کا طریقہ ہے اور نماز و نوافل کی کثرت ابرار کا وطیرہ ہے۔ جیسا کہ حضرت نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا ہے۔

(۴) حضرت والا نے فرمایا کہ بسم اللہ سے کھانا شروع کرنا مسنون ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے "كَانَ إِذَا اُقْرِبَ اِلَيْهِ الطَّعَامَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَ قَالَ إِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ

فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ نَسِيَ اَنْ يَذْكُرَاسْمَ اللّٰهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ كَذَا فِيْ مُسْنَدِ اَحْمَدَ وَابْنِ مَاجَه

(جب آپ کے پاس کھانا لایا جاتا تو آپ بسم اللہ کہتے تھے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی کھائے تو اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھے) اگر شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے (تو جس وقت یاد آئے) تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ (یعنی) اللہ کا نام (طعام سے) پہلے اور اسکے بعد۔) مسند احمد و ابن ماجہ

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

''وَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ الَّذِيْ لَايَذْكَرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ''

رواہ مسند احمد و مسلم

[اور فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) جو کھانا بسم اللہ کہے بغیر کھایا جائے وہ شیطان کو حلال ہو جاتا ہے]

ایک اور حدیث میں ہے کہ

''قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَتَفَرَّقُوْنَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' رواہ مسند احمد و ابوداؤد۔

[لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ کھاتے ہیں لیکن سیری نہیں ہوتی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ غالباً تم لوگ متفرق ہو کر کھاتے ہو' ان لوگوں نے اثبات میں جواب دیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ اکٹھے ہو کر کھایا کرو اور جب کھانے لگو تو اللہ کا نام لو]

اس کے بعد فرمایا (حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے) کہ ایسے موقع پر بسم اللہ پڑھنا گویا حق سبحانہ سے مدد چاہنا ہے کہ کھانے سے شہوانی و نفسانی قوت کے بجائے وہ توانائی پیدا ہو جس سے عبادت میں ہمت ملے اور طاعت میں قوت پیدا ہو۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ فقراء ہر لقمہ کے شروع میں بسم اللہ کہتے ہیں اور آخر میں الحمد للہ۔

(۵) حضرت والا نے مزید فرمایا کہ احباب کے اکٹھا ہو کر کھانے میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ لیکن دستر خوان پر چاہئے کہ ہر ایک دوسرے کے لئے ایثار کرے اور جو چیز اچھی ہو تو اس بات کی خواہش کرے کہ دوسرے لوگ کھالیں۔ نہ یہ ہے کہ خود بہتر کھائے یا زیادہ کھانے کی کوشش کرے پھر ایک روایت بیان فرمائی کہ ایک شخص نے بازار بغداد میں دلّالوں میں سے ایک کو دیکھا کہ دلالی کی کمائی کرتا ہے۔ اُس شخص نے دلّال سے کہا کہ میں نے تجھے فلاں شہر میں دیکھا ہے کہ تو زاہد تھا، اب کیا ہوگیا کہ یہاں آکر بلا میں مبتلا ہوگیا؟ اُس نے جواب دیا کہ ایک دن میں نے مچھلی پکائی اور چاہا کہ اچھا ٹکڑا خود کھالوں اور باقی دوسروں کو دوں مجھ پر اسی خود پسندی کا وبال پڑا ہے جو یہاں کھینچ لایا اور اس بلا میں گرفتار کردیا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ تین انگلیوں سے کھانا کھاؤ کہ یہ مسنون ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ وَكَانَ يَاكُلُ بِثَلٰثِ اَصَابِعِ وَيَلْعِقُهُنَّ اِذَا فَرَغَ رَوَاهُ البزاز "[آپ تین انگلیوں کی مدد سے تناول فرماتے اور آخر میں انہیں چاٹ لیتے تھے۔ وَقَالَ اِنَّ فِى لَعِقِ الْاَصَابِعِ بَرَكَةٌ رَوَاهُ الطَّبَرَانِى (اور فرمایا کہ انگلیوں کے چاٹنے میں برکت ہے]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ برکت کے معنی زیادتی اور فائدے کے ہیں اور یہاں اس کے معنی توفیق کی زیادتی کے ہیں۔ اس کھانے کے سبب طاعت وعبادت میں مدد ملے گی۔

(۶) اور یہ بھی فرمایا کہ جسے خواہش ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ ہو، اسے چاہئے کہ احادیث شریفہ پر عمل اختیار کرے اور جو جزئیات مسائل کہ حدیث میں نہ پائے جائیں ان کے لئے مذاہب اربعہ (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ وحنبلیہ) میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرے، اگر وہ حنفی ہے تو مسائل حنفیہ اختیار کرے اگر شافعی ہے تو اس مذہب کے مسائل پر کاربند ہو وغیرہ۔ نہ یہ کہ جو مسئلہ اس کے طور طریق میں رائج ہو انہیں پر عمل کرتا ہو خواہ وہ حدیث صحیح سے ثابت نہ ہو یا اس کے خلاف حدیث میں وارد ہو۔ اور کہنے لگے جیسا کہ عوام الناس کہتے ہیں کہ ہمارے آباو اجداد یہی کرتے چلے آئے ہیں تو ہم کیوں نہ کریں، اس کے خلاف کیسے کریں حالانکہ اسے سمجھنا

چاہیے کہ اس کو حضرت سید البشر ﷺ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ دوسرے مذاہب میں سے کسی مذہب کی پیروی کا۔ پس ہر وہ مسئلہ جو موافق حدیث کے ہو اسی پر عمل کرے اور جو بات کہ حدیث کے خلاف ہے اس کی پیروی درست نہیں۔

(۷) اور جزئیات مسائل میں مذہب حنفیہ کی پیروی بہتر و انسب ہے اور نیز فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز امام کے پیچھے (سورہ) فاتحہ پڑھی۔ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ کوفی کو (خواب میں) دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں اولیاء کبار اور ذوی الاقتدار اصفیاء بہت ہیں۔ انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھنا موقوف کر دیا تھا راقم (شاہ رؤف احمدؒ) کہتا ہے کہ احادیث پر عمل کرنا اس وقت (مناسب) ہے جب شخص کو کامل مہارت حدیث میں حاصل ہو جائے ورنہ مذہب کی اتباع لازم ہے۔ اور مذہب حنفیہ کی اتباع کرنا بہتر ہے کہ امت کی ایک بڑی جماعت اسی پر ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ امت کا تین حصہ اسی مذہب پر عامل ہے اور باقی ایک حصہ دوسرے تینوں مذاہب کا پیرو ہے۔ چنانچہ ثقہ (مستند) ہستیاں دوسرے ممالک و براعظموں مثل روم وغیرہ کے یہاں آتے ہیں۔ و نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دونوں حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس مذہب کی اتباع کرنا بھی اس مذہب کے اولیٰ و بہتر ہونے کی ایک بہتر دلیل ہے و نیز حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید باوجودیکہ حدیث شریف میں بڑی سند رکھتے تھے لیکن خود کو حنفی مذہب لکھا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا "وجود بعینہ" کے قائلین اس شعر کے معنی غلط سمجھے ہیں کہ ؎

ہر چہ پیشِ تو بیش ازیں رہ نیست
غایتِ فہم تست اللہ نیست

[جو کچھ تیرے سامنے ہے کہ اس راہ سے زیادہ کچھ نہیں، یہ تیرے فہم کی انتہا ہے (وہ) اللہ نہیں ہے]

جو یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ تیرے سامنے ہے اور تیری سمجھ اور مشاہدہ میں آتا ہے۔ وہی مقصود حقیقی ہے۔ اور اس کے آگے کوئی راہ نہیں ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ تیرے فہم میں ہے کہ وہ

مقصود ہے، (حقیقۃ) وہ اللہ نہیں ہے۔ بلکہ شعر کے معنی یہ ہیں کہ جو تو نے یہ سمجھا ہے کہ اس کے آگے کوئی راہ نہیں وہ تیرے فہم کی انتہا ہے۔ یہ اللہ نہیں ہے بلکہ وہ پاک بے نیاز تیری فہم و دانش سے وراء الوراء ہے۔ اور وراء الوراء ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ

(۸) مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِاالْقُرَانِ فَلَیْسَ مِنَّا (جس نے قرآن میں تغنّی نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں) یہاں غنا سے مراد غناء قلبی ہے یعنی جو شخص ماسوائے حق جلّ وعلا سے بے نیاز نہ ہوا قرآن کے ذریعہ تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ و نیز فرمایا کہ کھانے اور پینے کے بعد اس دعا کا پڑھنا حدیث میں وارد ہے۔ دعا یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْن (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہم کو مسلمانوں میں سے کیا) چنانچہ یہ حدیث مسند احمد، سنن ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں وارد ہے اور جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْن سے یہ مراد ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے پس اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا تو بطریق اولیٰ ضروری ہے۔

و نیز فرمایا کہ صوفیا کا قول ہے کہ اَلدَّھْرُ یَوْمٌ وَّلَنَا فِیْ ھٰذَا صَوْمٌ [دنیا ایک دِن کے برابر ہے اور ہم پر اس دِن کا روزہ رکھنا لازم ہے]

یہ بھی فرمایا کہ صوفیہ کے مقامات کا کمال ذوق وشوق اور توحید وجودی کے انکشافات ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ تجلی ذاتی برقی ہوتی ہے (یعنی ظاہر ہوتی ہے اور چھپ جاتی ہے) جیسا کہ کہا ہے

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بہ آزارِ خویش زآتشِ ما تیز می کنی

[جھلک دکھاتے ہو اور چھپ جاتے ہو، اپنی (جدائی کے) دکھ سے ہماری (عشق کی) آگ کو تیز کرتے ہو]

اور کمال اس خاندان عالیشان نقشبندیہ مجددیہ میں تجلی ذاتی دائمی ہوتی کہ جو کمالات

میں سالک کو ہاتھ آتی ہے۔ ونیز حضرت والا نے یہ شعر پڑھا ؎

کارکُن کار بگذار زَ گفتار

کہ بجز کارُ ہیچ ناید کار

[کام کرو کام اور باتیں کرنا چھوڑو کہ عمل کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا]

(۹) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ خرقہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خرقہ بیعت کہ مرید کرتے وقت شیخ اس کو عنایت کرتا ہے اور مرید کو وہ خرقہ دوسری جگہ سے لینا جائز نہیں ہے۔ دوسرا خرقہ تبرک ہے اور ایسا خرقہ متعدد جگہوں سے بھی لیا جاسکتا ہے۔ اور تیسرا خرقہ اجازت ہے اور اس کو بھی متعدد شیوخ سے لینا جائز ہے۔ اور حضرت والا نے یہ رباعی بھی پڑھی ؎

آنی تو کہ بے تو زیستن نتوانم

وآنی تو کہ بے توزیستن نتوانم

فِی الجُملہ اگر نہ بینَتُ می میرم

جانی توکہ بے تو زیستن نتوانم

ترجمہ:

۱ تو وہ ہے کہ تیرے بغیر جینا محال ہے اور تو وہ ہے کہ تیرے بغیر جینا محال ہے۔

۲ بہرحال اگر تجھے نہ دیکھوں، تو مرجاؤں، تو وہ جان ہے کہ تیرے بغیر جینا محال ہے۔

ونیز حضرت اقدس نے یہ اشعار پڑھے ؎

ناقص است ازمددے کشتہ بہ قاتل نہ رسد

سینہ بر خنجر اُوزَن کہ شہادت این است

[وہ ناقص ہے جو مقتول کی مدد کے باوجود قاتل تک نہ پہنچے، خود اس کے خنجر پر سینہ مارو کہ یہی شہادت ہے]

مَن وشوخے کہ استیلاءِ حسنش در صفِ محشر

شکایت شکر سازد بر زبانہا داد خواہاں را

[میں اور وہ شوخ کہ صف حشر میں اس کا حسن غالب ہے، کیونکہ دادخواہوں کی شکایتیں شکر کی صدا بن جاتی ہیں]

مجھے دل چہانمی خواہد آرزوہا خدا نصیب کند

[دل کی فراخی کی جب زیادہ خواہش نہیں، تو آرزوئیں خدا ہی نصیب کرے]

کسے نہ ماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کُشی
مگر تو زندہ کُنی خلق را و باز کُشی

[اب کوئی ایسا باقی نہ رہا کہ جس کو تو اپنی تیغِ ناز سے قتل کرے۔ ہاں! اتنا ہے کہ تو ان مقتولوں کو زندہ کر کے دوبارہ قتل کرے]

ازقتلِ من مترس کہ دیوانیانِ حشر
مجرم کُنند بہرِ تو صَدْ بیگناہ را

[میرے قتل سے نہ ڈرو کیونکہ تیری وجہ سے حشر کے دیوانے (عشق میں فنا ہوئے لوگ) صدہا بیگناہوں کو مجرم قرار دیں گے]

(۱۰) ونیز ایک دن مجلس پاک میں اقطاب (قطب کی جمع) کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حق سبحانہ کارخانۂ ہستی اور اس کے لوازمات کو جاری رکھنے کے لئے قطب مدار کو (ذمہ داری) عطا فرماتا ہے اور گمراہوں کی ہدایت وارشاد و رہنمائی قطب ارشاد کے سپرد کی ہے۔ اس کے بعد فرمایا حضرت بدیع الدین شاہ مدار قدس سرہ قطب مدار تھے اور بڑی شان والے تھے۔ انہوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ نہ مجھے بھوک لگے اور نہ میرے کپڑے پرانے ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کہ اس دعا کے بعد باقی تمام زندگی میں انہوں نے کھانا نہیں کھایا اور ان کا لباس پرانا نہیں ہوا، وہی ایک پوشاک مرنے تک کافی ہوگئی۔

(۱۱) ایک دن حضرت والا نے فرمایا کہ بعض بزرگان دین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ ''شریعت'' آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا اور ''طریقت'' آپ کے احوال کا اور

''حقیقت'' آں سرور علیہ وعلی الہ صلوات اللہ الملک الاکبر کے مقصود کا نام ہے اور حضرت مجدّ دالف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک شریعت کا مقام باقی دونوں مقامات (یعنی طریقت وحقیقت) سے اعلیٰ ہے۔ حضرت مجدّدؒ نے فرمایا ہے کہ طریقت وحقیقت دونوں وہ بازو ہیں جن کے ذریعہ شریعت کی جانب پرواز کی جاسکتی ہے۔ اور طریقت وحقیقت دونوں تجلی صفاتی کی پیداوار ہیں اور شریعت تجلی ذاتی کی۔

(۱۲) ونیز ایک روز حضور پرنور میں تذکرہ مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کا آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تمام اولیاے امت کے معارف ان کے کلام میں درج ہیں لیکن حضرت کے مخصوص معارف کا ذکر اولیائے کرام کے کسی کلام میں نہیں پائے جاتے۔

ونیز فرمایا کہ ایک روز مکتوبات شریف کا مطالعہ کر کے توجہ کرنے لگا، تو فوق الفوق (یعنی سب کے اوپر) سے فیض کا نزول ہونے لگا۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ علیہ کا مطالعہ کر کے توجہ کی تو اسرار ملکوتی دل پر وراد ہوئے، اس کے بعد احیاء العلوم (مصنفہ حضرت امام غزالیؒ) کا مطالعہ کر کے توجہ کی تو فیض ملکوت قلب پر فائز ہوئے۔

(۱۳) ایک دن ایک شخص نے حضور میں عرض کیا کہ حضرت مجدد ہندستان کے جملہ اولیاء کے مقابل ہیں تو حضرت والا نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''روئے زمین کے اولیا'' (کے مقابل ہیں)

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن بوعلی سینا کی کتاب کا تقریباً ایک صفحہ کا مطالعہ کیا تھا کہ قلب پر ایک ظلمت چھاگئی اور کلمہ شہادت پڑھ کر اس کا ازالہ کیا (یعنی کلمہ شہادت کی تلاوت سے وہ ظلمت کافور ہوئی).

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ مجدد قلم ربانی (یعنی اللہ کا قلم) ہیں۔

ونیز فرمایا کہ ابوسعید نے اپنے پہلے پیر سے ''اس قدر'' نسبت چشتیہ حاصل کی اور اپنے دست مبارک کے دو انگلیوں کی جانب اشارہ فرمایا اور رؤف (یعنی شاہ رؤف احمد مرتب ملفوظات ہذا) نے ''اس قدر'' نسبت چشتیہ حاصل کی اور اپنی تین انگلیوں کی طرف اشارہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ

شاید روَف میں اس سے بھی زیادہ ہو۔

(۱۴) طبرانی کی روایت میں آیا ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللہ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایُوَلِّیْ وَالِیاً حتیٰ یُعَمِّمَہٗ وَ یُرْخِیْ سَدْلَھَا مِنْ جَانِبِ الْاَیْمَنِ نَحْوَ الْاُذُنِ. (رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کسی شخص کو والی (کسی علاقہ کا حاکم) نہیں بناتے تھے جب تک اسے عمامہ نہ پہناتے اور اس کا شملہ (عمامہ کا ایک سرا جو پیٹھ پر لٹکایا جاتا ہے) دائیں جانب کان کی طرف چھوڑتے۔

اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں وارد ہے عَنْ عَلِیٍّ قَالَ عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ غَدِ یَرْخُمْ بِعِمَامَۃٍ سَدَ لَھَا خَلْفِی. (حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مجھ کو عمامہ باندھا، اس کا دنبالہ میری پیٹھ پر لٹکایا۔)

اور ابو یعلی الموصلی و بزّاز کی روایت میں وارد ہے۔ عَمَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَاَرْخٰی خَلْفَہٗ اَرْبَعَ اِصْبَعٍ اَوْ قَرِیْبٍ مِّنْ شِبْرٍ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا فَاعْتَمْ اَعْرَبَ وَاَحْسَنَ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف کو عمامہ باندھا اور اس کا بقیہ حصہ چار انگل یا قریب بالشت ان کے پیچھے لٹکایا اور فرمایا اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ (طریقہ) مناسب اور عمدہ ہے)

ایک دن اس راقم سطور نے حضور پر نور میں عرض کیا کہ رامپور سے خط آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بندہ کی قیامگاہ کے حصار کی دیوار بارش کی شدت سے گرگئی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا الحمد اللہ تمہارا ظاہر و باطن فانی ہوا کہ یہاں تمہاری طبیعت میں فنائیت حاصل ہوئی تو وہاں تمہارے مکان کو۔

(۱۵) ایک دن حضور فیض گنجور میں ''لقمہ میں احتیاط'' کا ذکر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں کسی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا۔ ایک دن اتفاقاً چند لقمے کھا لئے تو عالم مکاشفہ میں ''والا شہید نور اللّٰہ مرقدہ المجید کی روح مبارک کو استفراغ (یعنی قے) کرتے دیکھا۔ حضرت نے

اس بندہ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہر کس وناکس کے گھر کا کھانا نہ کھانا چاہیے۔''لقمہ میں احتیاط' ضروری ہے کہ یہ درویشی کے لوازمات میں سے ہے''۔

(۱۶) حضرت والا نے ایک دن فرمایا کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا تھا۔(حضرت) خواجہ صاحب قبر شریف سے نکل کر دو ایک قدم میری جانب بڑھاتے ہوئے میری طرف تشریف لائے اور مجھ سے معانقہ فرمایا اور بہت مہربانی فرمائی۔

(۱۷) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گیا تھا۔حضرت نظام الدین مزار سے باہر تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ میرے بدن پر توجہ فرمائے ابھی ''بدن'' کا لفظ پورا بھی نہ کیا تھا صرف ''با'' اور ''دال'' زبان سے نکلا تھا کہ پوری قوت سے توجہ فرمائی۔

ایک دن ایک شخص نے خاندان نقشبندیہ میں بیعت کی۔حضرت والا نے فرمایا کہ خواجہ خواجگان امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میرے طریق میں مجاہدہ نہیں ہے۔اور میں ذکر جہر نہیں کرتا اور چلّے نہیں کھینچتا۔سماع نہیں سنتا کہ (یہ) بدعتیں ہیں۔

(۱۸) اسکے بعد حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے فرمایا کہ (اربعین) چلہ لگانا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی بنینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی سنت ہے۔اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ اتمہا واکملہا نے چلّے نہیں لگائے لیکن اس ایک حدیث شریف سے چلّوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحاً ظَھَرَتْ مِنْ قَلْبِہٖ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ (جس نے چالیس صبحیں اللہ کے لئے خالص کیں (یعنی اللہ کے ذکر میں مشغول ہوا) تو اس کے قلب سے حکمت کے چشمے پھوٹ نکلیں گے)

راقم (شاہ روف احمد) کہتا ہے صاحب فَتُوْحُ الْاَوْرَادْ نے اور دوسروں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ

مَنْ اِنْقَطَعَ اِلَی اللّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحاً مُخْلِصاً مُتَعَاھِداً نَفْسَہٗ بِخِفَّۃِ الْمِعْدَۃِ یَفْتَحِ اللّٰہُ عَلَیْہِ عُلُوْمَ الدِّیْنِیَّۃِ

[جو پرخلوص طریقہ پر اللہ کی طرف متوجہ ہوا چالیس روز تک اپنے نفس کی خبر گیری کرتے ہوئے ہلکے معدہ (کم مقدار غذا کے ساتھ) تو اللہ اس پر علوم دینیہ (کے ابواب) کھول دے گا] حدیث کا لفظ اَخْلَصَ لِلّٰه اور اِنْقَطَعَ اِلَی اللّٰهِ سے یہی ظاہر ہے کہ اخلاص وانقطاع حاصل ہونے کے اصول (قاعدے) ہیں۔ حضرت والا نے اس حدیث کا ذکر نہیں فرمایا شاید یہ حدیث ضعیف ہو۔ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ اہل چشت (حضرات) کی ہدایات میں چلّوں کی قید آئی ہے، کہ فرمایا ہے کہ ''ہر سال ایک چلّہ بیٹھنا چاہیئے اور ہر شخص کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ اور اپنا کھانا ہر شخص کو کھلاؤ اور رات کے فاقہ کو اپنی معراج سمجھو، قرض نہ لو اور اپنے پیروں کا عُرس کرو اور اپنے مشائخ کے اقربا کا ادب واحترام ملحوظ رکھو۔''

(۱۹) ایک دن حضور پرنور میں حق جل وعلا کی رویت کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ علماء نے لکھا ہے کہ جنت میں مؤمنوں کو ہر ہفتہ ایک بار رویت باری تعالیٰ ہوگی اور جن لوگوں نے صبح وشام حلقۂ مراقبہ کیے ہوں گے اور انہیں حضور مع اللہ کی دولت نصیب ہوئی ہوگی ان کو ہر دن دو بار صبح وشام ملک الغفار کا دیدار ہوگا۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ یہیں سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو اس دنیا میں حضور وآگاہی قلب دائمی ہوگی امید ہے کہ اس کو جنت میں بھی دائمی رویت عطا فرمائیں۔

حضرت والا نے یوم دوشنبہ اکیسویں ماہ ذیقعدہ ۱۲۳۱ھ کو اس غلام کے عناصرِ ثلثہ (آتش وبادوآب) پر کی توجہ فرمائی اور مسمّی الباطن کے مراقبہ کی تلقین فرمائی۔

(۲۰) نیز ایک دن حضور فیض گنجور میں حضرت امیر خسرو دہلویؒ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو کمالات انہیں حاصل تھے امت کے کسی فرد میں وہ کمال نظر نہیں آتا۔ ایک دن حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے حضرت خضر سے کمال فصاحت بیانی وسحر طرازی اور نکتہ سنجی وشعر گوئی کی استدعا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ کمال (حضرت) سعدی نے مجھ سے لے لیا وہ (امیر خسرو) رنجیدہ ہو کر اپنے مرشد بزرگوار (حضرت نظام الدین اولیا) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نظام الدین اولیا نے ان سے ملال ورنج

کا سبب پوچھا، انہوں نے سارا حال کہہ سنایا۔حضرت نظام الدین نور اللہ مرقدہ نے عنایت فرمائی اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالدی اور انہوں نے لُعاب دہن چکھا۔ حقتعالیٰ نے ان کو شکرستان سخنوری کی طوطی فصاحت بیان اور گلستان نکتہ سنجی کی بلبل ہزار داستان بنا دیا۔اس کے بعد حضرت والا نے یہ شعر پڑھا

مشکیں سلاسل زُلفہ نُما برسنہ الصبا
فَتراک دستہ سُنبل واکردہ فی دامانہ

(۲۱) ایک دن حضور میں نفسِ رحمانی کا ذکر آیا، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو نفحات الٰہیہ کہ سالک پر وارد ہوتے ہیں انہیں کو نفس رحمانی سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ پہلے باہر نکلتے ہیں پھر دل میں نفوذ کرتے ہیں اس کے بعد مستہلک و مضمحل کر دیتے ہیں۔

(۲۲) ایک شخص نے حضرت والا سے عرض کیا کہ بَرد یقین کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ وہ مقام ہے جو کمالات نبوّت میں حاصل ہوتا ہے اور بَرد یقین کے معنی ٹھنڈک اور راحتِ یقین کے ہیں کہ اس مقام پر حاصل ہوتی ہے اور جو چیز استدلالی ہے وہ کشفی ہو جاتی ہے مثلاً حق جل شانہٗ کی وحدانیت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، قیامت کی آمد، منکر نکیر کی جواب طلبی، پل صراط، میزان، جنت و دوزخ وغیرہ پر اعتقاد جو دلائل سے ثابت ہیں، اس وقت ان کے لئے حجت و برھان کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ ان پر ایسا یقین حاصل ہو جاتا ہے جیسے آنکھوں دیکھی چیز کہ اس کے لئے دلیل و حجت کی ضرورت نہیں رہتی۔اس خاندان عالیشان میں اسی کیفیت کا برد یقین نام رکھا گیا ہے۔

(۲۳) ایک دن حضور فیض گنجور میں ذکر آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں کتا ہوگا یا تصویریں ہوں گی، وہاں رحمت کے فرشتوں کا نزول نہ ہوگا۔حضرت والا نے فرمایا کہ صوفیاء علم اعتباری رکھتے ہیں۔اور ہر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے بطور عبرت اپنے مطلوب پر مطابقت اور اپنے مدعا پر دلالت کرتے ہیں، پس میں بھی اس حدیث کا مطلب اپنے

طور پر بیان کرتا ہوں کہ جس دل کے گھر میں حرص وطمع کے کتے اور ماسوی اللہ کی تصاویر ہوں گی وہ رحمتِ الٰہیہ کے فیوض سے محروم رہے گا اور وہاں اس تعالیٰ وتقدس (اللہ) کے انوار کا ورود نہ ہوگا اس کے بعد یہ شعر پڑھا ؎

اوّل بِرُوب خانہ دِگر مہماں طلب
آئینہ شَو وِصالِ پری طَلعتاں طلب

[پہلے گھر کو صاف کروتب مہمان کو بلاؤ، خود کو آئینہ بنالوتب پری رخوں کا وصال طلب کرو]

ایک دن مخلصین میں سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کو خانقاہ میں دفن کیا گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو شخص یہاں دفن ہوتا ہے میں اس کی بخشش کے لئے جناب الٰہی میں متوجہ رہتا ہوں تا آنکہ وہ بخش دیا جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سے پہلے یہاں ایک عورت دفن کی گئی ہے میں نے دیکھا کہ آتشیں شعلے اس کی قبر سے اُٹھ رہے ہیں۔ میں نے اس قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر قصد وتوجہ کی اور ہزار کلمہ طیبہ کا ثواب اس کو پہنچایا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ اس قبر کے سرہانے سے رحمتِ الٰہی کا پانی جاری ہوا یہاں تک کہ اسکی قبر کو ٹھنڈا کر دیا اور وہ قبر نورانی ہوگئی۔

(۲۴) ایک روز حضرت والا نے فرمایا کہ جو شخص نصف شب کے بعد ہزار بار یا ربّ کہے گا جن مشکلات میں بھی وہ گھرا ہوگا آسانی ہوگی اور جو مدعا ہوگا پورا ہوجائے گا اور جو دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک رات میں نے یا رسول اللہ کہا میں نے لبیک کی آواز سُنی۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ''عبداللہ'' کہا اور ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بشارت مرحمت فرمائی کہ تو بندۂ مومن ہے حق تعالیٰ ایسا ہی فرماتا ہے۔

(۲۵) ایک دن حضور والا میں جناب ماموں صاحب قبلہ، سراجِ خاندانِ مجددیہ وچراغ دودمان احمدیہ، مقبول بارگاہ اللہ الصمد حضرت شاہ سراج احمد نور اللہ مرقدہ کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے ان کی شان میں فرمایا کہ ان کی ذات بھی عجیب ذات مبارک تھی، وہ ہم لوگوں کے لئے فخر کا سبب تھے، اگر چہ فقط نسبت قلبیہ رکھتے تھے مگر مقربان حق میں سے تھے اور راہ قرب اسی طریقہ سلوک

وتسلیک طالبان پر منحصر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہیں تو بے گنتی اور بے شمار ہیں۔ اس کے بعد حکایت بیان فرمائی کہ ایک عارف تھا۔ اپنے استاد کی وفات پر ان کے مزار پر بیٹھ کر توجہ والقائے انوار کرنے لگا کہ اپنے استاد کی وفات کے بعد حق شاگردی ادا کردوں اور فوت شدہ کو قبر میں نسبت سے منور کردوں۔ اس کا استاد قبر سے نکلا اور اسے خوب جھڑک کر بولا کہ اے احمق! تو سمجھتا ہے کہ قرب خدا کی راہ یہی ہے جو تو نے حاصل کی ہے، جا خدا بے نہایت ہے، اس لئے اس کے قرب کے راستے بھی بے انتہا ہیں جس راہ سے کہ میں نے قرب حاصل کیا ہے، اس کی تجھے کیا خبر؟

(۲۶) ایک دن حضور میں ''نماز میں خشوع'' کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ علماء کے نزدیک نماز میں خشوع یہ ہے کہ قیام کی حالت میں نظر سجدہ گاہ پر رہے، رکوع میں دونوں قدموں پر اور سجدہ میں ناک کے بانسہ پر نظر رہے۔ اور صوفیاء کے نزدیک یہ ہے کہ نماز میں مصلی رب کے دیدار کے اشتیاق میں ایسا غرق ہو جائے کہ اسے یہ بھی پتہ نہ ہو کہ اسکے دائیں اور بائیں کون ہے؟ صرف دیدار الٰہی میں مست و سرشار رہے۔

چنانچہ روایت ہے کہ نماز میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کے بدن مبارک پر ایک سانپ لپٹ گیا اور آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت امام زین العابدین ﷺ ایک دن نماز میں تھے کہ ان کے گھر میں آگ لگی اور سب جل گیا، یہاں تک کہ آگ ان کے مصلی تک پہنچ گئی اور انہیں خبر نہ ہوئی۔ لوگ پکارتے رہے کہ یا امام! ''آگ! آگ! نماز کے بعد لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو حضرت امامؑ نے فرمایا کہ مجھے دوزخ کی آگ کا خیال آ گیا تھا۔

ایک دن حضرت والا خانقاہ کے صوفیاء کو کثرت ذکر، نوافل اور تہجد و اشراق کی ہدایت فرما رہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جان کھپانے کی ضرورت ہے تا کہ معاملہ گوش سے آغوش (کان سے دل) تک پہنچے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ مجھے کوئی ایسا نہ ملا جو سرِ نیاز آستانہ محبت پر رکھے ہو۔

(۲۷) ایک دن یہ بھی فرمایا کہ اکابرین متقدمین (پہلے کے بڑے لوگ) مریدین کو خدمت بھی سپرد فرماتے تھے کہ خدمت ترقیات باطن کا سبب ہے اور آخرت کے ثواب کا وسیلہ ہے۔ اس

کے بعد فرمایا کہ ایک شخص حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو کوئی خدمت مرحمت فرمایئے۔شیخ نے فرمایا کہ تمام خدمات طالبین پر تعین اور مقرر کردی گئیہیں۔اب کوئی خدمت نہیں کہ تم سے کرنے کو کہا جائے۔ہاں جنگل سے چارہ وغیرہ لایا کرو اور اس کام کو پابندی سے کرو۔وہ شخص روزانہ جنگل سے چارہ کا انبار اپنے سر پر رکھ کر لانے لگا۔ایک دن اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور حساب کتاب کا دن ہے اور ایک آگ کا دریا ہے جس سے لوگ پار اتر رہے ہیں، میں نے چارہ کا وہی انبار جو سر پر اٹھا کر لایا کرتا تھا اس آگ کے دریا میں ڈال دیا اور اسی پر بیٹھ کر نہایت عمدگی سے پار اتر گیا ہوں۔

(۲۸) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ یہ مجاہدات کی راہ ہے، جس میں بڑی پارسائی اور نہایت محنت درکار ہے۔ناصر الدین حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ نے تیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی ہے، پس ایسے مرتبہ کو پہنچے کہ ایک عالم کے مقتداء (رہبر) بن گئے اور ولایت کا کمال حاصل کیا بغیر جان کی بازی لگائے کمال حاصل کرنا محال ہے۔

حضرت خواجہ ناصر الدین معرض عن سوی اللہ محمد باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راتوں کو زندہ کرنے والے تھے (یعنی رات بھر عبادت کیا کرتے تھے) اور فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! رات کو کیا ہو گیا کہ اتنی جلدی گزر جاتی ہے افسوس ذرا بھی دیر نہیں کرتی اور تاخیر نہیں کرتی۔

ونیز ایک دن حضرت والا نے فرمایا کہ ۱۱۷۴ھ میں وطن سے دہلی شریف آیا تھا اور اس وقت میری عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی تھی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آں جناب کی ولادت باسعادت ۱۱۵۶ھ میں ہوئی ہو۔اس بندہ راقم (شاہ رؤف احمد) نے تاریخ ولادت شریف پر ایک تاریخی قطعہ نظم کر دیا ہے تا کہ مریدین کو آپ کی عمر شریف کے بارہ میں کوئی شبہ نہ پیدا ہو۔

چو نجم چرخ ہُدیٰ حضرت غلامِ علی
شُد ظُہور فگن درجہاں جہاں بشگُفت
سنِ ولاد شریفش چوجست رافتِ دل
مہ سپہر ہدایت شدہ طلوع بگفت

۱۱۵۶ھ

(جب ہدایت کے آسمان کا ستارہ حضرت غلام علی دنیا میں ظاہر ہوئے تو جہاں کھل اُٹھا۔اے رافت! دل نے جب آپ کی ولادت شریف کا سَن معلوم کرنا چاہا تو کہا
''ہدایت کے آسمان کا چاند طلوع ہوا''

(۲۹) ایک دن کمالات کی نسبت کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ نسبت بوجہ انتہائے لطافت اور بے رنگی، ادراک میں نہیں آتی۔ چنانچہ نہ پانے کا احساس اور احوال سے محرومی کا خیال اس نسبت کو پانے والوں کا کمال ہے۔اور ان احوال کے حاصل کرنے والے لوگ اپنے انجام سے ناواقف ہوتے ہیں۔حضرت مرزا صاحب قبلہ ؒ فرمایا کرتے تھے۔اللہ کی قسم، اللہ کی قسم اپنے کو ٹھیکرے کی طرح خالی پاتا ہوں، جو لوگ میرے پاس آ کر توجہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ہر توجہ میں بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان لوگ جھوٹ تو بول نہیں سکتے شاید مجھ میں کچھ نسبت (کا اثر) ہو۔

(۳۰) حضرت والا دعا کے وقت الحمد للہ شریف میں چند کلمات کا اضافہ فرما کر اس طرح پڑھتے تھے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ بِهِدَايَتِكَ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ بِعِنَايَتِكَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ بِكَمَالِ فَضْلِكَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلُهٗ وَاَصْحَابُهٗ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ اٰمِيْنَ

(سب تعریفیں اللہ کے لئے جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا، بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا، مالک ہے یوم جزا کا، ہم تیری ہدایت کے طفیل تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری عنایت کے صدقہ میں تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اپنے فضل بے پایاں سے چلا ہم کو سیدھے راستہ پر ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا اور وہ (حضرت) محمد ﷺ اور ان کے آل واصحاب ہیں۔نہ ان کا (راستہ) جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا (اے اللہ) اس کو

قبول فرمالے)''

نیز یہ دعائیں بھی پڑھا کرتے تھے کہ:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ. وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ،سُبْحَانَ اللّٰهِ اَضْعَافَ مَاسَبَّحَ لَکَ الْمُسَبِّحُوْنَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَضْعَافَ مَا حَمِدَ لَکَ الْحَامِدُوْنَ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَضْعَافَ مَاكَبَّرَلَکَ الْمُكَبِّرُوْنَ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَضْعَافَ مَاهَلَّلَ لَکَ الْمُهَلِّلُوْنَ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَضْعَافَ مَا مَجَّدَ لَکَ الْمُمَجِّدُوْنَ، وَالشُّكْرُ لِلّٰهِ اَضْعَافَ مَا شَكَرَ لَکَ الشَّاكِرُوْنَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ' مِمَّا ابْتَلَى الْخَلْقَ، بَعْضَهُمْ بِالْاَمْرَاضِ الْبَاطِنَةِ كَالشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ وَالْحَسَدِ وَالْكِبْرِ وَالْبُغْضِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ' وَبَعْضَهُمْ بِالْاَمْرَاضِ الظَّاهِرَةِ كَالْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْحُمّٰى وَالصُّدَاعِ اَللّٰهُمَّ كُنْ لِّی كَمَا كُنْتَ لِنَبِيِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنْ قُلُوْبِنَا الْحُجُبَ وَالْاَسْتَارَ السَّاتِرَةَ الْحَاجِبَةَ عَنْ مُشَاهَدَةِ جَمَالِکَ الْمُبَارَکِ يَا اَللّٰهُ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ لَکَ وَ اَمِتْنِیْ لَکَ وَاحْشُرْنِیْ لَکَ وَاجْعَلْنِیْ لَکَ كَمَا جَعَلْتَ مُحَمَّدًا لَّکَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[میں اللہ کی پاکی اسکی تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ میں اللہ بزرگ و برتر کی پاکی اسکی تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہوں، اللہ سے جو میرا رب ہے میں ہر گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسکی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اللہ رحمتِ کاملہ نازل فرمائے (حضرت) محمد پر اور آپکی آل اور سب اصحاب پر، اپنی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اپنی رضا کے مطابق اور اپنے عرش کے وزن کے برابر اور اپنے کلمات (مبارکہ) کی گنتی کے موافق۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس مقدار سے زیادہ جو تیری پاکی بیان کی پاکی بیان کرنے والوں نے، میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں

اس سے زیادہ جو تیری تعریف کی تعریف کرنے والوں نے، میں اللہ کی بڑائی بیان کرتا ہوں اس سے زیادہ جو بڑائی بیان کی تیری بڑائی بیان کرنے والوں نے، میں کلمہ لا الہ الا اللہ ادا کرتا ہوں اس سے زیادہ جو کلمہ ادا کیا لا الا اللہ پڑھنے والوں نے، میں کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ادا کرتا ہوں اس مقدار سے دو چند جو بزرگی و تعظیم بیان کی تیری بزرگی و عظمت بیان کرنے والوں نے، میں اللہ کا شکرادا کرتا ہوں اس مقدار سے دو چند جو شکرادا کیا تیرا شاکرین نے، تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے مجھکو بچایا ان مصائب سے جس میں مخلوق کو مبتلا کیا، مخلوق میں سے بعض کو مبتلا کیا پوشیدہ امراض میں جیسے شرک، نفاق، حسد، کبر، بغض غیبت اور بدعت میں اور ان میں سے بعض کو مبتلا کیا ظاہری امراض میں جیسے برص، کوڑھ، سخت بخار اور درد سر میں۔ اے اللہ! تو میرے لیے ایسا (مہربان) ہو جا جیسا کہ تو ہوا اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، اے اللہ! دور فرما دے تمام پردے اور حجابات ہمارے قلوب سے جو تیرے جمال مبارک کے مشاہدہ (دیدار) میں حجاب و پردہ بن سکیں۔ اے اللہ! اے اللہ! تو اپنے لیے مجھے زندہ رکھ، اپنے لیے مجھے موت دے اور اپنے لیے مجھے محشر کے دن زندہ کر اور کر دے مجھ کو اپنے لیے جیسا تو نے کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے]

(۳۱) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولانا و مرشدنا مرزا صاحب قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ صوفی کے لئے ضروری ہے کہ خیال رکھے کہ وہ خفگی جو لوگوں کے اذیت پہنچانے سے ہوئی ہے دل میں کتنی دیر باقی رہتی ہے۔ اگر گھڑی دو گھڑی رہے تو خیر اور اگر تمام رات رہے تو (صوفی کو) از سرنو توبہ کرنی چاہیے (اور یہ سمجھنا چاہیے) کہ ابھی نسبت کے نور نے اس کے باطن پر قطعا اثر نہیں ڈالا۔

ایک روز حضرت والا نے اس تذکرہ پر یہ شعر پڑھا کہ کمالات نبوت کی نسبت اور اس برتر مقام کی بیرنگی ایسی ہے کہ ادراک کا ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا اور سوا جہالت اور عدم دانست کے اس منزل کی اور کوئی راہ نہیں ہے (وہ شعر درج ذیل ہے)

بس بے رنگ است یار دلخواہ اے دل
قانع نشوی برنگِ ناگاہ اے دل

اصل ہمہ رنگہا ازاں بیرنگ است
مَنْ اَحْسَنُ صِبْغَةً مِنَ اللّٰهِ اے دِل

[اے دل وہ وہ محبوب بالکل بے رنگ ہے۔ وقتی رنگوں پر اے دل قانع نہ ہو۔ کیونکہ تمام رنگوں کی بنیاد وہی وہ بے رنگ ہے (کیونکہ) اے دل! اللہ کے رنگ سے بہتر اور کون سا رنگ ہے]

ونیز ایک روز حضرت والا یہ دعائے ماثورہ پڑھ رہے تھے کہ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ

[اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ان کی محبت بھی جو تجھے دوست رکھتے ہیں اور ایسے عمل کی محبت نصیب فرما جو تیری محبت سے قریب کرنے والا ہے]

اور فرمایا کہ پہلے جملہ یعنی اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ سے مراقبہ کی طرف اشارہ سمجھ میں آتا ہے اور دوسرے جملہ (یعنی وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ) سے رابطہ معلوم ہوتا ہے (اللہ کے برگزیدہ بندہ سے تعلق) اور تیسرے جملہ (یعنی وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ) سے ذکر کی جانب اشارہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کی تعلیم فرمائی ہے۔

حضرت والا نے ایک روز یہ بھی فرمایا کہ "خیال ہی خیال میں خانہ کعبہ میں جاکر صاحب خانہ کو تلاش کرتا ہوں اور اس کے بعد بیت المقدس جاکر صاحب خانہ کی تلاش کرتا ہوں اور پھر اسی تلاش میں بیت المعمور پہنچتا ہوں پھر عرش پر پہنچ کر صاحب عرش کی جستجو کرتا ہوں، پھر اس سے اوپر جاتا ہوں یہاں تک کہ اپنے محبوب تک رسائی حاصل کر لیتا ہوں اور خود اپنے کو سراپا آنکھ بنا کر اُس کے (محبوب کے) پیروں کی خاک ملتا ہوں اور اپنی پیشانی اس کے سجدوں کے لئے اس طور سے رگڑتا ہوں کہ خود فنا ہو جاتا ہوں پھر بقا پاتا، ہوں پھر فنا ہوتا ہوں اور یوں دل مہجور کو بہلاتا رہتا ہوں۔ پھر حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

ز ناتوانی خود ایں قدر خبر دارم
کہ از رُخش نہ توانم کہ دیدہ بردارم

[اپنی ناتوانی اور ضعف کے بارے میں بس اتنا پتہ ہے کہ اس کے رخِ تاباں سے آنکھیں ہٹا نہیں سکتا]

(۳۲) ونیز ایک دن حضور پرنور میں حضرت اشرف جہانگیر قدس سرہ کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شخص نے ان سے بطور تمسخر کہا کہ آپ کا نام "جہانگیر" ہے۔ حضرت کو غصہ آیا فرمانے لگے کہ میں "جہانگیر" نہیں "جانگیر" (یعنی جان لینے والا) ہوں۔، وہ شخص اسی وقت مرگیا۔ (حضرت نے مزید فرمایا کہ) ایک روز اثناء راہ میں ایک اژدہے نے اُن پر حملہ کیا آپ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا وہ عصاً موسیٰ علی نبینا و علیه الصلوة والسلام کی طرح وہ (ڈنڈا) سانپ بن گیا اور اپنے حریف کو ہلاک کر دیا۔

۱۴ محرم الحرام ۱۲۳۱ھ کو حضرت والا نے راقم سطور (شاہ روف احمدؒ) کو کمالات نبوت کے مراقبہ کی تلقین فرمائی اور اس سے چند دن قبل عنصر خاک پر توجہ فرمائی تھی اور فقیر اس کا اثر اپنے میں پاتا تھا۔ چنانچہ ایک عریضہ میں حضور والا کی خدمت میں عرض کیا ہے۔

(۳۳) آخر محرم میں حضرت والا بعارضہ تپ ولرزہ علیل ہوگئے ہر مرتبہ لرزہ و بخار شدید سے شدید تر ہوتا اور یہ راقم ہر مرتبہ حاضر ہوتا تھا اور دیکھتا تھا کہ عین شدت مرض میں بھی اللہ جل شانہ کے ذوق و شوق میں غرق ہوتے تھے اور جس قدر زیادہ تپ ولرزہ کی شدت سے پریشان ہوتے اسی قدر زیادہ لذت اور چاشنی یادالٰہی میں آپ کو ملتی تھی۔ کبھی فرط شوق میں دونوں ہاتھ پھیلا کر عالم خیال میں محبوب حقیقی کو اپنی آغوش میں لیتے اور کبھی خود کو حضور میں حاضر سمجھ کر لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ فَقَدْ طَالَ مَافَضَیْتَ کی صدا زبان مبارک پر ہوتی اور اسی حال میں بیہوشی سی طاری ہوجاتی اور کبھی اسی شدت مرض میں زبان مبارک پر یہ شعر جاری ہوتا۔

لَوْلَاکَ لِمَا قَتَلْتَ وَ اللّٰہ   وَاللّٰہِ لِمَا قَتَلْتَ لَوْلَاکَ

(قسم خدا کی! اگر تو نہ تھا، تو کیوں قتل کیا۔ قسم اللہ کی! کیوں قتل کیا اگر تو نہ تھا۔)

(۳۴) ونیز ایک دن اسی مرض میں فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت میں ارشاد فرمائے گا کہ مَرِضْتُ

فَلَمْ تَعِدْنِیْ (میں بیمار تھا تو تم نے میری عیادت کیوں نہ کی) سننے والے حیران ہو کر عرض کریں گے کہ بارالٰہا! تو تو امراض اور تکالیف سے پاک ہے؟ حق جل وعلا فرمائے گا کہ فلاں شخص بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے پاتا کہ میں اس کے ساتھ تھا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ مرض بھی عجیب نعمت ہے کہ حق تعالیٰ مریض کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر بڑے ذوق شوق کے ساتھ یہ شعر پڑھا

دمے کہ یار گُذارد قدم بخانۂ ما

سَزَد کہ کعبہ شَوَدْ سنگِ آستانۂ ما

[جس لمحہ ہمارے گھر میں یار قدم رکھتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنگ آستاں کعبہ بن گیا ہے]

افسوس کہ مریض بیماری سے نجات چاہتا ہے اور اس بیماری کو کوستا ہے اور اس طرح محبوب کی ہم نشینی سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ دعائے صحت کرنا سنت کی اتباع کرنا ہے۔ آپ نے تمام بیماری کے عالم میں کبھی صحت کی نہ خود دعا کی اور نہ کسی سے دعا کی ہدایت فرمائی، حالانکہ لوگوں نے بار بار اجازت مانگی کہ ختم صحیح بخاری شریف اور حضرات خواجگان قدسنا اللہ باسرارہم کا ختم پڑھا جائے۔ مگر آخری مرتبہ میں جو پانچویں تھی فرمایا کہ آج دل میں خیال آتا ہے کہ شفاء کے لئے جناب کبریا میں دعا کروں۔ پس ثمرہ دعا ظاہر ہوا کہ پھر تپ ولرزہ نہیں آیا۔

(۳۵) انہیں ایام میں ایک روز یہ بھی فرمایا کہ آٹھویں تاریخ ہفتہ کے دن ماہ صفر میں اس مرض سے صحت پانے کے بعد ایک دن یا دو دن دل میں آتش دوزخ کا خوف بہت طاری رہا، بہت رنجیدہ ہوا دیکھا کہ (حضرت) پیغمبر خدا ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ آتش دوزخ سے مت ڈرو کیونکہ جس کے دل میں میری محبت ہوگی وہ دوزخ میں نہیں جاسکتا۔ ونیز شروع مرض میں کہ ایک مرتبہ تپ لرزہ ہوا (اس وقت) جامع علوم عقلی ونقلی معارف آگاہ مولوی بشارت اللہ صاحب جو حضرت والا کے بڑے خلفاء میں سے ایک ہیں حضور والا میں حاضر ہوئے حضرت والا ان کے آنے سے بڑے خوش وخرم ہوئے اور اپنے مکان سے حضرت مرزا صاحب قبلہ کے مزار پر انوار تک استقبال کیا پھر ان کو اپنے مکان میں لے گئے اور بڑی نوازشات فرمائیں۔ اور فرمایا کہ خدا

کا شکر ہے کہ تم جو نسبت یہاں سے لے گئے تھے اس سے زیادہ لائے ہو میں تم سے راضی ہوں اور اپنی رضا کی کلاہ (ٹوپی) دینا چاہتا ہوں حالانکہ اس سے پہلے حضرت نے ایسی کوئی کلاہ کسی کو عطا نہ فرمائی تھی۔

صفر ۱۲۳۱ھ کی دسویں تاریخ میں مولوی محمد عظیم و مولوی شیر محمد صاحبان کو کمالات اولوالعزم کے مراقبات کی تلقین فرمائی و نیز اس بندہ نالائق گنہگار راقم الحروف کو بھی اسی مراقبہ کمالات اولوالعزم کی ہدایت فرمائی۔

(۳۶) یوم بدھ ۱۹ ماہ صفر کو غلام حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا بخاری شریف کا درس دے رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تسبیح و تحمید وغیرہ پڑھتا تھا اور اس کا ثواب آنسرور علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کی روح فتوح کو پہنچاتا تھا۔ ایک دن سہواً ترک ہو گیا تو آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ ''میرا ہدیہ کیوں نہ بھیجا۔'' امام ترمذیؒ نے اپنی شمائل میں حضورؐ کی جو شکل شباہت نقل کی ہے وہی میں نے مشاہدہ کی تھی۔ و نیز آنحضرت ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ بیان فرمائی کہ اس دالان کے چبوترہ کے نیچے حضرت والا قیام پذیر تھے مغربی زینہ کے متصل بقدر ایک بالشت دو انگل پچھم کے رخ تھے۔ و نیز فرمایا کہ دوسرے دن آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں پس میں نے عرض کیا کہ کیا حدیث مَنْ رَانِیْ فَقَدْ رَای الْحَقَّ (جس نے مجھے دیکھا حقیقۃً مجھے ہی دیکھا) صحیح ہے؟ ابھی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے۔ پس عارف آگاہ مولوی بشارت اللہ بہرائچی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے عطا فرمائی۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتیاق ملاقات کی شدت سے گریہ وزاری کر رہا تھا یہاں تک کہ خاکپاشی کی نوبت آگئی اور اس عمل سے جو ظاہر سنت کے لحاظ سے ممنوع ہے ظلمت بھی دل میں آئی بہر حال اسی میں نیند آگئی دیکھا کہ میر روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مرزا صاحب قبلہ قدس سرہ کے ایک مرید ہیں آئے اور کہنے لگے کہ جناب محبوب

رب العالمین علیہ افضل صلوۃ المصلین و از کی سلام المسلمین تمہارے انتظار میں بیٹھے ہیں، میں والہانہ انداز میں دوڑتے ہوئے حضور میں پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے معانقہ فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ معانقہ کے وقت تو آنحضرت صلی اللہ وسلم کی شکل مبارک تھی، معانقہ کے بعد حضرت سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ کی شکل میں ہوگئے اس کے بعد حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

شُویم گرد و بدُنبال تُوسَنَش اُفتم
دِگر برائے چہ روز است خاکسارئِ ما

[کاش! خاک بن کر اس کے گھوڑے کی رکاب میں پڑ جاؤں، اس کے علاوہ ہماری خاکساری کس دن کے لئے ہے]

اور یہ بھی فرمایا ایک دن نماز عشاء سے پہلے ہی نیند آگئی تھی، دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ وسلم تشریف لائے ہیں اور قبل عشاء سونے کو منع فرما رہے ہیں بلکہ اس کا معمول بنانے والے کے لئے وعید (آخرت میں سختی ملنا) فرمائی۔

(۳۷) حضرت والا نے آخر ماہ صفر ۱۲۳۲ھ جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ کے اس راقم سطور کو رام پور جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور حضرات پیران عظام نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ وسہروردیہ کی ارواحِ مبارکہ پر علیحدہ علیحدہ فاتحہ پڑھ کر، دوبارہ چاروں طریقوں میں تعلیم کی اجازت عطا کی اور رخصت فرمایا اور اسی وقت اس ناچیز پر ''حقیقت قرآنی'' تک توجہ فرمائی تھی۔ پھر میں رامپور پہنچ کر سات مہینہ گھر میں مقیم رہا اور اوقات کو ذکر و مراقبہ سے معمور رکھتا۔ صبح اور عصر کے بعد حلقہ کرتا اور طالبین (مریدین) کو توجہ دیتا۔ ان اوقات میں برابر اس کمترین درویشان اور اس کے متوسلین کے حالات باطنی دریافت فرمانے کے لئے عنایت نامے آتے رہے۔ پھر ماہ شوال سنہ مذکور میں اس بندہ راقم سطور کی طلب میں حضرت نے ایک گرامی نامہ صادر فرمایا۔ اس نامہ عالی کو سر پر رکھے بجانب حضرت دہلی روانہ ہوگیا اور حضرت والا کے حضور میں پہنچا۔ حضرت والا نہایت خوش ہوئے اور

فرمایا کہ تمہارے باطن میں ترمیم کرتا ہوں ۔ پھر چند روز کے بعد اخوت پناہ عرفان دستگاہ مولوی بشارت اللہ بہرائچی اور سراپا نور مرزا عبدالغفور اور معرفت نشان شیخ خلیل الرحمٰن سلمہم اللہ تعالیٰ اور کمترین راقم السطور کو لطیفہ قلب سے توجہات فرمائیں چند ماہ کے عرصہ میں حقیقت کعبہ تک ان تینوں اکابر کے ساتھ اس بندہ پر توجہات فرمائیں، اس کے بعد مولوی بشارت اللہ صاحب کو بہرائچ کی طرف رخصت فرمایا اور مرزا عبدالغفور صاحب کو خورجہ کے لئے اجازت مرحمت فرمائی اور پھر تنہا اس بندہ ناچیز کو حقیقت کعبہ سے آخر مقامات طرفین تک جو سلوک طریقہ مجددیہ میں مقام لاتعین سے نامزد ہے توجہات فرمائیں اور ہر مقامات کے مراقبات کی تلقین کی ۔ اوران بشارات عالیہ سے جس کی بندہ کے اندر لیاقت نہ تھی سرفراز فرمایا، پھر کلاہِ رضا مرحمت ہوئی اور برادرانِ طریقہ اور پیران باسلیقہ پر توجہ کرنے اور حلقہ کرنے کی ہدایت فرمائی ۔ دومہینہ تک حضرت والا کی خانقاہ کی مسجد میں صبح وشام حلقے کیے اور توجہات دیں ۔ اسی درمیان ''مراتب الحصول'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں مراقبات و حالات اور اسرار ہر اس مقام کہ جو خود پر منکشف ہوئے تھے، اپنی سمجھ کے مطابق لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا ۔ حضرت والا بہت خوش ہوئے اور چند بشارتیں اپنی زبان مبارک سے فرمائیں لیکن بلند و عالی الفاظ جو بندہ کے حق میں تھے تحریر کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہے کیونکہ میں اس کی لیاقت نہیں رکھتا ۔

(۳۸) پھر حضرت والا نے ماہ جمادی الثانی ۱۲۴۳ھ میں بندہ کو قصبہ کوٹہ وسرونج کی طرف وہاں کے طالبین کی تلقین کے لئے رخصت فرمایا ۔ پس حضرت والا کی قدمبوسی کر کے میں کوٹہ کی جانب روانہ ہوگیا ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و اٰله و اصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین .ربنا لاتواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا و لا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا مالا طاقة لنا به و اعف عنّا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین اللهم اغفرلنا وارحمنا وعافنا وارزقنا واصبرنا ولوالدینا ولجمیع المومنین والمومنات

والمسلمين والمسلمات وصل علی نبیک المصطفیٰ واله بدور التقی
واصحابه نجوم الهدٰی وسلّم تسلیما کثیراً کثیرا برحمتک یاارحم الراحمین

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس کی مخلوق میں سے بہتر (حضرت) محمد پر اور آپ کی آل و اصحاب تمام پر اپنی رحمت کے طفیل رحم فرمانے والے جو سب سے زیادہ رحم فرماتا ہے۔

اے رب ہمارے! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں! اے ہمارے رب! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا، اے رب ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مہر کر، تو ہمارا مولیٰ ہے، تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے والدین کی اور جمیع مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلیمات کی (مغفرت فرما) اور ہم پر رحم فرما، ہم کو عافیت عطا کر اور ہم کو رزق عطا کر اور ہم کو صبر عطا فرما (مصائب پر) اور رحمت کاملہ اور بہت بہت سلام نازل فرما اپنے برگزیدہ نبی پر اور آپ کی آل جو تقویٰ کے کامل چاند ہیں اور آپ کے اصحاب (کرام) پر جو ہدایت کے ستارے ہیں۔ اپنی رحمت کے طفیل اے رحم فرمانے والے جو سب سے زیادہ رحم فرماتا ہے۔

دُعائیہ کلمات

کتاب ''دُرُّ المعارف'' میں صلوٰۃ وسلام اور دیگر دعائیہ کلمات جو ناموں کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں۔وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ

درود وسلام نازل فرمائے اللہ آپ پر اور آپ کی اولاد پر

۲۔ عَلَيْهِ صَلَوٰتُ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

آپ پر اللہ مہربان کی رحمتیں نازل ہوں۔

۳۔ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْاَكْبَرُ

اللہ جو بڑا بادشاہ ہے اس کی رحمتیں نازل ہوں آپ پر اور آپ کی آل پر۔

۴۔ عَلَيْهِ صَلوٰةُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْاَعْلٰى.

اللہ جو بلند مرتبہ والا بادشاہ ہے اس کی رحمت نازل ہو آپ پر۔

۵۔ عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَاَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْاَعْلٰى

بلند مرتبہ والے بادشاہ اللہ کی بہتر درود و کامل سلام آپ پر نازل ہوں۔

۶۔ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا.

آپ پر درود میں سے بہتر درود اور سلام میں سے کامل سلام نازل ہو۔

۷۔ عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْمَنَّانِ

احسان کرنے والے، بادشاہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں آپ پر

۸۔ عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الصَّمَدِ

بے نیاز بادشاہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں آپ پر

۹۔ عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ الْمُصَلِّيْنَ وَاَزْكٰى سَلَامُ الْمُسَلِّمِيْنَ

درود بھیجنے والوں کی بہتر درود اور سلام بھیجنے والوں کا پاکیزہ سلام آپ پر نازل ہو۔

۱۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ

اللہ اُن سے راضی ہو۔

۲۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ وَاَرۡضَاہُ عَنَّا

اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو اور اُن کو ہم سے راضی کرے۔

۳۔ رِضۡوَانُ اللّٰہِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ عَلَیۡہِ

بلامُعاوضہ عطا کرنے والے بادشاہ اللہ کی رضا (خوشی) ہو اُن پر۔

❀❀❀❀❀

۱۔ قُدِّسَ سِرُّہٗ

اُن کا بھید پاک کیا گیا۔

۲۔ قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسۡرَارِہِ السَّامِی

ہم کو اللہ تعالیٰ اُن کے بلند اسرار سے پاک کرے۔

۳۔ قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الۡاَطۡھَرِ

ہم کو اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ بھید سے بابرکت فرمائے۔

❀❀❀❀❀

(۱) نَوَّرَ اللّٰہُ مَرۡقَدَہُ الۡمَجِیۡد

اللہ تعالیٰ ان کی معزز قبر کو منور فرمائے۔

(۲) نَوَّرَ اللّٰہُ مَرۡقَدَہُ الۡاَطۡھَر

اللہ تعالیٰ ان کی پاک قبر کو نور سے بھر دے۔

(۳) نَوَّرَ اللّٰہُ مَضۡجَعَہٗ

اللہ تعالیٰ ان کی آرام گاہ کو منور کرے۔

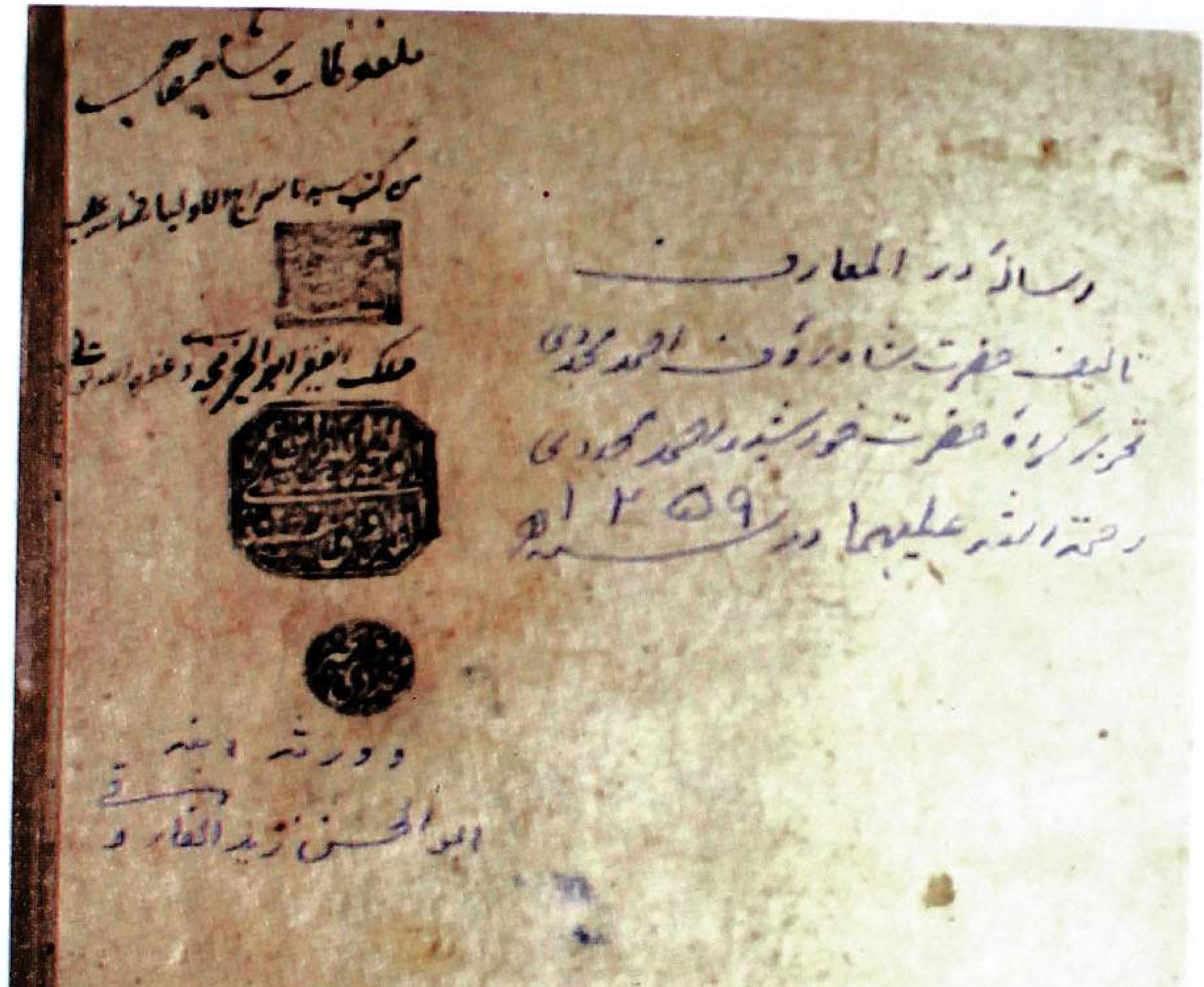
❀❀❀❀❀

فہرست مطبوعات حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

جون ۲۰۰۸ء

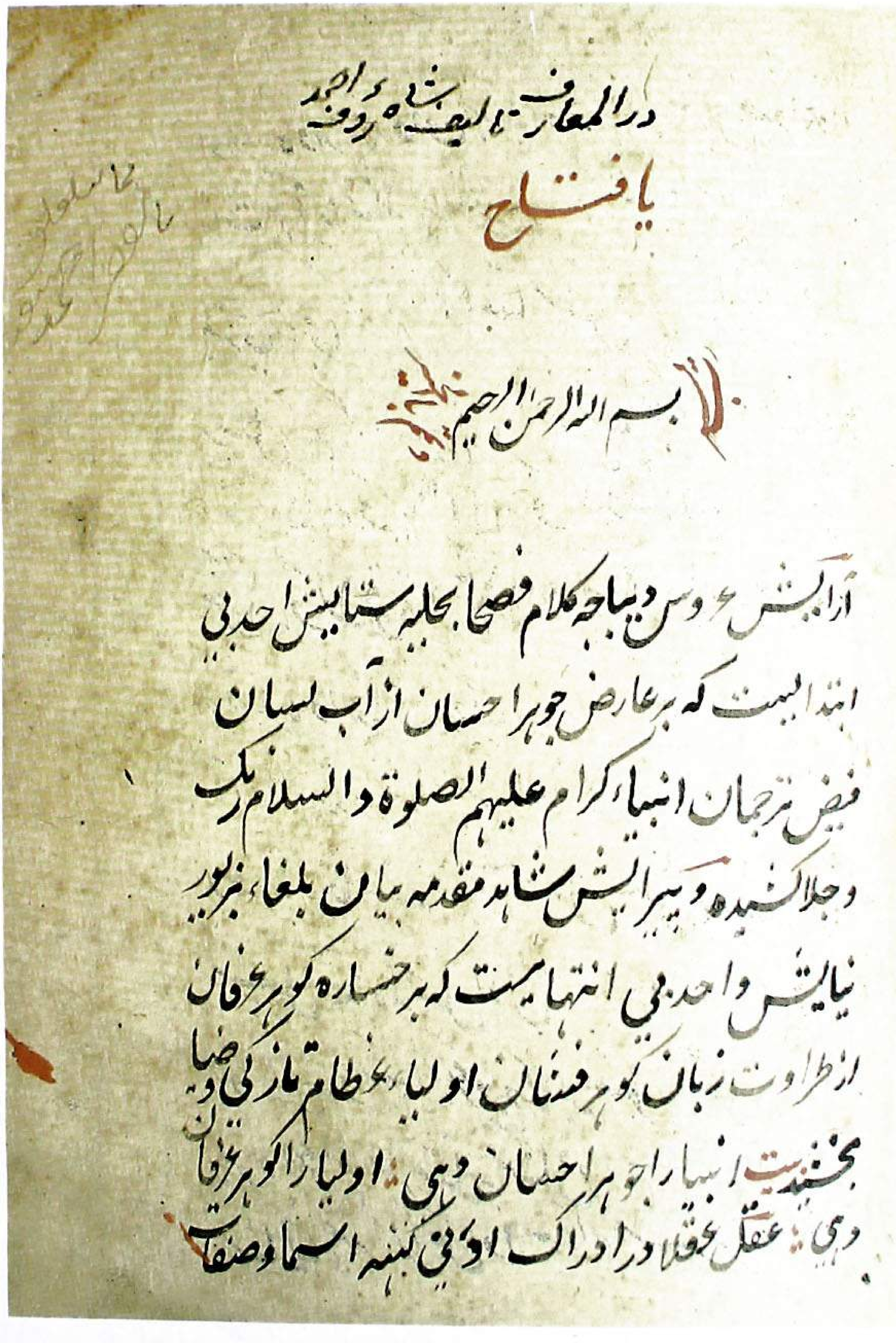
نمبر	کتاب کا نام	مصنف	صفحات	قیمت
۱	مقاماتِ مظہری	حضرت عبداللہ شاہ غلام علی دہلویؒ	۴۳۲	۲۵۰/-
۲	معارفِ مکتوباتِ امام ربانی	مولانا نعیم اللہ خیالیؒ	۲۹۶	۲۵۰/-
۳	دُرُّ المعارف	حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ	۲۹۶	۲۰۰/-
۴	مقاماتِ خیر (جدید)	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۸۰۰	۱۱۰/-
۵	تقویم خیری	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۷۶	۱۰۰/-
۶	سوانح بے بہائے امامِ اعظم ابوحنیفہ	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۳۸۴	۹۰/-
۷	مجموعۂ خیر البیان	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۱۷۶	۷۰/-
۸	حضرت مجدد اور ان کے ناقدین	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۲۵۶	۷۰/-
۹	القول الجلی (فارسی)	حضرت مولانا شاہ محمد عاشق پھلتیؒ	۵۶۰	۶۶/-
۱۰	مقاماتِ خیر (قدیم)	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۸۰۰	۵۰/-
۱۱	معمولاتِ خیر	مولانا نعیم اللہ خیالیؒ	۱۲۸	۵۰/-
۱۲	تاریخ القرآن	حضرت علامہ مفتی عبداللطیف رحمانیؒ	۱۴۴	۴۰/-
۱۳	علامہ ابن تیمیہ اور اُن کے ہمعصر علماء	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۱۳۲	۴۰/-
۱۴	زیارتِ خیر الانام ترجمہ شفاء السقام	حضرت علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی شافعیؒ مترجم: مولانا قاضی سجاد حسینؒ	۱۷۶	۳۴/-
۱۵	حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی	حضرت مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتیؒ	۱۶۰	۲۵/-
۱۶	مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۱۲۰	۲۲/-
۱۷	بیان خیر البشر	مولانا نعیم اللہ خیالیؒ	۱۴۰	۱۸/-

۱۸	مدراج الخیر در بیان طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ	مولانا نعیم اللہ خیالیؒ	۱۲۸	-/۱۶
۱۹	بزم خیر از زید در جواب بزمِ جمشید	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۱۶۰	-/۱۶
۲۰	مسئلہ ضبطِ ولادت	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۸۴	-/۱۶
۲۱	وحدۃ الوجود اور بیان وحدۃ الشہود	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۸۸	-/۱۶
۲۲	غناوسماع اصفیا	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۴۸	-/۱۶
۲۳	المجموعۃ السَّنِیّۃ		۹۶	-/۱۵
	(ا) رسالۂ ردِّ روافض (عربی/فارسی)	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ		
	(ب) رسالۂ المقدمۃ السنیۃ (عربی)	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ		
	(ج) مکتوب فارسی	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بہ خواجہ محمد امین		
۲۴	اثباتِ استحسان برائے محفل میلادِ ذیشان ﷺ	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۴۸	-/۱۵
۲۵	سہ رسائل معرفتِ افزا	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۴۸	-/۱۲
	(ا) قیومیت			
	(ب) مقالہ			
	(ج) مکالمہ			
۲۶	ہندوستانی قدیم مذاہب اور حضرت مرزا مظہرؒ	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ اور حضرت علامہ سیّد اخلاق حسینؒ	۷۲	-/۱۲
۲۷	عرفانیاتِ باقی (فارسی)	مرتب: مولانا سیّد نظام الدین احمد کاظمیؒ حیرت	۱۶۸	-/۱۰
۲۸	القول الجلی کا مقدمہ اور اختتامیہ	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۳۶	-/۸
۲۹	فیصلہ ہفت مسئلہ	حضرت علامہ شہیر ابوالوفا افغانیؒ	۸۰	-/۶
۳۰	مونس الارواح (فارسی)	جہاں آرا بیگم دختر شاہجہاں	۱۴۰	-/۶
۳۱	خیر المقال فی اثبات رویۃ الہلال	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۲۸	-/۶
۳۲	سوانح حیات سید عارفین شاہ بلالؒ	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۷۲	-/۶

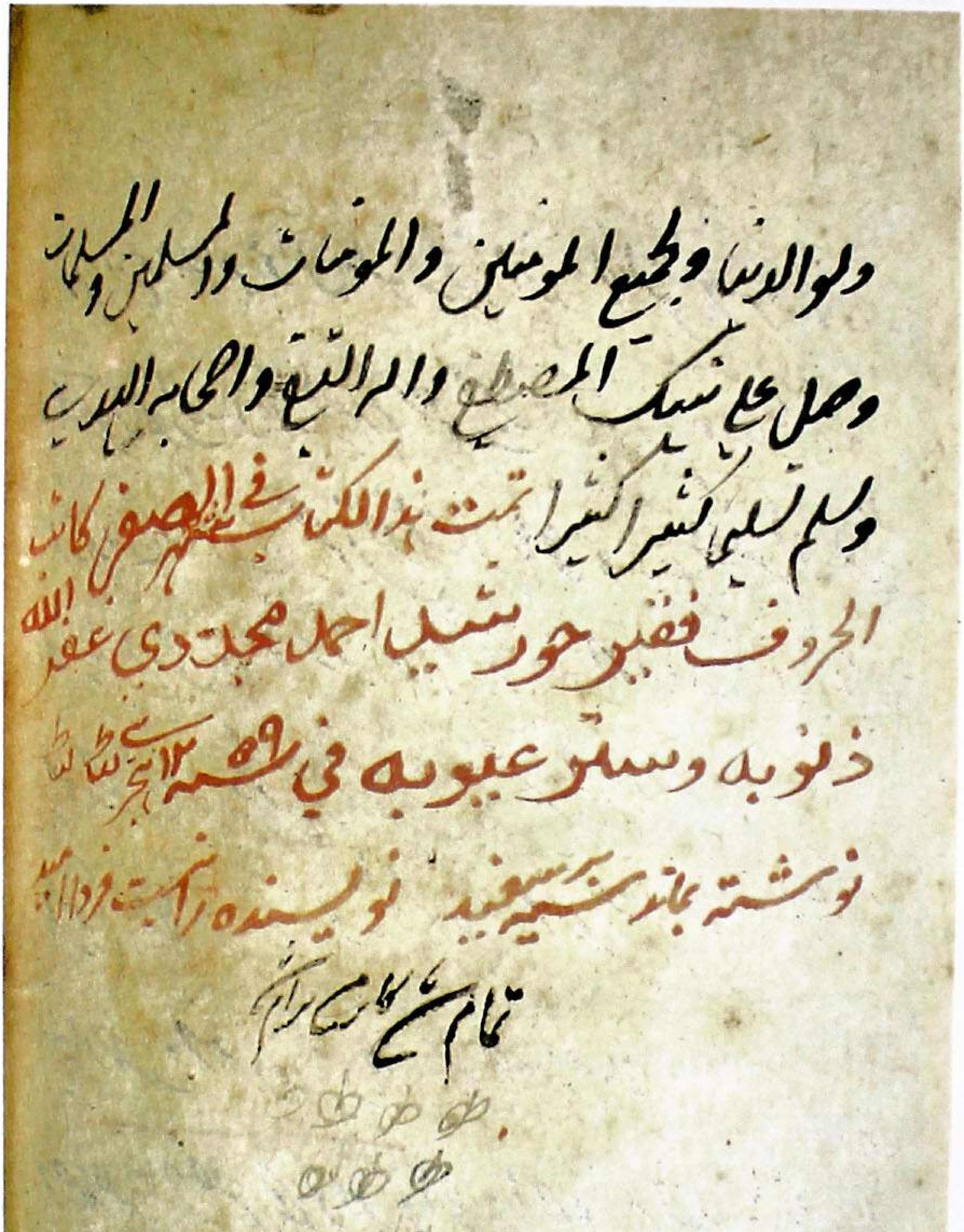


''دُرُّ المعارف'' مخطوط از کتب خانہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ، دہلی

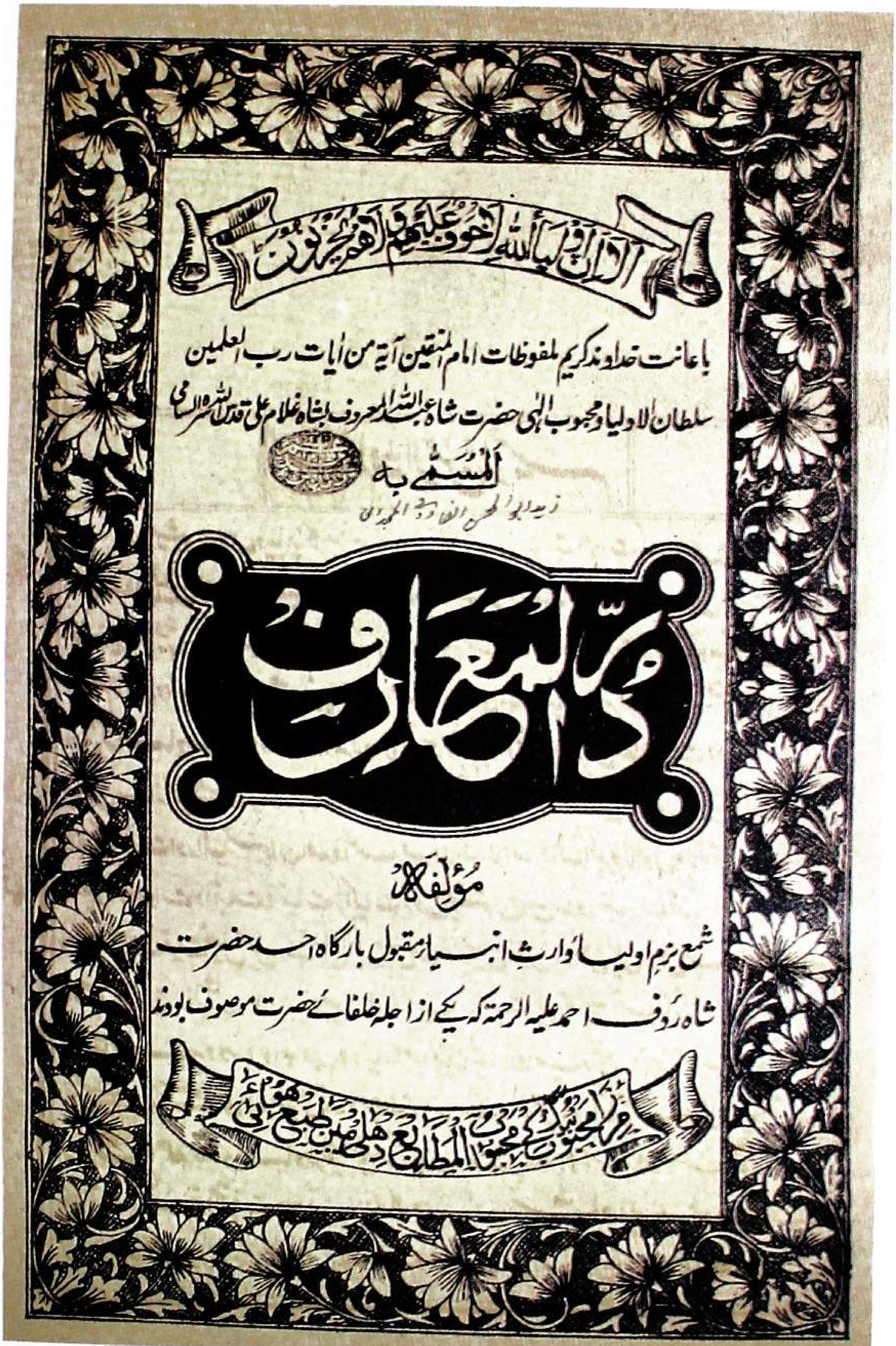
صفحہ مشتمل بر ''مہر'' حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ، دہلوی وتحریر ودستخط حضرت ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ



صفحۂ اوّل دُرُّ المعارف مخطوطہ از کتب خانہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ، دہلی


ولوالدینا ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات
وصلی علی نبیک المصطفی وآله النبی واصحابه الهادین
وسلم تسلیما کثیرا کثیرا تمت هذا الکتاب فی شهر الصفر کاتب
الحروف فقیر خورشید احمد مجددی عفی الله
ذنوبه وستر عیوبه فی ۱۲۹۵ھ
نوشته بماند سیه بر سفید نویسنده را نیست فردا امید
تمام شد کار من سرانجام

صفحہ آخری دُرّ المعارف مخطوطہ از کتب خانہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ، دہلی



الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

باعانت خداوند کریم ملفوظات امام المتقین آیۃ من آیات رب العلمین

سلطان الاولیاء و محبوب الٰہی حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بشاہ غلام علی قدس اللہ سرہ السامی

المسمّٰی بہ

دُرّ المعارف

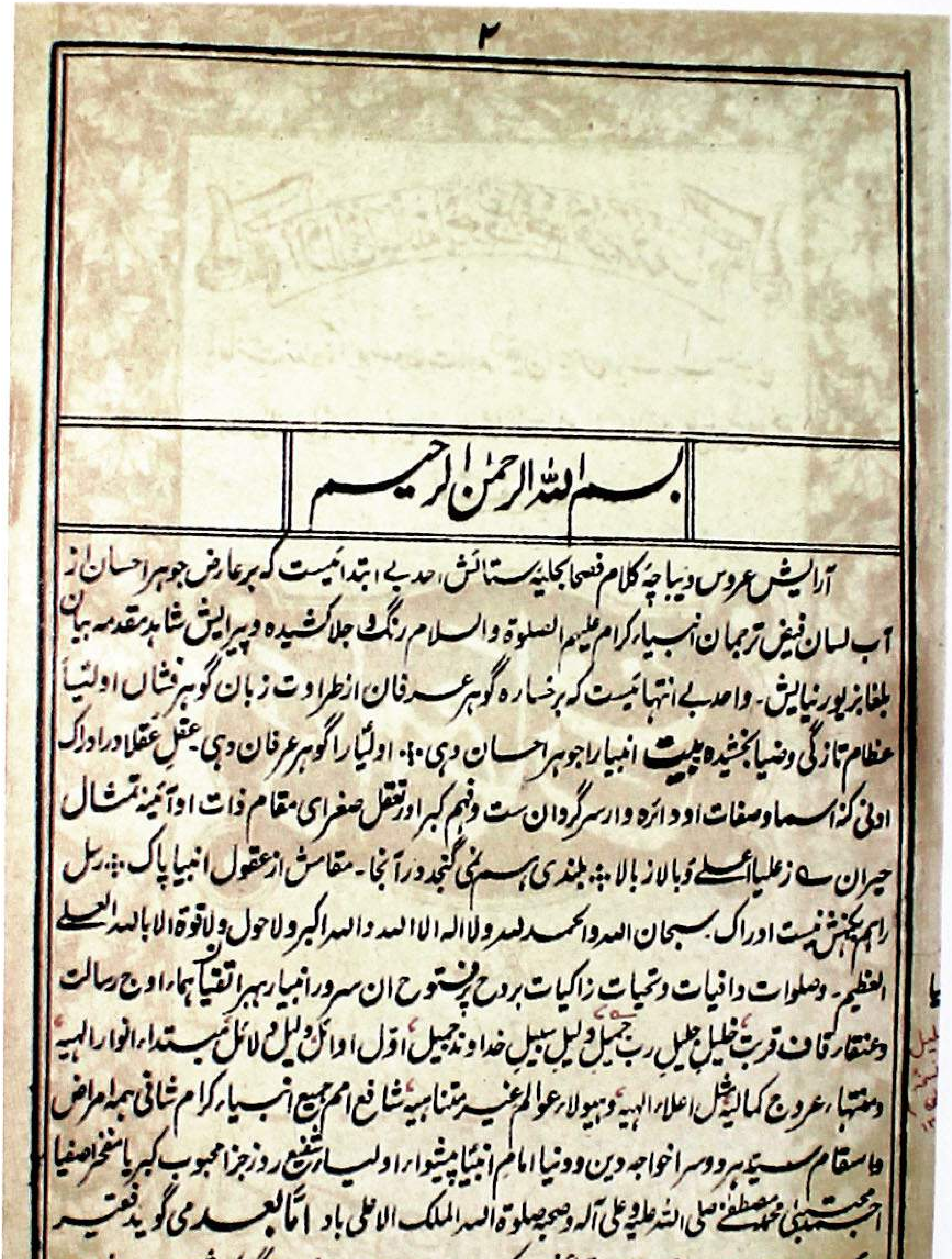
مؤلفہ

شمع بزم اولیاء وارث انبیاء مقبول بارگاہ احد حضرت

شاہ رؤف احمد علیہ الرحمۃ کہ یکے از اجلہ خلفائے حضرت موصوف بودند

مرزا محبوب بیگ کے محبوب المطابع دہلی میں طبع ہوا

ٹائٹل دُرُّ المعارف (فارسی) مطبوعہ محبوب المطابع، دہلی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

آرایش عروس دیباچہ کلام فصحا بحلیہ ستائش احد بے ابتدائیست کہ برعارض جوہر احسان از
آب لسان فیض ترجمان انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام رنگ جلا کشیدہ و پیرایش شاہد مقدمہ بیان
بلغا بزیور نیایش۔ واحد بے انتہائیست کہ بر خسارہ گوہر عرفان از طراوت زبان گوہر فشان اولیا
عظام تازگی و ضیا بخشیدہ **بیت** انبیا را جوہر احسان دہی ٭ اولیا را گوہر عرفان دہی۔ عقل عقلا در ادراک
ادنی کنہ اسما و صفات او دائرہ وار سرگردان ست و فہم کبرا و تعقل صغرای مقام ذات او آئینہ تمثال
حیران ست زعلیا اعلے و بالا ز بالا ٭ بلندی ہم نمی گنجد در آنجا۔ مقامش از عقول انبیا پاک ٭ رسل
را ہم بکنہش نیست ادراک۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم۔ و صلوات وافیات و تحیات زاکیات بر روح پر فتوح آن سرور انبیا رہبر اتقیا ہما اوج رسالت
و عنقا قاف قربت خلیل جلیل رب جمیل و دلیل سبیل خداوند جمیل اول اوائل و دلیل دلائل مبتدا انوار الہیہ
و منتہا عروج کمالیہ شمل اعلاء الہیہ و ہیولا عوالم غیر متناہیہ شافع امم جمیع انبیاء کرام شافی ہمہ امراض
و اسقام سید ہر دو سرا خواجہ دین و دنیا امام انبیا پیشوا اولیا شفیع روز جزا محبوب کبریا منتخب اصفیا
احمد مجتبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ صلوۃ اللہ الملک الاعلی باد **اما بعد** می گوید فقیر
رؤف احمد مجددی نسبا و طریقۃً عفی عنہ کہ چوں اخوت پناہ والا دستگاہ کاشف اسرار شریعت
و طریقت واقف انوار حقیقت و معرفت حافظ کلام اللہ المجید **شاہ ابو سعید** سلمہ اللہ تعالے کہ
کہ اسرار السعید من وعظ بغیرہ از جبین مبینش ظاہر ست۔ و انوار السعید من سعد فی بطن امہ از پیشانی نور افشانش

صفحہ اوّل دُرُّ المعارف (فارسی) مطبوعہ محبوب المطابع، دہلی

از زبان مبارک ایشان خود چیزی از بشارتها فرمودند لاکن آن الفاظ عالی در حق خود نوشتن جای شرم است
که لیاقت آن ندارم پس حضرت ایشان در شهر جمادی الثانی سنه یکهزار و دو صد و سی سوم من الہجرۃ المبارکۃ
النبویۃ علی صاحبها الصلوۃ والتحیات بنده را بطرف بلده کوته بسر در نج برای تلقین طریقه بطالبان آنجا
رخصت فرمودند پس قدمبوس حضرت ایشان شده راهی کوته گردیدم. وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد
وآله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة
لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکفرین ؕ
اللهم اغفر لنا وارحمنا وعافنا وارزقنا واصبرنا ولوالدینا ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات وصل
علی نبیک المصطفیٰ واله بدور التقی واصحابه نجوم الهدی وسلم تسلیما کثیرا کثیرا برحمتک یا ارحم الراحمین ؕ

خاتمة الطبع . خدای سخن وسخن بر زبان آفرین را ستائیم که نهانخانه اندیشه را فخر در غرر مضامین ساخته و
عروس فکر را از زیور مرصع بوافیت وجواهر معانی نواخته کلک گهر سلک پیران گرامی وسخنوران نامی را هنگامه آرای گهر پاشی
ساخت وضمیر نکته سنجان وناز کخیالان را از مضمون رنگارنگ آراسته بحسن قبول نواخت بسمل

ای وحید و یگانه و یکتا	خارج از حد فهم قاصر ما	تو خدای کسی خدائے تو نیست	صمد اشکل تو سوای تو نیست
لم یلد ای تو ولم یولد	وی منزه توی ز ام و ولد	در دل ما قریب از رگ جاں	شرح این نیست کار کام و زبان
لب کشاید مجال انسان نیست	جز تحیر نصیب خاصان نیست	ذات پاک تو نزد اہل عقول	هست پاک از جهات نقص و حلول
من و یزدان که ایزد متعال	هست پاک ز حلول وهم از حال	شبه و تمثال را عیاں کردی	خویشتن را بخود نهان کردی
آنچه ظاهر شود بکشف و شهود	هست تمثال او نه ذات ودود	دور بینان بارگاه الست	غیر از این پی نبرده اند که هست
هستی و در نظر نه آئی وای	چون نگیریم ما [illegible]	همه زان تو حجاب چرا	ای فدایت شوم نقاب چرا
از غم هجر تو استخوانم سوخت	حسرت وصل جسم وجانم سوخت	سوختیم سوختیم تعال تعال	آتشم را نشان بآب وصال
عرض کردم که نیست تاب جمال	همچو موسی به شبه و تمثال	شادمان شاد کن دل محزوں	تا یکی دید را کنم جیحون

در سپاس برگزیده یزدان مقبول ومحبوب سبحان مجال لسان انسان نیست که بنطق گراید. والانسان ضعیف البنیان را چه یارا
که تقاضای مدح خداوند برتر وتوانا لب بگشاید. ستایش از حد قدرت ثناگران بیرون. وسپاس آن رفیع القدر از حیطه امکان افزون
باعث ظهور کل کائنات است وسبب انتظام جمله موجوات مسبل حبل صراط مستقیم شفیع روز امید وبیم خجسته خصال خلائق ملجا وماوای اعلائق

از افادات شاعر نازک خیال صاحب طبع عالی سلمه الله تعالی

صفحہ آخری دُرُّ المعارف (فارسی) مطبوعہ محبوب المطالع، دہلی

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔

باعانت خداوند کریم

ملفوظات امام المتقین آیۃ من آیات رب العلمین سلطان الاولیاء
ومحبوب الٰہی حضرت شاہ عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی قدس اللہ سرہٗ

المسمّٰی بہ

دُرُّ المعارف

مؤلفہ
حضرت شاہ رؤف احمد علیہ الرحمۃ

مترجم : محمد فضل الرحمٰن رح

تصحیح : قاری سید محرم شاہ نقشبندی مجددی

حسب فرمائش

حضرت مولانا محمد اللہ خان صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہِ عنائتیہ ۔ رام پور (یوپی)

ٹائٹل دُرُّ المعارف (اُردو) مترجم جناب محمد فضل الرحمٰن، مطبوعہ عنائتیہ فاؤنڈیشن، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ کلام فصحا کے عروس کی زیبائش اس احد بے ابتداء کی ستائش کے زیوروں سے ہی رنگ و جلا پاتی ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والسلام کے زبانِ فیض ترجمان کے ذریعہ جوہر احسان کے عارض (یعنی چہرہ) پر سنوارے گئے۔ اور مقدمۂ بیانِ بلغاء کے شاہد (یعنی معشوق) کی پیدائش اس واحد بے انتہاء کے نیائش کے زیوروں سے تازگی و ضیاء پاتی ہے جو اولیاء کرام علیہم الرحمۃ و الغفران کے زبانِ گوہر فشاں کے واسطہ سے گوہر عرفان کے رخسارہ پر سجائے گئے۔ شعر (ترجمہ):

انبیاء کو جوہرِ احسان ملا
اولیاء کو گوہرِ عرفان ملا

اس تعالیٰ شانہٗ کے اسماء و صفات کی ادنیٰ حقیقت سے بھی عاقلوں کی عقل دائرہ کی طرح سرگرداں ہے اور بڑوں کی سمجھ اس سبحانہٗ کی ذات کے معمولی غور و فکر سے بھی آئینہ کے مثال حیران ہے ؎ (ترجمہ)

صفحۂ اوّل دُرُّ المعارف (اردو) مترجم جناب محمد فضل الرحمٰن، مطبوعہ عنائتیہ فاؤنڈیشن، کراچی